مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمان کیا کریں؟

مسلمان اپنے مسلمان ہونے کا مطلب کچھ سمجھیں تو یہ سوال حیرت ناک وعبرتناک ہی نہیں انتہائی شرمناک بھی ہے! اسلام کے حق میں خود سراپا رسوائی راقم نابکار اپنے بھائیوں کی جن باتوں کو دیکھ سُن اور پڑھ کر کڑھتا ہے، ان میں اس سوال وبحث کا نمبر شاید سب سے بڑھ گیا۔ جب تک ہمارے بعض اخبارات و رسائل میں اس کا چرچا رہا جب کہیں نظر پڑ جاتی دل ودماغ پر تازہ بم پھٹتا۔

غضب خدا کا جس اسلام پر ہم کو ایمان کا دعویٰ ہے اور جس کا دعویٰ یہ ہے کہ "دین" و "نعمت" ہر جہت سے کامل ومکمل فرما کر رہتی دنیا تک انسان کی صلاح وفلاح کے لئے اپنی رضامندی کو بالکلیہ خدا نے اس کے ساتھ وابستہ فرمادیا ہے، وہ معاذ اللہ چودہ سو سال کے اندر ہی ایسا فرسودہ وناکارہ نکل گیا کہ خود اس کے نام لیوا بدحواس پوچھتے پھریں کہ مسلمان کیا کریں؟ اور جواب کے لئے اپنوں ہی نہیں پرایوں تک کا منھ تکتے پھریں کاش زمین پھٹ جاتی اور اسلام اور اس کے خدا و رسول کو رسوا کرنے والے ہم مسلمان اس میں دھنس جاتے۔

پھر جب سوال یہ ہے کہ مسلمان کیا کریں؟ تو اس کا مطلب اس کے سوا کیا لیا جاسکتا ہے کہ مسلمان مسلمان رہ کر یا اپنی اسلامیت کے انفرادی واجتماعی

Marfat.com

DATA ENTERED

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ
مقدمہ از ص ۹ تا	۵۶
والعصر	۱
عصر کے معنی اور اس کا مفہوم	۱
غلط نظریۂ حیات	۲
صحیح تصورِ حیات	۴
ان الانسان لفی خسر	۵
توحید اور ایقان آخرت ایمان کی اساس ہے	۵
علت و معلول کے لزوم کا فلسفہ ختم ہو چکا	۸
ہر فعل و اثر بالذات اور بلا شرکت غیر خدا ہی کے قبضہ میں ہے	۹
انسان کی ساری زندگی جلب منفعت اور دفع مضرت کے درمیان متحرک ہے	۱۲
لا الٰہ کے اقرار کا ذہنی و خارجی اثر	۱۴
اس اقرار کی قوت	۱۴
ہمارے اہلِ علم و زہد بھی توحید کے معاملہ میں عملاً کمزور رہے ہیں۔	۱۷
خدا کا سائنسی اور فلسفیانہ تصور	۲۰
ایک اور نیم عقلی اور نیم مذہبی تصور	۲۱
مشرکانہ تصور	۲۱
خدا کا کامل اور جامع تصور	۲۲
خالقیت، ربوبیت اور قیومیت کی یک جہتی	۲۲
علم و حکمت کاملہ	۲۲
کائنات کا ماضی و مستقبل دونوں حکمت و مشیتِ الٰہی کے ماتحت ہیں۔	۲۴
اسی لئے "آج" سے زیادہ "کل" کے ایقان کا مطالبہ ہے	۲۶
مسلمانوں میں "ایمان باللہ" سے بھی زیادہ "ایقان آخرت" پیدا کرنے کی ضرورت	۲۹
الا الذین امنوا وعملوا الصلحت	۳۲
ایمان اور عمل صالح میں صرف ایک حرف عطف کا فرق ہے	۳۲

Marfat.com

DATA ENTERED

مضمون	صفحہ
کوئی نظریۂ دعوت اپنے عملی ظہور و طاقت کے بغیر موثر نہیں ہو سکتا۔	۳۲
ایمان سے عمل میں حرکت اور عمل سے ایمان میں قوت	۳۴
ہم دین کے معاملہ میں محض دعوائے ایمان پر مطمئن ہیں۔	۳۷
ہمارے خواص کی حالت بھی حیرت و عبرت کا مجموعہ ہے	۳۸
زندگی کے سوشل پہلو کی اہمیت اور اس سے عمومی غفلت	۴۰
ایمان اور عمل پر متوازی توجہ ہی خسران کا واحد علاج ہے	۴۳
وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔	۴۳
خسران سے کامل بچاؤ کیلئے کل انسانیت پر تبلیغ ضروری ہے	۴۳
اب اصلاح و صلاح کی ذمہ داری امت محمدیہ پر ہے	۴۴
انسانیت کے بناؤ بگاڑ کی ذمہ داری مستقل امت پر ہے۔	۴۶
مسلمانوں کی حکومتیں اپنی ذمہ داری سے آگاہ نہیں	۴۹
محکوم مسلمان بھی حاکم قوم پر اپنی سیرت سے اثرانداز ہو سکتے ہیں۔	۴۹
اس کی چند تاریخی مثالیں	۵۰
چند صالح افراد سے ساری امت خیر امت نہیں بن سکتی۔	۵۳
امت مبعوثہ کی موجودہ زبوں حالی	۵۳
اس زبوں حالی کے اسباب کا اجمالی جائزہ	۵۵
اسلام کی تبلیغ و تفہیم میں عقائد سے زیادہ اہم معاملات و اخلاق ہیں	۶۰
جب تک امت مسلمہ خیر امت کے معیار پر نہیں پہنچائی جائیگی انسانیت خسران سے نہیں بچ سکتی	۶۶
علماء کی خصوصی ذمہ داری اور ان کا امتیازی مقام	۶۹
مقصد و طریق کا فرق ملحوظ رکھنا ضروری ہے	۶۹
ہمارے دینی کام بھی انبیائی روح سے محروم ہیں۔	۷۲

Marfat.com

مضمون	صفحہ
اچھے اچھے علماء بھی دنیا پرستانہ دعوتوں سے مرعوب ہیں۔	۷۲
دینی مدارس میں "قال" سے بڑھ کر "حال" کی تربیت ضروری ہے۔	۷۴
قرآن محض کتاب ہدایت نہیں بلکہ نظام ہدایت ہے	۷۵
سورۂ والعصر میں اس کی خاص تعبیر	۷۶
معروف و منکر کے قرآنی نظام کے پنجگانہ اجزا	۷۷
(۱) ایک مستقل امت دعوت کی ضرورت	۷۷
(۲) سارے افراد میں دینی خیر طلبی کے عملی ظہور کی ضرورت۔	۸۱
(۳) جو جتنا قریب ہے اس کے اصلاح کی اتنی ہی ذمہ داری۔	۸۵
(۴) خیر امت بن کر پوری انسانیت کا فریضہ	۹۵
پھر خلافت ارضی پا کر حکومت کو شریعت کی خدمت کا ذریعہ بنائے رکھنا۔	۹۵
نظام امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر امت کی پرکھ۔	۹۷
علماء و خواص کی زبوں حالی	۹۷
عوام کے دینی شعور کی تباہی۔	۱۰۱
اعزا و اقربا سے اغماض۔	۱۰۵
صحت روحانی کی فکر نہ رہی!	۱۰۸
ہماری جدید درسگاہیں ایمانی قتل گاہیں ہیں	۱۰۹
منکرات کا سرچشمہ جدید تعلیم ہی ہے	۱۱۳
مخلوط تعلیم خود دنیوی نظر سے بھی تباہ کن ہے	۱۱۵
علم کا مقصد اولین خود اپنی ذات کی معرفت ہے	۱۱۶
نئی تعلیم کا حشر نئی دنیا والوں کی زبانی۔	۱۱۷
جدید تعلیم کا دھارا سیاسی قومی اسلام کی طرف	۱۲۵
قدیم مدرسی نصاب میں مناسب جدید تبدیلی کے ساتھ مثالی درسگاہ کے قیام کی ضرورت	۱۲۵
ساتھ ہی عمومی امر و نہی کی اہمیت	۱۲۷
غیر تعلیم یافتہ نسلی مسلمانوں میں دعوت خیر کی ضرورت۔	۱۲۸
اصلاح کی فوری تدبیر	۱۲۹
کچھ مزید و مکرر	۱۳۴
انبیائی کام کی ذمہ داری اب علمائے امت پر ہے۔	۱۳۲

Marfat.com

مضمون	صفحہ
معروف و منکر کے امر و نہی کا چرچا بھی ہو اور معروف کی قدر اور منکر کی تحقیر بھی پیدا کی جائے۔	۱۳۴
"تغیرِ منکر" والی سنت کی تلقین و تاکید	۱۳۹
علماء و مشائخ کی ذمہ داری	۱۴۵
مخلص مشائخ کی معروف و منکر کے امر و نہی سے غفلت کا سبب	۱۴۶
اہلِ مدرسہ علماء پر طلبا کی تربیتی ذمہ داری کا فریضہ۔	۱۴۸
دین کی سیدھی اور روشن راہ	۱۴۸
اجتماعیت کے جدید شکنجوں کی ہلاکت سامانی	۱۵۱
اشتمالیت و اشتراکیت کی فریب کاری	۱۵۳
انبیائی دعوت میں جماعت بندیوں اور ان کے مفاسد کا علاج	۱۵۴
وقتی تدابیر اختیار کرنے کی گنجائش و صورت	۱۵۵
فرنگی ہر راہ میں شر ہی پیش پیش ہے۔	۱۵۶
میکانی تمدن کی ترقی جسم و جان کیلئے بھی تو آفت ہی بنتی چلی جارہی ہے۔	۱۵۷
بے دینی قالب میں دینی مقاصد کی روح کو باقی رکھنے کی کوشش بے سود ہے۔	۱۵۸
اسلام کا مقصد بھی ہے اور حصول مقصد کے وسائل بھی بتا دیئے گئے ہیں۔	۱۵۸
ہماری شرمناک صورت قرآنی آئینہ میں	۱۶۲
ایمانی صحت کی ذرا بھی فکر نہیں۔	۱۶۵
علماء و خواص کا ایمان تک انفعالی ہو کر رہ گیا ہے۔	۱۶۷
بہت سے منکرات کو ہم معمولی اور ناقابل توجہ سمجھتے ہیں۔	۱۶۸
جمال پسندی کا فطری جذبہ دین ہی کے معاملہ میں سرد پڑجاتا ہے۔	۱۶۹
خدا کی رحمانیت کا غلط تصور بھی صراطِ مستقیم سے ہٹائے ہوئے ہے	۱۷۱
ہر گناہ ایک بیماری ہے اور غفلت اس کو مہلک بنا دیتی ہے۔	۱۷۲
صحابۂ کرامؓ میں چھوٹی چھوٹی باتوں کی نگہداشت۔	۱۷۵

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
خیر القرون کے بعد بھی مدت تک امر و نہی کا اہتمام رہا۔	۱۷۶	ہماری پہلی حیلہ بازی	۲۰۸
		دوسری عذر تراشی	۲۱۰
ایک خصوصی معاشری اصلاح جسکی کوشش عام ہونی چاہیے۔	۱۷۹	تیسرا بہانہ	۲۱۲
		چوتھی شکایت	۲۱۲
حکیم الامتؒ کی امتیازی شان اصلاح	۱۸۲	ان حیلہ جوئیوں کی وجہ	۲۱۳
اصلاح ذات البین کی قرآنی و حدیثی اثاث۔	۱۸۴	اعمال کا کیا ذکر جبکہ توحید کے لالے پڑے ہیں۔	۲۱۴
آج کل اس اصلاحی کوشش میں دقت	۱۸۷	علاج بھی ایک ہی!	۲۱۸
موجودہ صورتِ حال کی ذمہ داری علماء و مشائخ کی مداہنت پر ہے۔	۱۸۸	ضرورت باتوں کی نہیں عمل کی ہے۔	۲۲۵
		ایک مستحکم مثالی معاشرہ پیدا کر دکھانے کی ضرورت	۲۲۹
موجودہ مصلح علماء و مشائخ کی فروگذاشت	۱۸۹		
توحید الٰہ پر زور دینے کی ضرورت۔	۱۹۰	ہندوستانی مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ	۲۳۰
ساتھ ہی "یقینِ آخرت" کی تخلیق کی ضرورت۔	۱۹۱	پاکستانی مسلمانوں کی مقصد سے غفلت۔	۲۳۲
غیبی ایمان میں شہادتی یقین عملِ صالح ہی سے پیدا ہوتا ہے۔	۱۹۱	علمائے اسلام کا فریضہ	۲۳۳
		جمعیۃ العلماء سے اپیل	۲۳۴
اہم کام معروف و منکر کے امر و نہی کے شعور کی بیداری ہے۔	۲۰۶	جماعت اسلامی کی اُلٹی منطق	۲۳۵
		اس کا ایک وقتی فائدہ	۲۳۶

Marfat.com

مضمون	صفحہ
اسلام کی راہ پر چلنے والی جماعت "تبلیغی جماعت" ہے۔	۲۳۷
اس جماعت میں ایک بڑی کمی۔	۲۳۸
"تبلیغی جماعت" جیسی ہی جماعت سے اسلامی حکومت پیدا ہوگی۔	۲۴۱
ایک اور گمنام اصلاحی جماعت	۲۴۶
اس جماعت کی ایک خاص غفلت۔	۲۴۸
اس کے خدمتگاروں میں ایک بڑی کمی۔	۲۴۸
دونوں جماعتوں میں اتحاد کی ضرورت	۲۴۹
احتیاط کے ساتھ عصری مطالبات کا حق ادا کریں۔	۲۵۱
نظامِ دعوت و تبلیغ مدوّن ہونا چاہیے	۲۵۱
ایک اور بات	۲۵۶
علمی اشارات	۲۶۰ تا ۲۸۷

Marfat.com

مُقدّمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمان کیا کریں؟

مسلمان اپنے مسلمان ہونے کا مطلب کچھ سمجھیں تو یہ سوال حیرت ناک وعبرتناک ہی نہیں انتہائی شرمناک بھی ہے! اسلام کے حق میں خود سراپا رسوائی راقم نابکار اپنے بھائیوں کی جن باتوں کو دیکھ سُن اور پڑھ کر کُڑھتا ہے، ان میں اس سوال وبحث کا نمبر شاید سب سے بڑھ گیا۔ جب تک ہمارے بعض اخبارات و رسائل میں اس کا چرچا رہا جب کہیں نظر پڑ جاتی دل ودماغ پر تازہ بم پھٹتا۔

غضب خدا کا جس اسلام پر ہم کو ایمان کا دعویٰ ہے اور جس کا دعویٰ یہ ہے کہ "دین" و "نعمت" ہر جہت سے کامل ومکمل فرما کر رہتی دنیا تک انسان کی صلاح وفلاح کے لئے اپنی رضامندی کو بالکلیہ خدا نے اس کے ساتھ وابستہ فرما دیا ہے، وہ معاذاللہ چودہ سو سال کے اندر ہی ایسا فرسودہ وناکارہ نکل گیا کہ خود اس کے نام لیوا ہر جو اس پوچھتے پھریں کہ مسلمان کیا کریں؟ اور جواب کے لئے اپنوں ہی نہیں پرایوں تک کا منھ تکتے پھریں کاش زمین پھٹ جاتی اور اسلام اور اس کے خدا ورسول کو رسوا کرنے والے ہم مسلمان اس میں دھنس جاتے۔

پھر جب سوال یہ ہے کہ مسلمان کیا کریں؟ تو اس کا مطلب اس کے سوا کیا لیا جا سکتا ہے کہ مسلمان مسلمان رہ کر یا اپنی اسلامیت کے انفرادی واجتماعی

Marfat.com

تقاضوں اور مطالبوں کے تحت رہتے ہوئے ان کو پورا کرنے کیلئے کیا کریں؟ اس لئے اس کا کوئی ایسا جواب کسی طرح جائز ودرست ہی کیسے ہوگا جس میں سب سے مقدم مسلمانوں کی "اسلامیت" یا ان کی فکری وعملی انفرادیت اور اس کی خصوصیات و شعائر کی ضمانت نہ دی گئی ہو۔

دین کی اصلی وحقیقی منزلِ مقصود اگرچہ "یوم دین" یا آخرت کی "خیر وابقیٰ" ابدی فلاح ہے، لیکن اس کی تربیت گاہ یا امتحانی راستہ دنیا اور اس کی زندگی کا موجودہ عبوری دور ہی ہے۔ لازماً سارے دینی افکار واعمال اس عبوری دور ہی میں کام لانے یا برتنے کے ہیں۔ لہٰذا دینِ اسلام میں اصولاً نہ تو دنیا سے فرار کی گنجائش ہی نہ اس کی تعلیمات واحکام ایسے ہو سکتے ہیں کہ دنیا میں ان پر عمل تکلیف مالایطاق کی حد تک دشوار ہو یا اس عمل کے نتیجہ میں دنیا کی زندگی ہی ان پر وبال ہو جائے۔ ایسا دین نہ کامل کہا جا سکتا ہے نہ نعمت، کامل ونعمت تو جب ہی ہوگا کہ اسکے اوامر ونواہی پر عمل یومِ دین یا آخرت کے راستے دنیا کو بھی زندگی کے ہر دوسرے راستے یا طریقے سے زیادہ امن وامان عافیت وسلامتی کا راستہ انفرادی واجتماعی قومی وبین اقوامی ہر اعتبار سے بنا دے۔ البتہ راستہ کے معنی ہی یہ ہیں کہ ایک طرف کچھ نہ کچھ مسافرانہ دشواریوں سے دوچار ہونا پڑے گا اور دوسری طرف اس کو تمام تر راستہ سمجھ کر اور منزل کے تابع بنا کر ہی اس پر چلنا چلانا ہوگا۔ حتیٰ کہ راستہ کی ایسی مصروفیتوں اور دلچسپیوں سے بھی بچنا بچانا ہوگا، جن میں منزل کا کوئی کھوٹا ہوتا ہو۔

اب پہلے اسلام کے بنیادی فکری مطالبات کو لیں۔ ان کا جامع ومانع

Marfat.com

کل چار لفظوں کا ایک ہی ایجازی واعجازی جملہ "لا الٰہ الا اللہ" کا مشہور و معروف کلمہ ہے۔ الٰہ عربی میں اسی کو کہتے ہیں جس کو ہندی دیوی دیوتا اور جس کو انسان اپنی زندگی کے چھوٹے بڑے کسی نہ کسی دائرہ میں کسی نہ کسی حد تک اپنے بناؤ بگاڑ یا نفع وضرر میں غیبی طور پر دخیل و متصرف مانتا ہے۔ پھر لازماً اسی بنا پر اس کے آگے جھکتا اور ہاتھ پھیلاتا۔ یعنی اس سے عبادت و استعانت کا تعلق پیدا کرتا ہے۔ یہ الٰہ یا دیوی دیوتا عرب و عجم ہندوستان و یونان کہیں کی دیومالا کے بھی ہوں، ان کے تصرف کی بڑی نمایاں امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی کارفرمائیوں کو عالم شہادت کے ظاہری و مادی اسباب کے پس پشت ان کے غیبی ارادہ و مشیت پر مبنی یقین کیا جاتا ہے۔

اسلام کے دعوتی کلمہ کا بنیادی مطالبہ اس کے برخلاف یہ ہے کہ شہادت و غیب کی پوری کائنات میں ایسی ارادہ و مشیت والی متصرف غیبی ذات ایک اور صرف ایک اللہ کی ہے۔ یہ مشیت ایسی ہمہ جہتی و ہمہ گیر ہے کہ اس کے چاہے بغیر کوئی مادی و غیر مادی جاندار و بے جان، حتیٰ کہ بظاہر انسان جیسی بااختیار مخلوق تک بذات خود اپنی کسی مستقل قوت و خاصیت یا ارادہ و مشیت سے نہ ذرہ بھر کوئی حرکت کرتی ہے نہ کسی فعل و اثر یا نفع وضرر کا سبب یا اس کی حقیقی علت ہوتی ہے جب نفع وضرر کی مستقل بالذات مالک و متصرف ایک ہی ذات ٹھہری، تو آپ سے آپ عبادت و استعانت کا تعلق بھی صرف اسی ذات سے جائز و درست رہ جاتا ہے۔ اس لئے کتاب اسلام کے چند سطری دیباچہ ہی میں ——— جو در اصل کتاب کے سارے مضامین کا نچوڑ ہے ——— ہم سے سب سے پہلا اقرار یا حلف وفاداری یہی لیا گیا کہ

Marfat.com

ہم صرف اور صرف تیرے ہی آگے جھکیں گے اور تیرے ہی آگے ہاتھ پھیلائیں گے۔ یعنی تیرے سوا نہ کسی کی عبادت واطاعت کریں گے اور نہ کسی کو حقیقی طور پر صاحب اقتدار واختیار معین ومددگار جان کر اس کے آگے سوال کا ہاتھ پھیلائیں گے۔ ایاك نعبد وایاك نستعین۔ یہ وہ حلف وفاداری ہے جس کو دن رات نمازوں میں بار بار دہراتے رہنا ہر مسلمان پر فرض کر دیا گیا ہے۔

انسان کا ایک ہی حقیقی مسئلہ

درحقیقت نفع وضرر کے حقیقی سبب وعلت کو جان اور پا لینا ہے۔ کیونکہ انسان کی پوری زندگی کا پنڈلم یا رقاص صرف ان ہی دو نقطوں کے درمیان رقص کرتا ہے ہماری زندگی کی ہر نقل وحرکت یا تو کسی نہ کسی ضرر سے بچنے کے لئے ہوتی ہے یا کسی نہ کسی نفع کو پانے کے لئے۔ عالم شہادت کے لامذہب یا مادہ پرست چونکہ ہر فعل واثر کو کسی نہ کسی طبعی یا مادی سبب وعلت کا مسبب ومعلول سمجھ بیٹھے ہیں، اس لئے وہ اپنا سارا زور، مادی وطبعی اسباب وعلل کی دریافت اور ان ہی کو معبود ومستعان بنانے میں لگا دیتے ہیں۔ دوسری طرف عالم غیب یا غیر مادی وروحانی طاقتوں کو ماننے والے مذہبی مشرکین جاندار وبے جان مظاہر فطرت آگ، پانی، سورج، ستاروں، جانوروں، تک کے غیبی تصرفات کا دھوکا کھا کر ان کی پوجا پاٹ میں لگ گئے یا پھر فرشتوں اور فرشتہ صفت انسانوں انبیاء واولیا وغیرہ خدا کے خاص ومقبول بندوں کو خدا اور خدائی طاقتوں کا مظہر ونمائندہ بلکہ عین خدا یا اوتار قرار دے کر ان کے بتوں تک کی پرستش اختیار کرلی۔

اسلام اپنے چار لفظی دعوئی کلمہ ہی کی رو سے، جس دینِ توحید کا داعی و

Marfat.com

مدعی ہے، مذہب اور لامذہبی کے تمام ایسے اصناف شرک کی یک قلم نفی و انکار کرتا ہے، جن میں اصل خالقِ کائنات خدا کے سوا کسی بھی مادی و غیر مادی یا روحانی مخلوق کو کسی دائرہ و درجہ میں بھی بذات خود فاعل و موثر، بہ الفاظ دیگر کسی فعل واثر یا نفع وضرر کا مالک و مختار جانا اور مانا ہے بلکہ اسلام کا اپنے ہی متعلق نہیں، بلکہ تمام سچے دینوں اور ان کے سچے داعیوں کے متعلق یہی دعویٰ ہے کہ ان کی دعوت بھی لا الٰہ الا اللہ ہی تھی۔ سورۂ اعراف و ہود میں مختلف انبیا کی زبانوں سے بار بار اسی دعوت و دعوے کو ان کی قوم کے سامنے دہرایا گیا ہے کہ یا قوم اعبدو اللہ مالکم من الٰہ غیرہ یعنی اللہ کے سوا قطعاً کوئی دوسرا الٰہ نہیں، جو تمہاری عبادت یا بندگی و فرمانبرداری کا حقدار و سزاوار ہو۔ لہذا اسی اور صرف اسی کی پوجا یا پرستش کرو۔

بہت بڑی غلطی اور غلط فہمی خود مسلمانوں بلکہ ان کے بہتیرے علما تک کو یہ دیکھی کہ اسلام کی اصل توحیدی دعوت خدا یا اللہ کے واحد ہونے کو جانتے ہیں حالانکہ خدا و خالق تو تمام دنیا بلکہ خود عرب کے مشرک تک ایک ہی اور صرف اللہ ہی جانتے اور مانتے تھے۔ من خلق السمٰوٰت والارض لیقولن اللہ۔ شرک تو سارا کا سارا "توحید الٰہ" یعنی صرف ایک اللہ کی اُلوہیت یا اس کے بلا شرکت غیرے "الٰہ واحد" ماننے میں تھا۔ اس لئے اس حقیقت کو بار بار ہر عنوان سے دہرایا گیا ہے کہ تمہارا الٰہ ایک ہی الٰہ ہے (الٰھکم الٰہ واحد) اور اس ایک ہی الٰہ کے سوا کوئی قطعاً دوسرا الٰہ نہیں (وما من الٰہ الا الٰہ واحد) صرف اللہ ہی ایک الٰہ ہے۔ اور وہی آسمان میں بھی الٰہ ہے اور زمین میں بھی وہی الٰہ ہے۔ وھو الذی فی السماء الٰہ و فی الارض الٰہ۔ ایسا نہیں ہے کہ زمین و

Marfat.com

آسمان کو پیدا کرکے خود کو معطل کر لیا ہو۔ اللہ ہی ہے نہ کہ کوئی دوسرا الٰہ مگر وہی اللہ لا الٰہ الا ھو ـــ یقیناً میرے سوا کوئی الٰہ نہیں پس مجھی سے ڈرو۔ انہ لا الٰہ الا انا فاتقون ـــ خوب جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا الٰہ ہرگز نہیں، فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ ـــ اللہ کے ساتھ کسی اور کو الٰہ نہ بناؤ ولا تجعل مع اللہ الٰھا اخر ـــ اسی طرح کی اور بھی بہت سی آیات میں بار بار اس پر زور دیا گیا ہے کہ اسلام کا اصل مطالبہ اللہ کے ایک یا واحد ہونے کا نہیں بلکہ صرف اسی کے الٰہ یا "الٰہ واحد" ہونے کا ہے۔

اور صرف اسی ایک کے الٰہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نفع و ضرر پر مبنی بندگی و فرمانبرداری کا تعلق صرف ایک سے رکھا جائے چنانچہ توحید الٰہ کی ایسی ہی آیتوں کے ساتھ ہی ساتھ جا بجا اس کی صراحت بھی ہے کہ "بیشک" میں اللہ ہی ہوں کہ سوا میرے کوئی دوسرا الٰہ نہیں، بس عبادت بھی میری ہی کرو۔ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون ـــ حضرت موسیٰؑ کو جب نبی بنائے جانے کی اطلاع فرمائی جاتی ہے تو خصوصی توجہ کے ساتھ سننے اور یاد رکھنے کی مقدم ترین وحی یہی فرمائی جاتی ہے کہ بیشک و بے شبہ میں ہی تنہا وہ اللہ ہوں کہ میرے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں۔ لہٰذا بندگی و تابعداری بھی صرف میری ہی کرو۔ وانا اخترتک فاستمع لما یوحی اننی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی۔

دوسری طرف طبعاً و عقلاً ہر طرح ظاہر ہے کہ بندگی و تابعداری یا عبادت و طاعت کا واحد حقیقی حقدار وہی ہوگا جس کے ہاتھ میں حقیقۃً ہر طرح کا نفع و ضرر ہو۔ ہر غیر اللہ سے کاٹ کر صرف اللہ کے ساتھ انسان کو جوڑنے والے موحد

Marfat.com

حنیف ابوالانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے انسان کو اس کی انسانیت پر تھوکنے والی انتہائی ذلت و رسوائی کا سزاوار اسی بدولت ٹھہرایا گیا ہے کہ "کیا تم خدا کو چھوڑ کر ایسوں کی بندگی پر اتراتے ہو جو نہ تم کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر، تھو ہے تم پر اور ان پر بھی جن کی تم بندگی کرتے ہو کہ اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے۔" افتعبدون من دون اللہ ما لاینفعکم ولا یضرکم اف لکم ولما تعبدون افلا تعقلون۔"

سورۂ نمل کے قریباً پورے پانچویں رکوع میں نفع و ضرر کی مختلف چیزوں کی طرف توجہ دلا کر بار بار اس طرح چیلنج دیا گیا ہے کہ دیکھو

أمّن خلق السمٰوٰت والارض	"جس ذات نے سارے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا
وانزل لکم من السماءِ ماءً	اور آسمانوں سے پانی برسایا جس سے ہرے بھرے باغ
فانبتنا بہ حدائق ذات بہجۃ	اگائے ورنہ تم ان باغوں کو ہرگز نہ اگا پاتے تو بھلا بتاؤ
ما کان لکم ان تنبتوا شجرھا	کہ ایسے اللہ کے ساتھ (اس کا شریک) کوئی دوسرا
ءالٰہ مع اللہ بل ھم قوم	الٰہ ہو سکتا ہے پھر بھی (یہ مشرک) دوسروں کو اللہ کے
یعدلون ۰ امّن جعل الارض	برابر ٹھہراتے ہیں اس طرح جس ذات نے زمین کو مخلوق
قرارا وجعل خلالھا انھارا	کیلئے قرارگاہ بنایا اس کے درمیان دریا نکالے
وجعل لھا رواسی وجعل بین	اور اس کے جماؤ کیلئے پہاڑ بنائے اور سمندروں کے بیچ
البحرین حاجزا ءالٰہ مع اللہ	میں حدِ فاصل بنائی کیا ایسے اللہ کے ساتھ کوئی اور
بل اکثرھم لا یعلمون ۰ امّن	الٰہ ہو سکتا ہے۔ مگر یہ شرک کرنے والے اکثر اتنے
یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف	نادان ہیں کہ ایسی کھلی بات بھی نہیں جانتے۔ اعلیٰ ہذا

Marfat.com

جب کوئی مصیبت زدہ بیقرار ہوکر اسکو پکارتا ہے اور
وہ اس کی مصیبت کو دور فرمادیتا ہے (اس سب سے
بڑھ کر یہ کہ) تم خود انسانوں کو اس زمین پر (بہت کچھ
تصرف و اختیار عطا فرماکر) اپنا نائب یا جانشین بنا
رکھا ہے۔ کیا ایسے اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا الٰہ
ہوسکتا ہے؟ مگر تم اس (احسان وحقیقت) کو بھی
بہت کم یاد رکھتے ہو اچھا اور بتاؤ جو ذات تم کو
خشکی و سمندر کی تاریکیوں میں راستہ دکھاتی ہے اور جو
ہواؤں (یا مانسونوں) کو اپنی رحمت (بارش) کی
خوشخبری سنانے کو بھیجتی ہے کیا ایسے اللہ کے ساتھ
کوئی دوسرا (اس کا شریک وسہیم) الٰہ ہوسکتا ہے
ایسے اللہ تعالیٰ کی شان شریکوں یا ساجھیوں سے
بہت برتر ہے یا وہ ذات جو مخلوق کو پہلے پہل پیدا کرتی اور
پھر ویسی ہی برابر پیدا کرتی رہتی ہے اور جو تم کو آسمان و زمین سے
رزق عطا کرتی ہے کیا ایسے اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا
الٰہ مانا جاسکتا ہے ایسی ایسی شہادتوں اور دلیلوں کے
مقابلے تم اللہ کے سوا دوسروں کو الٰہ بنانے کی کوئی
دلیل رکھتے ہو تو پیش کرو اگر تم سچے ہو۔

السوء ويجعلكم خلفاء الارض
ءاله مع الله قليلا ما تذكرون
امن يهديكم في ظلمات البر
والبحر ومن يرسل الرياح
بشرا بين يدي رحمته ءاله
مع الله تعالى الله عما يشركون
امن يبدؤا الخلق ثم يعيده
ومن يرزقكم من السماء
والارض ءاله مع الله
قل هاتوا برهانكم ان كنتم
صادقين۔

آگے اس سے بڑھ کر نیز تحدی سورۂ واقعہ میں پڑھ لیں کہ:۔

Marfat.com

۰ بتاؤ جو کچھ تم بوتے ہو اس کو اگاتے تم ہو یا ہم ہیں — افرءیتم ما تحرثون ۰ ءانتم تزرعونہ
اگانے والے! اگر ہم چاہیں تو ساری پیداوار کو — ام نحن الزارعون ۰ لو نشاء
چور چور کر کے رکھ دیں، جس کے بعد تم ایسی باتیں — لجعلنٰہ حطاما فظلتم تفکہون ۰
بناتے رہ جاؤ کہ ہم تو نرا گھاٹے ہی میں پڑ گئے — انا لمغرمون ۰ بل نحن محرومون ۰
تو پونجی تک کھو بیٹھے۔ اور بتاؤ کہ جو پانی تم پیتے ہو — افرءیتم الماء الذی تشربون ۰
اس کو بادلوں سے تم اتارتے ہو یا ہم ہیں اتارنے — ءانتم انزلتموہ من المزن ام
والے! اگر ہم چاہیں اس کو کڑوا کر چھوڑ دیں، اس پر — نحن المنزلون ۰ لو نشاء جعلنٰہ
بھی شکر کیوں نہیں کرتے۔ اسی طرح دیکھو کہ جس — اجاجا فلولا تشکرون ۰ افرءیتم
آگ کو تم سلگاتے ہو اس (کی لکڑی) کا درخت — النار التی تورون ۰ ءانتم انشاتم
تم نے پیدا کیا یا ہم ہیں پیدا کرنے والے۔ — شجرتھا ام نحن المنشئون ۰

اور بھی جا بجا کثرت سے مختلف تکوینی یا طبعی مظاہر و آثار کو بالذات اللہ تعالیٰ ہی کے علم و ارادہ کا مخلوق و مجعول قرار دے کر اسی بنا پر غیر اللہ کے الٰہ یا شریک ہونے کی شد و مد سے نفی فرمائی گئی ہے:

تمہارا رب ہی پیدا کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے اور — وربک یخلق ما یشاء ویختار
پسند کرتا ہے دوسروں کو (جن کو تم نے اللہ کا — ما کان لھم الخیرۃ ۰ سبحان
شریک بنا رکھا ہے) کوئی اختیار حاصل نہیں۔ اللہ — اللہ وتعالیٰ عما یشرکون ۰
تعالیٰ اس شرک سے پاک و برتر ہے اور تمہارا رب — وربک یعلم ما تکن صدورھم
وہ سب کچھ جانتا ہے جو یہ اپنے سینوں میں چھپاتے — وما یعلنون ۰ وھو اللہ
ہیں اور جو کچھ (اپنی زبانوں یا افعال و حرکات سے) — لا الٰہ الا ھو لہ الحمد

Marfat.com

ظاہر کرتے ہیں۔ اور وہ فقط اللہ ہی ہے کہ جس کے سوا	فی الاولیٰ والاخرۃ ولہ الحکم
کوئی الٰہ نہیں (لازماً) حمد و ستائش بھی ازاول تا آخر	والیہ ترجعون ○ (قصص)
فقط اسی کا حق ہے اور اسی کا حق فرمانروائی	
بھی ہے اور بالآخر تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔	

آگے اس اللہ کی بلا شرکت غیرے "الٰہیت" کے ثبوت و شہادت ہی میں حضور کو حکم ہے کہ ان کو چیلنج دے کر پوچھو کہ :۔

اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت تک رات ہی رات مسلط	قل ارءیتم ان جعل اللہ علیکم
رکھے تو اس کے سوا کون دوسرا الٰہ ہے جو تمہارے	اللیل سرمدا الی یوم القیامۃ
لئے دن کی روشنی لا سکے! کیا تم (توحید الٰہ کی ایسی	من الٰہ غیر اللہ یاتیکم بضیاء
واضح نشانیوں کو بھی) نہیں سنتے سمجھتے۔ اسی طرح ان سے	افلا تسمعون ○ قل ارءیتم
پوچھو کہ اگر اللہ تم پر قیامت تک دن ہی دن مسلط	ان جعل اللہ علیکم النہار
رہنے دے تو اس کے سوا کون دوسرا الٰہ ہے	سرمدا الی یوم القیامۃ من الٰہ
جو تمہارے لئے رات لا سکے، جس میں تم آرام لو، کیا	غیر اللہ یاتیکم بلیل تسکنون
تم یہ سب دیکھتے سمجھتے نہیں! لہٰذا یہ اس کی رحمت	فیہ افلا تبصرون ○ ومن
ہی تو ہے کہ اس نے (صرف رات یا دن کے بجائے)	رحمتہ جعل لکم اللیل والنہار
رات اور دن دونوں بنائے کہ رات میں آرام اور دن میں	لتسکنوا فیہ ولتبتغوا من
روزی روزگار کے کام دھندوں میں لگو اور ایسی	فضلہ ولعلکم تشکرون ○
ایسی بیشمار نعمتوں پر اللہ کا شکر بجا لاؤ۔	(قصص ع ۷)

غرض اسلام کا خدا نہ فلسفیوں کا خدا ہے جس نے زمین آسمان کی کائنات اور

Marfat.com

انسان کی پیدائش کے ساتھ ساتھ ان کو کچھ پیدائشی یا طبعی خواص و اختیار دے کر مطلق العنان چھوڑ دیا اور خود دیٹائر یا معطل ہو کر رہ گیا ہے۔ نہ وہ مشرکوں کا خدا ہے جس نے کائنات کے کارخانے کو چلانے کے لئے کچھ مختار قسم کے ایجنٹ یا کارکن مختلف الٰہوں یا دیبی دیوتاؤں کی صورت میں مقرر کر رکھے ہیں۔ نہ وہ اپنے علم و قدرت میں معاذ اللہ ایسا محدود و عاجز ہے کہ کبھی تھک اور سو جاتا ہو اور بذات خود اپنی مخلوقات کی نگرانی و خبر گیری سے قاصر ہو۔ اس کے برخلاف اسلام کے تین کلمۂ دعوت لا الٰہ الا اللہ ہی کے معنی یہ ہیں کہ اسلام کا "اللہ" محض خالق نہیں بلکہ اپنے علم و قدرت ارادہ و مشیت تمام صفات و کمالات میں ایسا نامحدود و ہمہ گیر ہے کہ وہ خود ہی براہ راست اپنی تمام زمین و آسمان کی مخلوقات کا رب و قیوم بھی ہے[1]۔ یعنی جاندار و بے جان تمام موجودات کو اس نے وجود صرف بخشا ہی نہیں، بلکہ اس وجود کا مسلسل بقا و قیام بھی تمام تر اللہ کی قیومیت و مشیت سے ہے نیز وہی براہ راست ان کا رب یا پروردگار و نگراں کار بھی ہے۔ یعنی مختلف موجودات کے جو مختلف افعال و آثار نظر آتے ہیں، یہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی ربوبیتی و پرورشی شان کے مظاہر ہیں جو زمین و آسمان کی ہر مخلوق کی ہر خصوصی خلقت کے سوال و طلب کے موافق اس کی تربیت و پرورش سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ یسئلہ من فی السمٰوٰت والارض کل یوم ھو فی شان فبای الاء ربکما تکذبٰن۔

---

[1] اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہ ما فی السمٰوٰت والارض۔

Marfat.com

بلکہ موجودات کی بے شمار گوناگوں رنگا رنگ کثرتیں حقیقت میں خالق عالم کی ہمہ وقتی وہمہ جہتی شانِ ربوبیت یا پروردگاری ہی کے کرشمے ہیں کہ ہر موجود کی صورت ونوعیت یا اقتضائے ذات کے مطابق اس کے افعال وآثار کا فیضان یا ان کی تربیتی تخلیق ہوتی رہتی ہے۔ اسی لئے "خالق العالمین" کے بجائے اپنا اولین تعارف "رب العالمین" سے فرمایا گیا۔ انسان کو اپنے اندر یا باہر انفس و آفاق میں ہر آن براہِ راست مشاہدہ اللہ تعالیٰ کے ربوبیتی یا پروردگارانہ صفات کمالات ہی کا ہوتا رہتا ہے۔ اسمِ ذات (اللہ) کے بعد سب سے زیادہ تکرار وتذکیر صفتِ "رب" ہی کی پوری کتابِ اسلام ہی میں ملتی ہے۔ باقی رحمانیت، رزاقیت وغیرہ بلکہ خالقیت تک سارے اسماء وصفات دراصل صفت رب ہی کے توابع ولوازم ہیں۔

انسان کا حقیقی نفع وضرر

ہر موجودہ مخلوق کا حقیقی نفع وضرر وہی ہے جو اس کے خلقی یا خصوصی کمال کے حق میں نفع وضرر کا باعث ہو۔ کتے کی تربیت یہ نہیں ہے کہ اس کو گھوڑا بنا دیا جائے بلکہ اس کے کلبی صفات ہی کو تربیت وترقی دے کر بہتر سے بہتر کتا بنایا جائے۔ انسان جو اس کا گل سرسبد اور اپنے خالق کا شاہکار بلکہ خود اس کی ذات وصفات خصوصاً اس کے علم وارادہ کا مظہرِ اتم یا زمین میں اس کا خلیفہ وجانشین ہے۔ سب سے زیادہ اسی کو شعوری طور پر رب العالمین کی عالمگیر ربوبیت سے متعارف اور اس کی طرف متوجہ کرنا تھا تاکہ وہ غیر اللہ کو اپنے نفع وضرر کا مالک اور لازماً الٰہ یا معبود ومقصود سمجھ کر اپنی خلقت کے بلند ترین مقام "احسن تقویم" سے گر کر

Marfat.com

اسفل سافلین کی حیوانی پستیوں میں نہ جا پڑے یا انسان ہو کر کووں اور چیلوں کی طرح فضا یا خلا میں اڑنے ہی کو اپنا اصل کمال نہ جاننے لگے۔

مسلمان ہونے کی حقیقت بھی صرف یہی ہے کہ انسان اپنے کو حیوان نہیں انسان سمجھ کر اپنی انسانیت کی تکمیل و تربیت کے لئے اس رب العالمین کی تربیتی ہدایات کے بے چون و چرا اپنے کو حوالہ کر دے، جس کی ربوبیت پروردگاری دن رات ادنیٰ سے ادنیٰ مخلوقات تک میں مشاہدہ کر رہا ہے یہی معنی ہیں لا الٰہ الا اللہ کے عہد و اقرار کے کہ اللہ کے سوا کسی غیر کو دین و دنیا کے کسی چھوٹے بڑے نفع و ضرر کے معاملہ میں الٰہ و معبود یا رب نہ ٹھہرایا جائے یہی اسلام کی "صراط مستقیم" یا عین اسلام ہے۔ ان اللہ ربی و ربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم۔

غرض انسان کا واحد مسئلہ اس کے حقیقی انسانی نفع و ضرر کا مسئلہ ہے اور اسلام کی توحید چھوٹے بڑے انفرادی و اجتماعی ہر نفع و ضرر کا واحد مالک و متصرف بلا شرکت غیرے صرف اللہ تعالیٰ ہی کو جاننا اور ماننا اور عملاً صرف اسی سے عبادت و استعانت کا تعلق رکھنا ہے، اور یہی ہر شک و شبہ سے ماورا اسلام کا دین اور اس کی دینی دعوت ہے، سورۂ یونس کے آخر میں کس شد و مد کے ساتھ خود نبی الاسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کے اعلان کا حکم ہے:۔

قل یا ایھا الناس ان کنتم	"کہدو کہ اے لوگو اگر تم کو میرے دین (کی حقیقت و
فی شک من دینی فلا اعبد	نوعیت) میں کچھ شک ہے تو (کان کھول کر سن لو)
الذین تعبدون من دون	کہ اللہ کو چھوڑ کر تم جن کی بندگی کرتے ہو میں نہیں کرتا

Marfat.com

میں تو صرف اس اللہ کی بندگی کرتا ہوں جس کے	الله ولكن اعبد الله الذي
ہاتھ میں تمہاری موت ہے (جو تمہاری زندگی کی ساری	يتوفّكم وامرت ان اكون
سرگرمیوں کا خاتمہ ہی کر دیتی ہے) اور مجھ کو یہ حکم دیا گیا	من المومنين ٥ وان اقم
کہ (اس توحیدی حقیقت پر) ایمان لانے والوں	وجهك للدين حنيفا ولا
میں سے ہوں اور اپنے کو اس دین کے اس طرح	تكونن من المشركين ٥
حوالہ کر دو کہ زندگی کے ہر دوسرے طریقے سے بالکل الگ	
ہو جاؤ اور شرک کرنے والوں میں ہرگز ہرگز نہ ہو۔	

اس شرک کی حقیقت ہے کیا؟ یہی کہ دین و دنیا کے کسی مطلب و مقصد کے لئے۔

"اور اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسے کو نہ پکارنا جو حقیقۃً	ولا تدع من دون الله
تم کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے نہ ضرر، پھر بھی اگر بفرض	ما لا ينفعك ولا يضرك
اس کھلے کھلے حکم و ہدایت کے) خلاف تم نے کیا تو	فان فعلت فانك اذا من
تم بھی (حق ناشناسوں یا) ظالموں میں شمار ہو گے۔	الظلمين ۔ (یونس ع ۱۱)

آگے پھر اس نفع و ضرر ہی کے معاملہ و مسئلہ کے متعلق کلی و قطعی اعلان ہے کہ:۔

اگر اللہ تم کو کوئی ضرر پہنچا دے تو اس کے سوا کوئی	وان يمسسك الله بضر فلا
دوسرا اس کو دور کرنے والا نہیں۔ اسی طرح اگر	كاشف له الا هو وان يردك
وہ تمہارے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ فرمالے تو	بخير فلا راد لفضله يصيب
اس کے اس فضل و کرم کو کوئی ٹالنے والا نہیں	به من يشاء من عباده وهو
وہ اپنے جس بندہ کو چاہتا ہے اپنے فضل سے	الغفور الرحيم ٥
نوازتا ہے وہ بڑی بخشش و رحمت والا ہے۔	(ایضاً)

Marfat.com

الغرض قیامت تک کے لئے اب تمام بنی آدم کو یہ بانگ دہل سنا دو کہ زندگی کی تمام دوسری مشرکانہ و باطل راہوں کے مقابلہ میں تمہاری آدمیت و انسانیت کی تربیت و تکمیل کے نفع و ضرر کے لحاظ سے توحید اللہ کی جو واحد راہِ حق تھی وہ خود تمہارے حقیقی مربی (رب) کی طرف سے آچکی۔ (قل یا ایها الناس قد جاء کم الحق من ربکم) بس اب اس کے بعد جو اس راہِ حق کو اختیار کرے گا وہ اپنے ہی نفع یا بھلائی کے لئے، اور جو بے راہ ہوگا وہ خود اپنی ہی برائی اور بربادی خریدے گا (فمن اهتدی فانما یهتدی لنفسه و من ضل فانما یضل علیها) رہا خود اپنی ذات کا معاملہ تو کہدیں کہ اس واشگاف اعلانِ حق کے سوا مجھ پر اس کی ذمہ داری مطلق نہیں کہ تم اس کو قبول کرتے ہو یا نہیں (وما انا علیکم بوکیل) البتہ ساتھ ہی ساتھ یہ حکم مجھ کو ضرور ہے کہ بجائے خود اس کی پیروی پوری پوری کرتا رہوں جس کا وحی کے ذریعے مجھ کو امر کیا گیا ہو۔ اور صبر کے ساتھ اپنے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ ہی کے فیصلہ کا انتظار کرتا رہوں کہ وہی ہر معاملہ میں ہر طرح بہترین فیصلہ کرنے والا ہے (اتبع ما یوحی الیك واصبر حتی یحکم الله وهو خیر الحاکمین)

ہر ملک و ماحول کے مسلمانوں کے تمام انفرادی و اجتماعی مسائل و مشکلات کے حق میں سورۂ یونس کا یہ پورا آخری رکوع بجائے خود "خیر الحاکمین" کا کتنا خیر ہی خیر عملی فیصلہ ہے کہ بس ہر مسلمان اپنی اپنی جگہ اپنی اپنی صلاحیت و وسعت کی حد تک ایک طرف اپنوں پرایوں سب کو "دین حق" والی فکری و عملی زندگی کے اوامر و نواہی کی تعلیم و تفہیم کرتا ہے اور دوسری طرف مقدور بھر خود پورا

Marfat.com

پورا ان کا اتباع ۔ اس کے بعد نتائج کو "خیر الحاکمین" پر چھوڑ کر انجام کا صبر کے ساتھ انتظار کرتا رہے۔

مشہور آیت جو مدتوں مولویوں اور لیڈروں سب کی زبانوں پر بہت چڑھی رہی کہ "ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم" اس کا مطلب یہ ہے کہ "ما بقوم" یعنی کسی قوم کے قومی حالات میں محض ظاہری تبدیلیوں یا تدبیروں سے کوئی انقلاب نہیں پیدا فرماتا جب تک وہ خود اپنے "ما بانفس" یا اپنی نفسیت و ذہنیت میں باطنی و قلبی انقلاب نہ برپا کرلے اور اس اندرونی والنفسی انقلاب بغیر کسی قوم پر جو مصیبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے وہ نہ کسی اور تدبیر سے ٹالی جاسکتی ہے اور نہ خدا کے سوا کوئی دوسرا مدد کرسکتا ہے وان اراد اللہ بقوم سوءاً فلا مرد لہ وما لھم من دونہ من وال (رعد ۲)

مسلمانوں سے من حیث القوم بھی اسلام کی طرف سے جس بنیادی انقلاب کا مطالبہ ہے وہ سب سے مقدم "توحید الٰہ" کا یہی فکری و نظری انقلاب ہے کہ شخصی کی طرح دین و دنیا کے کسی چھوٹے بڑے قومی نفع وضرر یا بناؤ بگاڑ کے کسی معاملہ میں کسی غیر اللہ کو مالک و مددگار بالذات قطعاً نہ بنایا جائے۔ حد یہ کہ جنگ بدر میں ہر طرح کی ظاہری بے سروسامانیوں کے عالم میں پانچ ہزار خاص غیبی فرشتوں سے مدد فرمائی جاتی ہے تو ساتھ ہی ساتھ یہ تنبیہ بھی فرمادی جاتی ہے کہ فرشتوں سے تمہاری امداد کا یہ وعدہ محض تمہارے اطمینان قلب کیلئے ایک خوشخبری ہے ورنہ حقیقت میں تو بالذات مدد صرف زبردست قوت و حکمت والے اللہ ہی کی طرف سے ہے (وما النصر الا من عند اللہ

Marfat.com

العزیز الحکیم۔)

انسان کا سب سے بڑا نفع و ضرر شخصی و قومی سب ہی آخرت کی ابدی زندگی کا بناؤ بگاڑ ہے کہ وہی دنیا کی سفری و امتحان زندگی کی آخری منزل و نتیجہ اور انسانیت کی تکمیل کا مقام ہے۔ پھر انسانیت کی اس تکمیل کو ختم نبوت کے بعد اب آخری طور پر حضرت خاتم النبیین (صلی اللہ علیہم اجمعین) ہی پر ایمان کے ساتھ قیامت تک کے لئے وابستہ فرما دیا گیا ہے۔ اس لئے بالفاظ دیگر انسانیت کا سب سے بڑا نفع و ضرر رہتی دنیا تک براہِ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی نبوت و رسالت کی تصدیق و تکذیب میں منحصر ہو گیا ہے۔ پھر بھی خود آپ ہی کو اپنی زبان سے یہ دوٹوک اقرار فرمانے کا حکم ہے کہ "کہدو کہ میں تمہارے حق میں کسی برائی بھلائی کا قطعاً کوئی اختیار نہیں رکھتا" (قل انی لا املك لكم ضرا و لا رشدا) دوسروں کی بھلائی برائی کا اختیار کیا ہوتا، جب خود اپنی ذات خاص سے متعلق بھی اس علانیہ اقرار کا حکم دیا گیا کہ "کہہ دو میں خود اپنے حق میں بھی کسی نفع و ضرر یا سود و زیاں کا کوئی اختیار خدا کے چاہے بغیر بالکل نہیں رکھتا۔ (قل لا املك لنفسي نفعا و لا ضرا الا ما شاء الله) اور تو اور ایک طرف آپ ساری دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں، دوسری طرف اپنے محسن چچا کے معاملہ میں کیسی انتہائی بندگی و بے چارگی عجز و عبدیت کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے کہ جب ان کے آخری دم تک ایمان لانے کے لئے آپ تڑپتے رہتے ہیں تو آگاہی دی جاتی ہے کہ دیکھو محمدؐ تم جس کو چاہو ہدایت نہیں دے سکتے۔ یہ تو اللہ ہی کا کام ہے کہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ انك لا تهدی من احببت

Marfat.com

ولکن اللہ یھدی من یشاء۔

ایک اور بہت موٹی بات۔ جس کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کے اقرار وایمان سے آدمی کھڑے کھڑے ایک منٹ میں کافر ومشرک سے مومن وموحد بن جاتا ہے کیا وہ کوئی جادو کی چھڑی ہے کہ مردہ کے پیروں کی طرف سے اٹھا کر سر کی طرف رکھ دیا اور مردہ زندہ ہو گیا۔ اصل میں یہ اقرار ذہنی وقلبی ایسے عظیم انقلاب کے ایمان ویقین کا عہد واعلان ہے جس کے بعد نظر وفکر کی پوری دنیا الٹ جاتی ہے۔ یعنی ہم دن رات کھلی آنکھوں دیکھتے ہیں کہ زمین سے لے کر آسمان تک کی ساری موجودات جمادات ونباتات اور حیوانات سب ہی کچھ نہ کچھ بظاہر اپنے خاص خاص خواص اور افعال وآثار رکھتی ہیں۔ اور انسان کے لئے بواسطہ یا بلاواسطہ کم وبیش ان تمام افعال وآثار میں قریب وبعید کوئی نہ کوئی نفع وضرر کا پہلو ضرور ہوتا ہے لیکن الٰہ یا معبود کی توحید کے اس دعوٰی کلمہ کا مطلب ومطالبہ یہ ہے کہ کوئی موجود مخلوق بذات خود نہ کوئی خاصیت یا فعل واثر رکھتی ہے اور نہ لازماً اس کے ہاتھ میں کسی کا کوئی نفع وضرر ہے۔ اس لئے لا الٰہ الا اللہ یا لا معبود الا اللہ یعنی اللہ کے سوا ہر غیر اللہ کی "الہیت" ومعبودیت کی نفی کے معنی بالذات ہر غیر اللہ سے نفع وضرر کی نفی و انکار اور صرف ایک اللہ ہی کے لئے اس کے اثبات کے ہیں۔ بالفاظِ دیگر لا الٰہ الا اللہ کے عہد واقرار کا مطلب "لا نافع ولا ضارّ الا اللہ" ہے کہ اللہ کے سوا کوئی کسی طرح کا نفع وضرر نہیں پہنچا سکتا۔ توحید الٰہ کا یہی وہ عظیم وبنیادی ذہنی وفکری انقلاب کا پیغام ہے جس کی بنا پر مسلمان ہونے کیلئے

Marfat.com

اس کے لانے اور سنانے والے آخری پیغامبر یا رسول کے رسول ہونے "محمد رسول اللہ" پر ایمان لانے کو بھی کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا جز لاینفک بنا دیا گیا۔

تو اب اس کلمہ یا پیغام کو قبول کرنے یا مومن و مسلمان ہونے کے معنی یہی ٹھہرے کہ مختلف چیزوں سے مختلف قسم کے افعال و آثار اور ان سے انسان کے حق میں طرح طرح کے نفع و ضرر کو ظاہر ہوتے جو گویا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں وہ غلط ہے اور صحیح وہ ہے جو نہیں دیکھتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آگ جلاتی ہے، پانی آگ اور پیاس کو بجھاتا ہے، سانپ کے کاٹنے یا زہر سے آدمی مرتا ہے اور تریاق اس زہر یا ضرر کا توڑ کر کے موت سے بچا لیتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آدمی مر کر سڑ گل جاتا یا جل بھن کر راکھ ہو جاتا ہے مگر اس چشم دید واقعہ کو غلط جان کر ماننے کو ہم سے یہ کہا جاتا ہے کہ نہیں ہر مرنے والا پھر جلایا جاتا اور اس سے اس کے نیک و بد اعمال کا محاسبہ ہوتا ہے جس کے مطابق اس کو جزا و سزا ملتی ہے۔ جس کا مطلب یہی ہوا کہ ہمارے حواس و محسوسات کی اس دنیا یا عالم اسباب کے پیچھے ایک اور عالم غیب یا ان دیکھی حقیقی دنیا ہے جس کا یہ ہماری آنکھوں دیکھی دنیا محض ایک ظلی و ظاہری رُخ ہے۔ اور ہم سایہ پر حقیقت کا دھوکا کھا رہے ہیں۔ کچھ ایسا ہی دھوکا جو ہماری یہی آنکھیں ہزاروں لاکھوں سال دیتی رہیں کہ جس زمین پر ہم چلتے پھرتے ہیں وہ ساکن ہے اور چاند سورج جیسا کہ ہم ان کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں متحرک ہیں۔ دراں حالیکہ نفس الامری حقیقت بالکل برعکس نکلی۔ یعنی جس کو ہم ساکن دیکھتے ہیں وہ درحقیقت متحرک ہے اور جس کو ہم آنکھوں سے متحرک دیکھتے ہیں وہ اس کے مقابلہ میں ساکن۔

Marfat.com

اس سے بھی بڑا اور بہت بڑا دھوکا وہ ہے جو ہماری ہی آنکھیں اور حواس ہم کو دن رات دیتے رہتے ہیں کہ کائنات کی مختلف موجودات سے جو ہم مختلف افعال و آثار پیدا ہوتے دیکھتے ہیں، ان کو پیدا کرنے والی کوئی قوت یا خاصیت خود ان موجودات کے اندر ایسی پائی جاتی ہے جس سے غیر منفک و ناگزیر طور پر وہی افعال و آثار پیدا ہو سکتے ہیں جو ہوتے ہیں۔[1] اسلامی توحید کی رو سے یہ بھی سراسر فریب نظر ہی ہے۔ ورنہ اصل واقعہ و حقیقت یہ ہے کہ جس طرح سمٰوٰت و ارض کی ساری موجودات براہِ راست و بالذات صرف خدا کے "کن فیکون" ارادہ و مشیت کی مخلوق ہیں، اسی طرح ان کے سارے افعال و آثار اور ان سے وابستہ تمام منافع و مضار کو بھی بلا شرکت غیرے براہِ راست خود خدا ہی پیدا کرتا رہتا ہے۔ یوں ہمارے عوام و خواص سب ہی زبان سے اجمالاً کہتے اور مانتے ہیں کہ خدا کے علم کے بغیر کوئی پتی جنبش نہیں کر سکتی۔ ہمارے اطبا آج بھی اپنے نسخوں کو "ھوالشافی" سے شروع کرتے ہیں کہ حقیقۃً شفا بخشنے والا بالذات خود اللہ ہی ہے نہ کہ کوئی نسخہ یا دوا۔ مگر شعوری و عملی طور پر اپنے نفع و ضرر کے معاملات سے خدا کو اسی طرح ہم بے دخل جانتے ہیں جس طرح کوئی منکر و مشرک۔ نتیجہ یہ ہے کہ دنیا کے چھوٹے سے چھوٹے نفع و ضرر کے پیچھے بھی ہم بے دھڑک خدا کے موٹے موٹے اوامر و نواہی اور حلال و حرام کے احکام کو اس طرح توڑتے رہتے ہیں کہ گویا ان کے توڑے بغیر نہ ہم اپنے نفع کے کسی مقصد کو حاصل کر سکتے ہیں نہ اس کے ضرر کو دفع کر سکتے ہیں۔

---

[1] ان مباحث پر جدید فلسفہ و سائنس کی روشنی میں آخر کتاب میں مستقل ضمیمہ کی صورت میں نظر ڈالی گئی ہے۔

Marfat.com

بلکہ ہماری نئی تعلیم والے مسلمانوں ہیں تو مادہ پرستانہ نئی تعلیم کی بدولت یہ شرک صرف عملی ہی نہیں رہا اعتقاد تک کی خبر لے ڈالی ہے۔ ان کے تصور میں یہ کائنات بس خودکار مشین ہے جو اپنی اندرونی قوت اور پرزوں کی ساخت سے خود بخود چلتی رہتی ہے۔ خدا زیادہ سے زیادہ اس خودکار مشین کا بہت بڑا مشین ساز ہے جس کو اس مشین کے ایک مرتبہ بنا اور چلا دینے کے بعد نہ اس میں کسی مداخلت کی ضرورت رہی ہے اور نہ کرتا ہے۔ بس ایک بے تعلق تماشائی کی طرح معطل الگ بیٹھا اپنے اس مشین سازی کے کمال کا تماشہ دیکھتا رہتا ہے[۱]، سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون!

تو اسلام کا خدا جیسا کہ خود اسلام کی کتاب سے اوپر بہ اصرار و بہ تکرار معلوم و واضح ہو چکا کائنات سموات و ارض کا صرف خالق ہی نہیں بلکہ "قیوم السمٰوٰت والارض" بھی ہے۔ یعنی زمین سے لے کر آسمانوں تک کی ساری موجودات نہ صرف اپنے وجود و خلق میں خدا کی محتاج تھیں، بلکہ اس وجود کے قیام و بقا اور اس کی کارکردگی کی ہر جنبش میں ہر آن بالکلیہ اس کی مشیت یا "کن فیکونی" ارادہ کے تابع ہیں اور وہی خالق ہونے کے علاوہ ہر شے کا نگران ہے اور اسی کے قبضۂ قدرت میں سارے آسمانوں اور زمین کے بست و کشاد کی کنجیاں ہیں۔ اللہ خالق کل شئ وھو علی کل شئ وکیل لہ مقالید السمٰوٰت والارض۔

اصل یہ ہے کہ ہمارے ان نو تعلیم یافتہ بھائیوں کے ذہن جن میں اب

---

[۱] ان مباحث پر جدید فلسفہ و سائنس کی روشنی میں آخر کتاب میں مستقل ضمیمہ کی صورت میں نظر ڈالی گئی ہے۔

Marfat.com

بہتیرے مسلمان کہنے کے بجائے اپنے کو "اسلام پسند" کہنا کہلانا پسند فرمانے لگے ہیں
— سرے سے منکر خدا مادیت اور مادہ پرستانہ زندگی کے باہمی تعلق ہی کے
بارے میں صاف نہیں ورنہ مادہ پرستانہ زندگی کے ساتھ معطل کیا سرے سے کسی
موجود خدا ہی کا جوڑ نہیں لگایا جا سکتا۔ مادہ پرستانہ زندگی کے تصور کا تقاضا یہ ہے
کہ ہماری اس مادی یا دنیاوی زندگی کے انفرادی و اجتماعی، سیاسی و معاشی
قومی و بین اقوامی معاملات اس مادی دنیا سے باہر کی کسی غیر مادی ماورائی یا
خدائی مداخلت سے زیادہ سے زیادہ بلکہ سرے سے آزاد ہوں (نہ کہ زندگی کے
ہر شعبہ میں حلال و حرام جائز و ناجائز کے اوامر و نواہی کی پابندیاں قبول کریں)
جو سرے سے منکر خدا پوری پکی مادیت ہی کی منطق کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے
جس کی رو سے یہ کائنات وجود ہی میں ایک بالکلیہ مردہ اندھے بہرے گونگے،
بے علم و ارادہ مادہ سے آتی ہے[1]۔ اسلام کے حی و قیوم صاحب علم و ارادہ خالق
و خدا والے تصور کے معنی اس کے سوا کچھ اور ہو ہی کیا سکتے ہیں کہ اس نے اس
کائنات اور اس کے اندر انسان کو اپنے علم و ارادہ یا مرضی و مشیت کے مطابق
کسی نہ کسی معلوم مراد و مقصد کے تحت پیدا کیا ہے۔ لازماً اپنی اس مرضی و مقصد
سے اپنی سب سے زیادہ صاحب علم و ارادہ با اختیار و ذمہ دار مخلوق انسان کو
آگاہ کرنے اور اس کے مطابق زندگی گذارنے کا کوئی نہ کوئی ہدایتی نظام بھی
ضرور عطا کرنا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ اس ہدایتی نظام و انتظام کے موافق و مخالف
زندگی کا انجام بھی ایک دوسرے سے مخالف ہی ہونا چاہئے۔ یہ سب علیم و خبیر

---

[1] اس مادہ و مادیت کی حقیقت ضمیمہ میں معلوم ہوگی۔

Marfat.com

حکیم وقدیر خدا کو ماننے کے ناگزیر منطقی لوازم ہیں۔

غرض یہ کہ مادہ پرستانہ یا من مانی خود پسندانہ زندگی کا پیوند اسلام کی دینی زندگی کے ساتھ کسی طرح لگانا ممکن نہیں۔ نہ اسلام کے رد و قبول کے درمیان منافقانہ کے سوا کوئی تیسرا مصالحانہ رویہ اختیار کرنا ممکن ہے۔ اس مصالحانہ راہ و رویہ کا مغالطہ سب سے زیادہ ہمارے مغربی تعلیم و تہذیب اور اس کے علوم و فنون اکتشافات و اختراعات سے مرعوب بھائیوں ہی کو ہے۔ وہ ایماناً و عملاً پورا پورا دینی مسلمان بننے کے بجائے زیادہ تر قولاً نسلی و قومی مسلمان یا "اسلام پسند" بنے رہتے ہی ہیں بزعم خود اسلام کے رد و قبول دونوں کے منافع و مصالح جمع کرنا چاہتے ہیں۔ سو ان حضرات کو ذرا کھلے دل و دماغ سے اس حقیقت کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ دین اسلام جس طرح ایک طرف دنیا کے ترک یا اس سے فرار کی راہ نہیں، اسی طرح دوسری طرف دنیا کے عیش و آرام اس کی زینت و آرائش اور رنگ رلیوں —— نام نہاد تمدن و ثقافت —— یا دنیا ہی دنیا کی خاطر سائنسی و صنعتی ایجادات کی بھرماروں کو بالذات مطلوب و مقصود بنانے کی بھی اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں۔

اسلامی منطق کی راہِ آخرت

دنیاوی زندگی کے تمام انفرادی و اجتماعی سیاسی و معاشی، تمدنی و تہذیبی، علمی و تعلیمی، سائنسی و صنعتی شعبوں سب کو بالکلیہ ویسے ہی بلکہ اس سے ہزاروں درجے بڑھ کر دین کے تابع و ماتحت رکھنا لازم ہے، جیسے ہم اپنے بچوں کی راحت و آرام کھیل کود تعلیم و تربیت سب کو تمام تر ان کے بچپن کے بعد آنے والے

Marfat.com

طویل تر مستقبل کے تابع رکھنا ہی ان کے حق میں دانشمندی و خیر خواہی جانتے ہیں ـــ ان کی زندگی کو بے روک ٹوک آزادی سے حاضر کی صرف طفلانہ خوشیوں اور خواہشوں کے حوالہ کر دینا ان کی صرف بدترین بدخواہی ہوگی۔ پھر اپنی اپنوں پرایوں سب کی اس سے بڑھ کر کوئی بدخواہی و بداندیشی کیا ہوگی کہ اپنے کو مسلمان کہہ کر بھی اس دنیا کی چندروزہ زندگی ـــ وہ بھی ایسی غیر یقینی کہ یقین ایک روز کیا ایک پل کا نہیں ـــ کبھی ختم نہ ہونے والی ابدی زندگی والے مستقبل کو اس طرح بے فکری و غفلت شعاری سے قربان کیا جائے کہ گویا اسلام کے خدا و رسول نے نہ اس پر ایمان و یقین کا کوئی مطالبہ کیا ہے اور نہ ہم اس پر اتنا بھی یقین رکھتے ہیں جتنا بچوں کے بچپن کے بعد جوانی اور بڑھاپے پر!

اصل میں ہمارے نیوں پرانوں عوام و خواص کا دین کی جان یوم دین یا آخرت کی ابدی زندگی پر ایمان و یقین کیا، کسی موثر درجہ میں اس کا احتمال تک نہیں رہا۔ اتنا بھی نہیں جتنا دنیاوی زندگی کے نفع و ضرر کے کسی احتمال کی صورت میں احتیاط کی اسلم راہ (Safest Couse) کو سب ہی سلامتی و دانشمندی کی راہ جانتے ہیں کیونکہ زیان و ضرر کے کسی احتمال سے بچاؤ کی صورت صرف یہی ہوتی ہے۔ مثلاً ہم کسی ایسے جنگل سے گذر رہے ہوں جس سے پہلے کبھی نہیں گزرے یا کسی تاریک غار میں داخل ہونا ناگزیر ہو رہا ہو اور کوئی عامی ان جانا راہ گیر جس کے سچے جھوٹے ہونے کا بھی کوئی علم و تجربہ ہم کو نہیں کہہ دے کہ اس جنگل میں آدم خور شیر یا زہریلے سانپ بہت ہیں تو ہم یقیناً عقلمندی و سلامتی اس میں جانیں گے کہ اگر کوئی دوسرا راستہ ہے تو اس جنگل کے راستہ کو مرے سے

Marfat.com

چھوڑ دیں، یا اگر کسی وجہ و مجبوری سے اس سے گذرنا یا ان دیکھے غار میں داخل ہونا ہی ہے تو اس کے امکانی واحتمالی خطرات سے بچاؤ کی اپنی والی پوری احتیاط واہتمام سے کام لیا جائے گا۔

پھر جس شخص کی سچائی کی کٹر سے کٹر جانی دشمن تک عمر بھر گواہی دیتے رہے ہوں وہ ایک پہاڑی پر چڑھ کر ان ہی لوگوں سے پوچھتا ہو کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے سے ایک لشکر تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے جس کو تم نہیں دیکھ رہے ہو لیکن میں پہاڑی پر کھڑا ہونے کی وجہ سے دیکھ رہا ہوں تو کیا تم یقین کروگے؟ ہم آواز جواب دیتے ہیں کہ کیوں نہیں ہم آپ کو ہمیشہ سے صادق و امین جانتے ہیں اور کبھی جھوٹا نہیں پایا! مگر یہی شخص جب موجودہ زندگی کے ان دیکھے یا غیبی مستقبل کی خبر دیتا ہے جس میں موت کے اندھے گڑھے کی راہ سے داخل ہونا ہر زندگی والے کے لئے ناگزیر ہے تو وہ فرعون کی قوم کے اس عامی مگر محتاط دانشمند کے اس دانشمندانہ احتمال تک سے کام نہیں لیتے کہ "اگر یہ شخص بفرض جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر سچا ہے تو جو کچھ تم سے کہہ رہا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ تم پر ضرور پڑ کر رہے گا"[۱]

کچھ اسی طرح کا جواب حضرت علیؓ سے منقول کہیں پڑھا کہ کسی نے پوچھا کہ یہ مرنے کے بعد حشر و نشر حساب و کتاب جنت و جہنم وغیرہ کی باتیں جو ہیں اگر

---

[۱] قال رجل مومن من ال فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینات من ربکم وان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم (مومن ع ۳)

Marfat.com

کچھ نہ نکلیں تو؟ آپ نے فرمایا کہ اگر نکلیں تو؟

خود کتاب اسلام میں زندگی کی صاف سیدھی شاہراہ (صراط مستقیم) کی طلب ہدایت کی درخواست پیش کرانے کے بعد ہی اس کتاب سے حصول ہدایت کی جو فکری و عملی بالکل منطقی و نفسیاتی پانچ شرطیں لگائی گئی ہیں ان میں ایمان سے بڑھ کر زور مستقبل کی ابدی زندگی یا آخرت کے ایقان پر دیا گیا ہے و بالآخرۃ ھم یوقنون۔ پھر پوری کتاب میں جتنا آگے بڑھتے اور پڑھتے چلے جایئے سب سے زیادہ طرح طرح کی تعبیرات و تمثیلات سے تفہیم و تکرار آخرت کے مضمون کی ملتی چلی جائے گی حتیٰ کہ آخر کتاب کی بہت سی سورتوں یا ابواب کا مرکزی و عمودی مضمون و مفاد آخرت ہی آخرت ہے۔ بعض میں رکوع کے رکوع اور بعض پوری پوری لمبی سورتیں اسی مضمون پر ملیں گی۔ صرف کتاب اسلام کیا تمام آسمانی کتابوں کا خاص مفاد و مضمون یہی بتایا گیا ہے کہ "تم اس دنیا کی ناپائدار زندگی پر آخرت کو قربان کرتے رہتے ہو، حالانکہ ہمیشہ باقی رہنے والی اور بہترین زندگی آخرت ہی کی ہے اور یہی حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام وغیرہ تمام انبیاء کی کتابوں کا نچوڑ رہا ہے بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا والآخرۃ خیر و ابقی ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم و موسیٰ۔

نیز دنیوی زندگی کے لئے "الحیوۃ الدنیا" کی تعبیر جو اختیار فرمائی گئی ہے اس کے لفظی معنی ہی آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کے پست ترین یا حد درجہ حقیر و خسیس ہونے کے ہیں۔ اس حقیقت کو ایک دو جگہ نہیں بار بار بیسیوں آیات میں دہرایا گیا ہے:۔

Marfat.com

"کیا تم نے اس دنیا کی (پست ترین) زندگی کو آخرت کے عوض پسند کرلیا ہے؟ حالانکہ دنیا کی بساط آخرت کے سامنے کچھ بھی نہیں ـــــ ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الاخرۃ فما متاع الحیوۃ الدنیا بالاخرۃ الا قلیل (توبہ ع ۵) زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے اس کے سامنے دنیا کی زندگی کھیل کود کے سوا کچھ نہیں کاش لوگ اتنی موٹی بات سمجھتے! ـــــ وما ھذہ الحیوۃ الدنیا الا لھو و لعب وان الدار الاخرۃ لھی الحیوان لوکانوا یعلمون (عنکبوت ۶۴)

وہی بات کہ اگر کسی بچے کی زندگی سے اس کی جوانی اور بڑھاپے کے مستقبل کے نفع وضرر کو خارج کردیا جائے تو پھر وہ خالی طفلانہ کھیل کود کے سوا رہ ہی کیا جائے گی علاوہ بریں اس "پست ترین زندگی" (الحیوۃ الدنیا) کا جو بڑا سے بڑا سرمایہ سمجھا جاتا ہے وہ آل واولاد مال ودولت نام ونمود افراد واقوام کی باہمی مسابقت ومقابلہ اور اس پر فخر ومباہات ہی ہے نا۔ لیکن اس کا بھی اگر کوئی "خیر وابقیٰ" مآل وانجام نہیں تو یہ بھی بچوں کا نہ سہی جوانوں اور بوڑھوں کے وقتی کھیل کود ہی کے سوا کیا ہے۔ سورۂ حدید میں اس پر کیسی تنبیہ ہے کہ "خوب جان رکھو دنیا کی زندگی نام ہی ہے کھیل کود آرائش ونمائش اور اموال واولاد وغیرہ پر باہمی تفاخر اور ایک دوسرے سے نکل جانے کی جدوجہد کا ـــــ اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد . . . . . .

ـــــ پھر اس کے بعد دنیوی زندگی کی چند روزہ رونق وسرسبزی کی ایک مثال دے کر آگاہ فرمایا کہ جو لوگ اسی میں مرکھپ کر رہ گئے ان کو آخرت (کی ابدی زندگی) میں شدید دکھ یا عذاب کا سامنا ہوگا ـــــ وفی الاخرۃ عذاب شدید ـــــ

Marfat.com

بخلاف اس کے جن لوگوں نے اس فانی رونق و بہار پر جان دینے کے بجائے غیر فانی آخرت پر نظر کی وہ وہاں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و بخشش کی دولتوں سے مالا مال ہوں گے جن کے مقابلہ میں یہاں کی یہ "پست زندگی" صرف ایک فریب ہی فریب ہے — وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور — لہذا جدوجہد یا مقابلہ و مسابقت کی چیز خدا کی رضا و مغفرت یا آخرت کی کامیاب زندگی و جنت ہی ہو سکتی ہے — "سابقوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ . . . " ایک اور جگہ (عمران ع ۱۹) اس سراپا فریب دنیوی زندگی پر بالکل منطقی طور سے اس طرح چونکایا گیا کہ موت سے تو بہرحال کسی کو چارہ نہیں اور مرنے کی جزا و سزا کا معاملہ جو کچھ بھی ہوگا قدرۃً ہماری دنیوی زندگی کے اعمال و اقوال کے مطابق ہی ہونا چاہئے۔ سو جس نے دنیوی زندگی اخروی زندگی کی تیاری میں گذاری اور اس کی بدولت وہاں کی آتشِ عذاب سے بچ کر جنت میں جا پہنچا، بالا یقیناً اسی نے مارا — کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ فمن زحزح عن النار و ادخل الجنۃ فقد فاز وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور۔

کہیں یوں ڈرایا کہ خدا و آخرت کے وہ منکر عذاب شدید کی تباہی و بربادی سے آگاہ رہیں جنھوں نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا ہی کی زندگی کو محبوب و مطلوب بنا رکھا ہے — ویل للکافرین من عذاب شدید الذین یستحبون الحیوۃ الدنیا علی الاخرۃ (ابراہیم ع ۱) جس طرح ایک طرف خدا و آخرت کا انکار دنیا کی زندگی کو محبوب و مستحسن بنا دیتا ہے اسی طرح دوسری طرف دنیا کی آخرت فراموش محبت بھی (جو در اصل کفر ہی ہے) لازماً خدا کی ہدایت سے بھی محروم رکھتی اور دل و دماغ

Marfat.com

آنکھ کان سب پر غفلت کی مہر لگا دی جاتی ہے ——— ذلك بانهم استحبوا الحيوة الدنيا على الاخرة وان الله لا يهدى القوم الكافرين اولئك الذين طبع الله على قلوبهم وسمعهم وابصارهم واولئك هم الغافلون (نحل ع ۱۳)
آجکل کی ماڈرن دین بیزاری حد سے بڑھی ہوئی دنیا طلبی یا عشق دنیا ہی کا تو لازمہ ہے۔ حب الدنیا راس کل خطیئۃ۔

دنیا کے جس جاہ و مال نام نمائش، زینت و آرائش کے پیچھے ہم اپنی ابدالآباد کی اخروی زندگی تج دیتے ہیں وہ اسلام کے خدا کی نظر میں ایسی ہیچ و پوچ ہے کہ اگر اس کی ظاہر فریبی میں آکر سب ہی دنیا پرست نہ بن جاتے تو اللہ تعالیٰ سارے کافروں منکروں کو یہ چند روزہ پر فریب دنیا اتنی افراط سے دیدیتا کہ اپنے گھروں کے در و دیوار ساز و سامان فرنیچر وغیرہ سب سونے چاندی کا بنا لیتے کیونکہ آخرت کے مقابلے میں سونے چاندی کی اتنی بھرمار کی بساط بھی اس ناپائدار زندگی کے ایک ناپائیدار و خسیس سرمایہ کے سوا کیا ہے۔ باقی انجام و آخرت کی لازوال زندگی، سو وہ ظاہر ہے کہ دنیا کے جاہ و مال کی حرص و ہوس سے بچنے والے اہلِ تقوی ہی کا حق و حصہ ہو سکتی ہے ——— ولولا ان يكون الناس امة واحدة لجعلنا لمن يكفر بالرحمن لبيوتهم سقفا من فضة ومعارج عليها يظهرون ○ ولبيوتهم ابوابا وسررا عليها يتكئون ○ وزخرفا وان كل ذلك لما متاع الحيوة الدنيا والاخرة عند ربك للمتقين (زخرف ع ۳) اسی طرح سورۂ آل عمران (ع ۲) میں ارشاد ہے کہ عورتیں آل و اولاد، سونا چاندی یا روپیہ پیسہ کی بہتات اور گھوڑے ہاتھی موٹر شوفر بنگلہ گملہ وغیرہ جو کچھ بھی دنیوی ساز و سامان یا مرغوبات ہماری

Marfat.com

نظروں میں خوشنما بنا دیئے گئے ہیں، یہ سب کی سب ہیں بہرحال بس اسی ناپائیدار و حقیر زندگی کا سرمایہ ہیں۔ ورنہ آخرت کی حقیقی و ابدی فوز و فلاح تو صرف اللہ ہی کے پاس پہنچ کر حاصل ہوگی۔ زین للناس حب الشہوات من النساء والبنین و القناطیر المقنطرۃ من الذہب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذالک متاع الحیوۃ الدنیا واللہ عندہ حسن المآب ٥

پورے قرآن کی ایک سو چودہ ہیں دو چار آیت کی کوئی چھوٹی سی چھوٹی سورت کیا معنی ایک آیت بھی ایسی ڈھونڈھے نہ ملے گی جس میں آخرت سے جدا کر کے دنیا ہی دنیا کی سیاسیات و معاشیات، معاشرت و ثقافت، علوم و فنون، سائنس و فلسفہ وغیرہ کو بجائے خود مطلوب مقصود بنانے کی تعلیم و تحریص کیا ادنی سے ادنیٰ تحسین و ترغیب بھی نکلتی ہو۔[1] لے دے کر ایک آیت دنیا پرستوں کی زبان پر چڑھی ہوئی ہے —— ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ —— سو اولاً تو اس میں بھی "حسنہ دنیا" کا دامن "حسنہ آخرت" کے ساتھ باندھ دیا گیا ہے۔ دوسرے اس سے طلب دنیا کی تعلیم کا نتیجہ نکالنا تمامتر دنیا پرستوں کی خوش فہمی ہے۔ ورنہ مطلوب بذات دنیا نہیں، بلکہ آخرت کی طرح دنیا میں بھی مطلوب "حسنہ" ہی ہے اور دنیا اس حسنہ کا اسی طرح فقط ایک محل یا سفری راستہ ہے جس طرح آخرت اس کی آخری و مستقل منزل و محل۔ یعنی مطلوب خود دنیا نہیں بلکہ دنیا میں "حسنہ" یا نیکی اور بھلائی کی زندگی ہی مطلوب ہے۔

---

[1] باقی آخرت کے تابع دنیا تو عین مطلوب ہے۔ ورنہ دنیا اور اس میں انسان کا پیدا کرنا سب عبث ہوتا۔ اسی لئے رہبانیت یعنی ترکِ دنیا کو بدعت و منافی اسلامیت قرار دیا گیا۔

Marfat.com

اسی طرح ایک دوسری آیت میں حضرت موسیٰؑ کی دعا ہے کہ "اے اللہ ہمارے لئے اس دنیا میں بھی حسنہ لکھدیں اور آخرت میں بھی۔ اس دعا و درخواست کے قبول فرمانے کے لئے ہم آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں —— واکتب لنا فی هذه الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة —— انا هدنا الیک۔ آگے اس درخواست کے جواب ہی میں ارشاد ہے:-

"میں اپنا عذاب اس کو دیتا ہوں جس کو (بالکل ضروری) چاہتا ہوں۔ ورنہ میری رحمت تو اتنی ہمہ گیر و وسیع ہے کہ کوئی شے بھی اس سے باہر نہیں لہذا تمہاری حسنۂ دنیا و آخرت کی درخواست بھی ضرور منظور کروں گا (مگر) ایسے لوگوں کیلئے جو پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرتے ہیں، زکات دیتے ہیں اور میری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

قال عذابی اصیب به من اشاء ورحمتی وسعت کل شیء فسا کتبها للذین یتقون و یؤتون الزکوة والذین هم بآیاتنا یومنون۔ (اعراف ع ۱۹)

اس کے بعد دنیا و آخرت دونوں کی اس بھلائی (حسنہ) یا خیر و فلاح کے عطا فرمانے کی جو شرائط ہیں وہ بنی اسرائیل سے کہیں زیادہ ہم مسلمانوں کے لئے خصوصاً کان کھول کر سننے سنانے کی ہیں کہ اور

"وہ ایسے نبی امی رسول کی پیروی کرتے ہیں جس کو اپنی کتابوں توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں جس کی صفت یہ ہے کہ ان کو نیک کاموں کا حکم دیتا اور برے کاموں سے روکتا ہے اور پاکیزہ

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندهم فی التوراة والانجیل یامرهم بالمعروف وینههم

Marfat.com

چیزوں کو ان کے لئے حلال کرتا ہے اور گندی چیزوں — عن المنکر ویحل لھم الطیبات
کو حرام ۔۔۔۔ پس جو لوگ اس رسول پر — ویحرم علیھم الخبٰئث ۔۔۔۔
ایمان لاتے اور اس کی حمایت و مدد کرتے اور — فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ و
(زندگی کی) اس روشنی میں چلتے ہیں جو اس کے ذریعہ — نصروہ واتبعوا النور الذی
عطا فرمائی گئی ہے پس وہی دین و دنیا میں پوری — انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون
پوری (حسنہ) فلاح و کامرانی پانے والے ہوں گے" (اعراف ع ۱۹)

ہم مسلمان جو اس "نبی امی" پر ایمان لانے ہی کی بنا پر اپنے کو "مسلمان" کہنے کہلانے کا کوئی حق رکھ سکتے ہیں اس کے لائے ہوئے دین کی کوئی اور حمایت نصرت الگ رہی کیا بجائے خود اس کی تعلیمات پر چلنے چلانے کا حق ادا کر رہے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر اس شرط کے ساتھ مشروط و موعود دین و دنیا کی بھلائی (حسنہ) اور فلاح کا بھی ہم کو کیا حق رہ جاتا ہے! اور اس سوال کا جواب کہ "مسلمان" —— مسلمان رہ کر —— کیا کریں؟ اس کے سوا کوئی دوسرا ممکن بھی ہے کہ جس رسول اور اس کے جس پیام پر ایمان لانے کے لئے ہم مدعی ہیں ایک طرف خود اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی کو اس کے سانچے میں ڈھالیں اور دوسری طرف اس کے دشمنوں کے مقابلے میں تن من دھن کسی طرح سے اس کی نصرت و حمایت سے پیچھے نہ ہٹیں؟

غرض ان آیات کی بنا پر حسنۂ دنیا کو حسنۂ آخرت سے قطع نظر کر کے بذاتِ خود کسی درجہ میں مطلوب و مستحسن ٹھہرانا ان کی تفسیر نہیں، سراسر تحریف ہے۔ مفسر تھانویؒ نے اپنے خاص علمی و منطقی انداز میں اپنی تفسیر میں ظرف و

Marfat.com

مظروف یا حال ومحل یعنی شے اور اس کی جگہ میں فرق نہ کرنے کے اس تحریفی مغالطہ پر خصوصیت سے تنبیہ فرمائی ہے کہ

"دنیا ظرف (یا محل) طلب ہے، خود مطلوب نہیں۔ بلکہ مطلوب خود حسنہ ہے خلاصہ یہ کہ وہ لوگ اس کے طالب ہیں کہ ہم کو (آخرت کے ساتھ) دنیا میں بھی وہ حالت جو آپ کے نزدیک مستحسن و پسندیدہ ہو عنایت کی جائے۔"

اور ظاہر ہے وہ حالت وہی ہو سکتی ہے جس سے آخرت کی حسنہ یا بھلائی میں فرق نہ پڑے تب ہی تو حسنۂ دنیا اس درخواست یا دعا کے ساتھ ساتھ ہی حسنۂ آخرت کی درخواست بھی کرائی گئی یعنی اس دعا کی رو سے دنیوی زندگی کی کوئی ایسی حالت بھلائی اور بہتری کی ہو ہی نہیں سکتی، جس میں اخروی زندگی کے صلاح و فساد یا بناؤ بگاڑ کو نظر انداز کیا گیا ہو، لہذا اسلامی نقطۂ نظر سے اس دنیا کی حسنہ بھی اس کے عند اللہ

"پسندیدہ اعمال حسنہ (ہی) ہیں۔ پس بالذات مطلوب بھی وہی ہوئے اور دنیا کے جس قدر حصہ کو ان اعمال حسنہ میں دخل ہو خواہ وہ مال ہو یا صحت ہو وہ البتہ اس حسنہ کے تابع ہو کر بالعرض یا بالغیر مطلوب ہو جائے گا۔"

وہی کہ دنیا کی زندگی کا کوئی بھی انفرادی و اجتماعی حصہ یا شعبہ بجائے خود دین کا مطلوب و مقصود قطعاً نہیں۔

"بخلاف اس وقت کی تعلیم و طرز عمل کے جس میں دنیا کا مطلوب بالذات اور آخرت کو محض برائے نام قرار دے رکھا ہے حاشا وکلا اس کو آیت سے مس بھی نہیں۔"

زیادہ سے زیادہ بس یہ کہا جا سکتا ہے کہ

Marfat.com

"اگر طلب دنیا میں حرام و حلال کے حدود توڑے نہ جائیں تو اباحت کا حکم کر دیا جائیگا۔

لیکن مباح شرعی ہونے سے مطلوب شرعی ہونا لازم نہیں آتا خوب سمجھ لو۔"

سبحان اللہ و ماشاء اللہ! امت کے حکیم اور وقت کے مجدد کی کیا شان ہے! یعنی شریعت یا دین کی نگاہ میں دنیا کی کوئی چیز کسی حیثیت اور کسی درجہ میں بھی بالذات و براہِ راست تو کسی طرح مطلوب و مامور ہے ہی نہیں۔ البتہ اگر شریعت کے احکام یا دین کے حدود و قیود کو پوری طرح ملحوظ رکھ کر کوئی خالص دنیا یا نفس کی خواہش و خوشی بھی پوری کر لی جائے تو بہت سے بہت اس کو بس مباح یا جائز کہہ دیا جائیگا بالفاظِ دیگر اس پر کوئی مواخذہ یا باز پرس نہ ہوگی نہ کوئی جزا و سزا ہوگی۔ جزا و سزا تو ثمر یا خمیازہ ہے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و ناراضی کا۔ یہ رضا و ناراضی مرتب ہوتی ہے اس کے اوامر و نواہی پر لیکن جب بات کا نہ اس نے کوئی امر فرمایا ہو نہ نہی اس سے لازماً نہ کسی جزا کا تعلق ہوگا نہ سزا کا۔

غرض جب خدا و آخرت سے قطع نظر کر کے دنیا یا اس کا کوئی کام کسی اعتبار سے دین کا مطلوب ہو ہی نہیں سکتی تو پھر دینی اعتبار سے وہ کوئی بھلائی یا "حسنہ" بھی کیسے ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ عجیب بات ہے سورۂ بقرہ کی آیت زیر بحث سے بالکل ملی ہوئی پہلی آیت ہی میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جو آخرت سے غافل یا منکر ہونے کی بنا پر دنیا ہی دنیا کی عیش عشرت، عزت و دولت، سیاست و حکومت پر جان دیتے ہیں کہ ان کا آخرت میں قطعاً کوئی حصہ نہ ہوگا۔ فمن الناس من یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا وما لہ فی الاٰخرۃ من خلاق ــــ جس سے معلوم ہو گیا کہ کلام اللہ نری دنیا یا اس کی بھلائی کے لئے لفظ حسنہ کا استعمال تک پسند نہیں کرتا۔ ورنہ بظاہر ربنا اٰتنا فی

Marfat.com

الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ" کا سیاق و تقابل یہی چاہتا تھا کہ اس سے بالکل منصل پہلی آیت "فمن الناس من یقول ربنا آتنا فی الدنیا" کے بعد بھی "حسنہ" کا لفظ ضرور ہو۔ لیکن دین و آخرت کے بغیر دنیا کے جاہ و مال وغیرہ کی کوئی بڑی سے بڑی ترقی بھی قرآن کی نظر میں چونکہ بھلائی یا حسنہ سرے سے ہوہی نہیں سکتی اس لئے اس پر حسنہ کے لفظ کا اطلاق کیسے درست ہوتا۔ بس اصل بات جو تنبیہ کی تھی اسس پر متنبہ فرما دیا گیا کہ آخرت کو چھوڑ کر جو دنیا چاہتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ قطعاً نہ ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ اگر ذرا تفکر و تدبر کی مناسبت و توفیق میسر ہو تو "کلام اللہ" کا لفظ لفظ اللہ کا کلام ہونے کی گواہی دے گا۔

دنیا کو یوں تو ہمیشہ ہی کم و بیش ہر طرح کے اندرونی و بیرونی فتنوں سے دو چار رہنا پڑا ہے لیکن ادیان کی پوری تاریخ کسی ایسے دور سے قطعاً ناآشنا ہے جس میں دنیا کی زندگی سے دین یا آخرت کو نظری و عملی ہر لحاظ سے نکال پھینکنے کی اتنے وسیع و منظم پیمانہ پر باقاعدہ دعوت و تبلیغ ہوتی ہو جتنی "جدید ترقی" کے نام سے آج کے عہد جدید دور میں ــــ ترقی کی ہی لے بڑھتے بڑھتے بیسویں صدی میں روسی اشتراکیت یا کمیونزم تک جا پہنچی ہے حتیٰ کہ اب کمیونزم ہی کی ڈنکے کی چوٹ لامذہبیت کی آواز بازگشت سکولرزم یا لامذہبیت کے نام سے ہر چار طرف گونجنے لگی ہے اور جدید سیاست و حکومت والوں نے تو اس "نامذہبی" لامذہبیت کو اپنا عین دین و مذہب بنا لینا ہی سب سے بڑا پُر فخر کارنامہ ہے۔

دوسرے دین تو خیر سے رہ ہی محض نام کے دین گئے ہیں لیکن جو دین رہتی دنیا تک رہنے والا ہے اس کے اندر بھی باہر کا یہ فتنہ اس انتہا تک آگھسا ہے کہ اچھے

Marfat.com

بڑے بڑے اہل علم وصلاح حضرات غیر شعوری طور پر بھی یوم دین یا آخرت کا نام۔ خصوصاً ترقی والوں کے سامنے ـــــ کھل کر لیتے جھجکتے ہیں۔لمبی لمبی تقریریں تحریریں سننے پڑھتے چلے جائیے، اسلام کے نام سے سیاست وحکومت تعلیم وتمدن تہذیب وثقافت یا بہت سے بہت نام نہاد اخلاق وانسانیت کے مضامین پر زبان وقلم کا زور اس طرح ہوگا کہ گویا یہ بھی بالذات مقاصد دین ہیں۔ خدا وآخرت کا نام کچھ آتا بھی ہے تو دبا دبا اور گھوم گھما کر۔ لازماً نفسیاتی اثر سننے والے دنیا طلبوں پر یہ ہوتا ہے کہ مقصود ومطلوب اسلام کا یہی ہر پھر اس دنیا کی زندگی کو بہتر بنانا ہے ایسی ہی ذہنیت کا خود مسلمانوں کا سا نام رکھنے والوں تک موقع پا کر ایک موقع پرست طبقہ ابھر آیا ہے جو قرآن جیسی سراسر توحید الٰہ وفلاح آخرت کی کتاب دعوت کو تحریفی کیا تمامتر افترائی تفسیر سے دنیا ہی کی دنیا دعوت کی کتاب بنا دینے پر تل گیا ہے۔

ایسے خالص موقع پرستوں، دنیا طلبوں سے قطع نظر ہمارے عام مسلمانوں کا بھی دین کی جان توحید اور آخرت پر ایمان اتنا بے جان ہو چکا ہے کہ نہ دنیا کے نفع وضرر یا برے بھلے کے معاملات میں وہ نہ خدا کی مشیت کا عملاً کوئی دخل جانتے ہیں اور نہ آخرت کی ابدی زندگی کے فلاح وخسران یا بناؤ بگاڑ کا یقین کیا کوئی ایسا موثر معتد بہ احتمال ہی رکھتے ہیں جو روزمرہ کی عملی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہو بس یہی وہ ہمارا سب سے بڑا بنیادی فکری وایمانی بگاڑ ہے جس کے بغیر دین تو دین مسلمان کی دنیا بھی قطعاً نہیں بن سکتی۔ اس لئے کہ مسلمان کی دنیا کا دامن ہی اسلام نے توحید الٰہ اور یوم آخرت پر ایمان بالغیب کے ساتھ اس طرح باندھ دیا ہے

Marfat.com

کہ اگر وہ دنیا کی عملی زندگی میں ان سے کام نہیں لینا تو پھر اور چاہے خالص دنیا کی بالفرض سیاسی و معاشی تعلیمی و تمدنی سائنسی و صنعتی ترقیوں کے آسمانوں ہی پر کیوں نہ اڑنے لگے۔ لیکن یہ مسلمان کی اسلامیت کی ترقی بہر حال نہ ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ دوسری نسلی و وطنی قومیتوں کی طرح مسلمان نام ایک بے نسل و بے وطن قوم و قومیت کی ترقی ہوگی۔

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی　　　　این رہ کہ تو می روی بہ ترکستان است

خدا و آخرت پر ایمان بالغیب ہی کا لازمی مطالبہ ایمان بالرسالت ہے جب یہ کائنات اور اس میں انسان ایک صاحب علم و ارادہ ذات یا خدا کا پیدا کردہ ہے، تو آپ سے آپ اس کے پیدا کرنے کی کوئی نہ کوئی معلوم یا جانی بوجھی مراد بھی ہوگی۔ نیز اس مراد و مقصد کا صحیح صحیح علم اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کا ٹھیک ٹھیک قانون و رہنمائی بھی صرف وہی عطا کر سکتا ہے اور صرف اسی کو حق بھی ہوگا اسی کی رہنمائی کے بغیر نہ ہم سفر زندگی کی صراط مستقیم پا سکتے ہیں اور نہ اس کی آخری منزل (آخرت) یعنی انسان کے خصوصی انسانی مقصد آفرینش میں فلاح و کامیابی سے ہم کنار ہو سکتے ہیں۔

اس سہ گانہ فکری و ایمانی انقلاب کو عملاً برپا کرنے کیلئے عین فطرت انسانی کے مطابق ساتھ ساتھ دو ذہنی انقلاب ناگزیر ہیں۔ ایک علاقی دوسرا انفاقی بالفاظ دیگر جاہی و مالی۔ آخرت تو آخرت دنیا کے انفرادی و اجتماعی قومی و بین اقوامی نسلی و لسانی حتی کہ فرقہ وارانہ یا نام نہاد مذہبی سارے فسادات کی جڑ جاہ و مال کی حرصی طلب ہے یعنی جاہ و مال ہی کو زندگی کا مطلوب و مقصود ٹھہرا لینا ورنہ مذہب تو

Marfat.com

دنیا کا گھٹیا سے گھٹیا بھی کوئی معلوم نہیں جو مال وجاہ کی حرص وہوس کی تعلیم و ترغیب دیتا ہو۔

رہا اسلام تو اس نے اپنی کتاب میں ہدایت کی طلب و درخواست کی سات آیتوں (یا جملوں) کے ایجازی و اعجازی دیباچہ کے بعد ہی آغاز کتاب میں حصولِ ہدایت کے لئے کُلی تین آیتوں میں جو پانچ بالکل فطری و عقلی شرطیں بیان کی ہیں ان میں عملاً دو —— اقامت صلوٰۃ و انفاق —— جاہ و مال ہی کی جڑ پر تیشہ لگاتی ہیں۔ حق پسندی و حق طلبی کی راہ مارنے اور ہر طرح کے انفرادی و اجتماعی فسادات پھیلانے میں ہمیشہ سب سے زیادہ حصہ جاہ و مال کی حرصی طلب و مقابلہ کا رہا ہے۔ پھر اب تو ماڈرن یا مغربی زندگی کی لائی اور پھیلائی ہوئی سکولرزم (لامذہبیت) کی دعوت نے آخرت کو عملاً زندگی سے دیس نکالا ہی دیدیا ہے۔ ہر پھر کر دنیا ہی دنیا کے جاہی و مالی —— چالو سکہ کی زبان میں سیاسی و معاشی —— تفوق و برتری تکاثر و مسابقت ہی کا نام عین ترقی قرار پاگیا ہے۔ اس ترقی نے زمین پر فساد کے سامانوں کی ترقی کو کس آسمان تک پہنچا دیا ہے اور اس میں "ہر مرد و عورت و بچہ" کو کتنا عظیم الشان حصہ ملا ہے! اس کا اندازہ ابھی ابھی اخبار (۱۳ ؍ جنوری ۱۹۶۲ء) ہاتھ میں آیا اس کی بمبئی سے ۱۰ ؍ جنوری کی چلی ہوئی ایک اطلاع سے ملاحظہ ہو:۔

"پروفیسر پی ایم بلیکٹ نے جو برطانیہ کے ایک ایٹمی سائنسداں ہیں اور نوبل پرائز حاصل کر چکے ہیں، آج یہاں کہا کہ اگر صرف امریکہ کے ایٹمی ذخیرہ کو برابر برابر تقسیم کر دیا جائے تو بیس ٹن ڈائنامیٹ کی طاقت کی تباہ کاری دنیا کے ہر مرد و عورت اور بچہ کے حصہ میں آئیگی۔

انھوں نے یہ بھی بتایا کہ امریکہ کے ایٹمی ذخیرہ میں تباہ کاری کی جو طاقت ہے، وہ

Marfat.com

دوسری جنگِ عظیم میں تمام فریقوں کی طرف سے پانچ سال تک استعمال کئے ہوئے بموں سے دس ہزار گنا زیادہ ہے"۔ اناللہ!

یہ تفوق و برتری یا قرآن کی زبان میں "علو فی الارض" کے ماڈرن میدان کے صرف ایک کیمپ یا فریق امریکہ کی جان لیوا ترقی کا سائنسی حساب ہے۔ دوسرا فریق روس اس میدان ترقی میں بڑھا ہی ہوا ہے۔ ورنہ ان پروفیسر صاحب ہی کی شہادت کی رو سے امریکہ سے کچھ کم تو بہرحال نہیں! لیکن علاج اس "تباہ کار ترقی" کا ہمارے سادہ لوح پروفیسر کے نزدیک بھی صرف مادی اسلحہ کا ترک ہے، نہ کہ اس کے مادہ تفوق و برتری کی مسابقتی ذہنیت کا!

اسلام جاہ و مال میں مقابلہ و مسابقت کی اس علو طلب و فساد انگیز ذہنیت کو سرے سے انسان کی حقیقی انسانیت کی ترقی یا ابدی فلاح آخرت کے مانع قرار دیتا ہے[1] اس علو طلبی یا احساس برتری کی ذہنیت کا جس نے شیطان کو شیطان بنا چھوڑا، کارگر توڑ یا اس کے جذبات کو قابو میں رکھنے کی تدبیر ایک ہی ہے کہ آدمی اپنے کو ایسی انتہائی عظمت و کبریائی والی ذات کے سامنے کھڑا پائے کہ خود اپنی کسی طرح کی نام نہاد یا عرفی بڑائی پر نظر پڑ بھی جائے تو ٹھہرنے نہ پائے۔ اونٹ پہاڑ کے نیچے کھڑا ہو کر اپنی بلندی و برتری کا دعویٰ کس منہ سے کریگا۔ اسی طرح کسی بڑے با اقتدار جاہ و جلال والے بادشاہ کے عین دربار میں کانپتے تھراتے کھڑے رہ کر پہلو میں کھڑے اس کے کسی حقیر سے حقیر چوبدار کے ساتھ بھی تحقیر کا کوئی برتاؤ کرنے کی جرأت کسی بڑے سے بڑے امیر و وزیر کو بھی کتنی ہوگی۔ نماز کچھ بھی نماز ہو تو اس کی روح بندہ کی اپنے خالق و مالک کی بے پایاں عظمت و جلال کے

---

[1] تلک الدار الاخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین (قصص ع ۹)

Marfat.com

آگے اپنی بے پایاں بندگی و عاجزی کے اظہار و استحضار کے سوا کیا ہے۔ تفوق و برتری یا جاہ طلبی کی حرص و ہوس ہی کی طرح مال کی حریصی طلب و محبت بھی انسان کو حق و خیر کے دیکھنے سننے سے اندھا بہرا کر دیتی ہے بلکہ مال کی حریصی طلب کا منشا بھی اکثر مالی برتری کی راہوں سے جاہی برتری کی طلب ہوتی ہے۔ غرض ایک مال جاہ کیا دنیا کے کسی معاملہ میں بھی نفس و نفسانیت یا خود غرضی —— خواہ وہ شخصی نہیں قومی و وطنی ہی ہو —— کا غلبہ ہی حق بینی و خیر پسندی کی راہ کا سب سے بڑا روڑہ ہے۔ اس خود غرضی یا لینے ہی لینے کی ذہنیت کو دینے ہی دینے کی ذہنیت پر زور دینے سے توڑا اور لین دین کے سارے معاملات کو اعتدال و انصاف کے حدود میں رکھا جا سکتا ہے۔ قرآن مجید نے ایک طرف اقامتِ صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ انفاق یا ایتائے زکوٰۃ کے حکم کو قریب قریب ہر جگہ لازم و ملزوم بنا دیا ہے دوسری طرف انفاق کے بجائے کسب و اخذ یا دینے کی جگہ لینے پر زور کیا کہنا چاہیئے کہ اس کے حکم و امر کی پورے قرآن میں ایک آیت نہیں ملتی[1]

نہ قرآن و اسلام کی اصطلاح میں انفاق کو صرف مال یا لین دین کے معاملات میں ایثار و قربانی تک محدود رکھا گیا ہے بلکہ نفس انفاقی ذہنیت پیدا کر کے معاشرہ میں ہر طرح کی نفع رسانی کو عام کرنا ہے۔ البتہ مال سے انسان کو جان تک سے زیادہ محبت ہو جاتی ہے، اسلئے خصوصی زور اس کے انفاق پر دیا گیا۔ ورنہ عموم میں تو ہر نیکی کو انفاق ہی کے ساتھ خود قرآن میں اتنا لازم و ملزوم ٹھہرا دیا گیا کہ "تم نیکی ہرگز کسی طرح پا ہی نہ سکو گے جب تک اپنی محبوب و پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرتے رہو" (لن تنالوا البر حتی تنفقوا

---

[1] اس عظیم حقیقت کا انکشاف راقم ہذا کو "سلسلۂ تجدید" کی کتاب تجدید معاشیات کے لکھنے وقت ہوا جس میں اس حقیقت کی پوری تفصیل کی گئی ہے۔

Marfat.com

مما تحبون) گویا خیر و نیکی یا نیک زندگی کی حقیقت ہی یہ ہے کہ اپنی محبوب و مرغوب چیز دں سے بھی کام زیادہ تر دوسروں کی آرام یا نفع کا ایثار ہے۔ حدیث میں زیادہ وضاحت کے ساتھ اسی حقیقت کو اس طرح کھول دیا گیا ہے کہ سب سے اچھا انسان وہ ہے جو لوگوں کی نفع رسانی میں لگا رہے (خیر الناس من ینفع الناس) لغت کی رُو سے بھی "بر" کے مفہوم میں خاص زور وسعت و عموم ہی پر ہے یعنی ہماری استطاعت و اختیار میں جو چیز بھی ایسی ہو جس سے دوسروں کو کسی طرح کا نفع پہنچایا اور ان کی راحت و مسرت کے کام میں لایا جا سکتا ہو اس سے دریغ نہ کرنا چاہئے۔

انفاق کی اس کمی و کیفی وسعت کا اندازہ لگانے کیلئے حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ایک متفق علیہ حدیث میں رسول اسلام کا یہ ایک ارشاد ہی کافی ہے کہ "ہر شخص کے ہر جوڑ بند یا عضو پر ہر سورج نکلنے والے دن یعنی روزانہ صدقہ واجب ہے" ظاہر ہے یہاں صدقہ سے مراد صرف مال یا روپیہ پیسہ کا خرچ کرنا نہیں ہو سکتا۔ اس کی ہر شخص کو ہر روز مقدرت ہی کہاں۔ اس لئے آگے چند مثالوں سے واضح فرما دیا گیا کہ دوسروں کو کسی نہ کسی قسم کا کوئی چھوٹا بڑا نفع پہنچانا یا ان کی خیر خواہی و ہمدردی کا کوئی کام کر دینا اسلام کی نظر میں سب صدقہ ہی صدقہ ہے۔ مثلاً

"دو شخصوں کے درمیان صلح کروا دینا بھی صدقہ ہے (حتیٰ کہ) کسی کو سواری پر سوار کرانے میں مدد دینا یا اس کا سامان اٹھا دینا بھی صدقہ ہے (حدیہ کہ) کوئی اچھی بات کہہ یا بتلا دینا بھی صدقہ ہے . . . . راستہ سے تکلیف کی چیز (کانٹا وغیرہ) ہٹا دینا بھی صدقہ ہے"۔

اس طرح اسلام نے اپنے کو مسلمان کہنے کہلانے والے ہر فرد پر انفاق یا خیرات و صدقات کا ہر روز جو مطالبہ عائد کر دیا ہے اس کا مطلب و مدعا یہی ہے کہ جان و مال وقت و

Marfat.com

قوت کے تمام سرمایوں اور صلاحیتوں کو زندگی بھر اپنوں پرایوں حتی کہ بے جان پہچان راہ گیروں تک کیلئے حسب موقع و مقدرت برابر استعمال کرتا رہے۔ دوسرے لفظوں میں مسلمان وہ ہے جس کی سیرت و ذہنیت، لینے سے زیادہ دینے کی نفع اندوزی سے زیادہ نفع رسانی کی خود غرضی سے زیادہ ایثار و قربانی کی یا حقوق طلبی سے زیادہ فرائض شناسی کی ہو، نہ کہ جدید مادی تعلیم و تہذیب والوں کی جس نے قومی و وطنی سیاسی و معاشی لونی و لسانی جماعتی و طبقاتی خالص دنیا ہی دنیا کی مادی حقوق طلبیوں کے فتنوں فسادوں کا ساری زمین کو اکھاڑہ بنا دیا ہے۔

دنیا ہی دنیا کے ان انفرادی و اجتماعی، شخصی و قومی منافع و مقاصد پر مبنی کوئی کشمکش یا مقابلہ و مسابقت کی دوڑ ایسی زندگی والے معاشرہ میں پرورش ہی کیسے پا سکتی ہے جس کی نظر اس پوری زندگی کے کسی نیک و بد ابدی انجام پر ہو اور جس انجام کی خیر و فلاح کی ایک بڑی شرط اس دنیا کی خود غرضانہ و نفس پرستانہ حرص و ہوس سے بچا بچا ناہو (من یوق شح نفسہ فاولئك هم المفلحون) اس سے بڑھ کر یہ کہ جس زندگی اور اس کی ساری قوتوں اور صلاحیتوں کے متعلق تصور یہ ہو کہ وہ سرے سے اپنی ملک ہی نہیں بلکہ اپنے حقیقی خالق و مالک کی عطا و اعانت ہیں — جیسا کہ "ومما رزقنهم" سے واضح ہے — وہ اصل مالک و معطی کی مرضی کے خلاف یا اس کی اجازت سے زیادہ اپنے ذاتی و نفسانی اغراض و مقاصد پر خرچ ہی کیسے کریگا۔ پھر اگر بظاہر برائے نام کچھ مجازی یا مستعار ملکیت ہم کو انتظامی مصالح کے مدنظر اپنی جان و مال پر عطا بھی کر دی گئی ہے تو مسلمان ہونے کے ساتھ ہی وہ ہم سے اخروی و ابدی نجات و فلاح یا جنت کے معاوضہ میں خرید لی جا چکی — "ان اللہ اشتری من المومنین انفسهم واموالهم بان لهم الجنة" — اس طرح جس چیز کو ہم بیچ چکے اس پر کسی طرح کے من مانے تصرف کا ہم کو حق کیا رہ گیا۔

Marfat.com

اسلام کی لاریبی "کتاب ہدایت" سے زندگی میں لاریبی و یقینی ہدایت یا روشنی حاصل کرنے کیلئے مفصلۂ بالا پنجگانہ عقلی و نقلی اصولی و کلی شرائط کو مختصراً پھر ایک مرتبہ ذہن کے سامنے کر لینا چاہئے کیونکہ ان کے بغیر نہ کوئی غیر مسلم اس کتاب کو بطور زندگی کے ہدایت نامہ کے قبول کر سکتا ہے اور نہ برائے نام قبول کرنے والے نام کے ہم مسلمان ان کو اپنی زندگی کا عملی دستور العمل بنائے بغیر "اولٰئك هم المفلحون" کے قطعی و حتمی وعدے کے سزاوار بن کر کامیاب مسلمان بن سکتے ہیں۔

۱۔ سب سے پہلی شرط "ایمان بالغیب" ہے۔ دین کی بنیاد ہی تمام تر اس پر ہے کہ ہماری سامنے کی محسوسات و مشاہدات کی دنیا یا عالم شہادت کے ماوراء ایک عالم غیب بھی ہے[۱] اب کوئی خوش فہم یہ سمجھ لیتا ہے کہ ہمارے حواسی ادراکات یا ان ہی پر مبنی اور اس عالم شہادت ہی سے متعلق کچھ عقلی و استدلالی معلومات کے علاوہ ماضی اور مستقبل کے غیب میں سرے سے کچھ ہے ہی نہیں، یا ہم کو اس سے کوئی سروکار نہیں تو اس غیب یا اندھیرے میں کسی روشنی یا ہدایت کی ضرورت و طلب کا سوال ہی کیا رہا۔

۲۔ البتہ جو اس اندھیرے اور غیب کو محسوس کرتا ہے وہ اس کے کم از کم احتمالی خطرات سے بھی ڈرے گا اور ان سے بچنے کے لئے آپ سے آپ روشنی کا بھی طالب ہوگا۔ متقی کے لفظی معنی ہی ہیں "ڈرنے اور بچنے والے" کے یعنی جو کسی خطرہ کو محسوس اور اس سے ڈر کر بچاؤ کی احتیاطی و اختیاری فکر و تدبیر کرتا ہے ــــــ ایسا متقی و محتاط ذہن لازماً اپنے کو انکار و استکبار سے محفوظ اور قبول حق کے لئے کھلا رکھے گا۔ یہی اس کے حق میں

---

[۱] اس پر مفصلاً گفتگو ضمیمہ کے عنوان سے آخر کتاب میں ملے گی اور "مذہب و عقلیات" کے نام سے ایک پرانے لکچر میں بھی۔ (شائع کردہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ)

Marfat.com

صلاتی ذہنیت ہوگی جو اس کو حق یابی کا طالب وساعی بھی بنا دے گی۔ پھر انشاء اللہ "الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا" کا وہ خدائی وعدہ پورا ہو کر رہے گا کہ جو خدا کی طرف ایک بالشت بڑھتا ہے خدا اس کی طرف دو بالشت بڑھتا ہے۔ حدیہ کہ جو اس کی طرف چل کر جاتا ہے اس کی طرف وہ دوڑ کر آتا ہے۔ ہم ذرا اس کی طرف قدم اٹھا کر تو دیکھیں۔

۳ — اس قدم کا بڑا بلکہ کہنا چاہیے کہ سب سے بڑا ثبوت انفاقی یا انفاقی ذہنیت ہوگی، جو شخص بھی کسی خطرہ وضرر سے بچنا یا کسی نفع ومقصد کو حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ اس نفع وضرر کی اہمیت کے مناسب اس کی راہ میں اپنی بساط بھر جان ومال وقت وقوت وغیرہ کسی قربانی کا کوئی قدم پیچھے کیسے ہٹا لے گا۔

۴ — اور راہ کی رہنمائی کرنے والے کو کیسے خود ہی تلاش نہ کرے گا چہ جائیکہ اُلٹے اس راہ کی طرف کوئی پکار رہا ہو "سمعنا منادیا ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم" تو وہ کیسے آمنا کہہ کر نہ دوڑ پڑے گا یہی "غیب" کے اندھیرے میں "بما انزل الیك وما انزل من قبلك" کی روشنی یا مکمل نظامِ رسالت پر اور لازماً رسولِ اسلام پر ایمان ہوگا۔

۵ — بالآخر "غیب" کے اس اندھیرے میں سب سے زیادہ نفع وضرر اور خوف وخطر کا اندھیرا موت یا مستقبل وآخرت کا ہے اسلئے ہدایت طلب زندگی کیلئے آخرت پر ایمان سے بھی بڑھ کر ایقان کی شرط کا مطالبہ کیا گیا — وبالآخرۃ ھم یوقنون۔

ہدایت یابی کی ان ہی شرائط یا مقدمات خمسہ کو ایماناً وعملاً قبول واختیار کرنے والوں کو اپنے رب کی راہ پر چلنے والا اور اس کے نتیجہ میں دین ودنیا کی فلاح وکامیابی کا حتمی یقین واطمینان دلایا گیا۔ اولئك علی ھدی من ربھم واولئك ھم المفلحون۔

یاد رہے کہ جس طرح "ایمان بالغیب" کے جامع مطالبہ میں تمام ایمانی واعتقادی

Marfat.com

غیوب داخل ہیں اسی طرح "اقامت صلوٰۃ" اور "انفاق" کی شرط خدا اور بندہ کے عملی حقوق ۔ عبادات و معاملات و اخلاق اور معاشرت ـــــ سب کو حاوی ہے۔ پھر پورے قرآن میں جگہ جگہ خالق و مخلوق کے ان عملی حقوق و فرائض کو عمل صالح سے تعبیر فرمایا گیا اور ہر جگہ ایمان کو عمل صالح کے ساتھ غیر منفک طور پر مقید یا لازم و ملزوم قرار دیکر صرف دین و آخرت ہی کی کامل و یقینی نجات و فلاح کو اس پر منحصر نہیں ٹھہرایا گیا بلکہ دنیا کی انفرادی و اجتماعی کامیابیوں کو بھی ایمان و عمل صالح کی جامع و توام زندگی ہی پر موعود و مرتب فرمایا گیا ہے۔ اور اس راقم ناکارہ کے نزدیک عین کتاب اللہ ہی کی نصوص و قطعیات کی رو سے "مسلمان کیا کریں؟" کا جواب اسلام کی طرف سے صرف ایک ہی ہے کہ یہ اکثریت و اقلیت، حاکمیت و محکومیت، غلبہ و مغلوبیت کے جس زمان و مکان میں جب جہاں کہیں ہوں، اس حال و ماحول کے مطابق اپنے اختیار و وسعت بھر شخصی و انفرادی خانگی (گھریلو) و اجتماعی "ایمان و عمل صالح" کی زندگی کا حق ادا کرتے رہیں۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کی رضا و نصرت حاصل ہوگی۔ پھر یہی خدائی رضا و نصرت ہر حال و ماحول کے مناسب ہمارے مسائل و مشکلات کو حل کرنے والے ظاہری اسباب و وسائل بھی پیدا کرے گی نہ کہ غیروں کی بلکہ ان ہی کی پوزرونہ دار نقالی میں سارا زور محض ظاہری و مادی مساعی و تدابیر پر لگا دینا یہ تو سرے سے خدا چھوڑی اور توحید الٰہ کے بالکل بنیادی و ابتدائی مطالبہ کے منافی سراسر غیر اسلامی راہ و روشنی ہوگی۔ گویا خدا کی خدائی صرف آسمان تک محدود ہے۔ زمین یا دنیا کے نیک و بد میں اس کو کوئی دخل نہیں۔ تو مسلمان کو بھولنا نہ چاہئے (حالانکہ ہماری سب سے بڑی بھول یہی ہے) کہ اسلام و قرآن کا خدا آسمان ہی کا نہیں آسمان و زمین اور ان کے بیچ میں جو کچھ بھی ہے سب ہی کا وہی اور وہی خدا یا "الٰہ واحد" اور رب سب ہی کچھ ہے ـــــ ان الٰھکم لواحد رب السمٰوٰت والارض وما بینھما ـــــ وہی

Marfat.com

اپنی حکمت و علم کے مطابق آسمان سے لے کر زمین تک کی پوری کائنات و کارخانہ کے پورے کاروبار کو چلاتا ہے ـــ ھوالذی فی السماء الٰہ وفی الارض الٰہ وھوالحکیم العلیم ـــ یدبر الامر من السماء الی الارض۔

ہدایت یابی کی نفسیات و منطق کے ان پانچ اصول و مقدمات میں اصل الاصول و مقدم ترین "متقیانہ ایمان بالغیب" ہی ہے، اگر کوئی شخص اس عالم شہادت کے انتہائی ماضی و مستقبل میں سرے سے غیب ہی کا شعور و ادراک نہیں رکھتا یا دیدہ دانستہ اس سے اعراض و انکار ہے یا قولاً منکر نہ سہی عملاً اس غیب اور اندھیرے کے خطرات سے کسی موثر و معتد بہ احتمال کے درجہ میں بھی قطعاً بے پرواہ ہو تو اس نے تو اپنی انسانی فطرت ہی کا انکار اور اس کو مسخ کر کے اپنے دل و دماغ آنکھ کان سب پر ہدایت و حق کی طلب و یافت کے دروازے بند کر لئے اور "ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ" کی خدائی "مغضوبیت" کا سزا یافتہ بن گیا ہے۔ یعنی جس طرح کسی غیب کے اندھیرے میں روشنی یا ہدایت کی جستجو اسی وقت ہوگی جبکہ ہم اس کو اس اندھیرے کے احساس کے ساتھ اس کے امکانی و احتمالی خطرات کا خوف اور ان سے بچاؤ کی فکر بھی ہو "یومنون بالغیب" کے ساتھ "المتقین" کی قید کا مطلب یہی ہے۔ علیٰ ہذا "اولئک ھم المفلحون" کی ہدایت یاب اور لازماً فلاح یاب جماعت کے برعکس ہدایت و فلاح سے لابد محرومی بھی ایسی جماعت نے خود ہی اپنی قسمت بنالی ہے جو ہدایت یابی کے پہلے ہی قدم عالم شہادت پیچھے کسی عالم غیب کے وجود کا قولاً و عملاً کفر و انکار کر چکی اور "ھم المفلحون" کے وعدہ کے بجائے "لہم عذاب عظیم" کی مستحق بن گئی۔

ہدایت و ضلالت کے لحاظ سے کھلے کفر و ایمان والوں کی ان دو جماعتوں یا

Marfat.com

تقسیموں کے علاوہ ایک تیسری تقسیم ایسے لوگوں کی نکلتی ہے جو دنیا ہی کے شخصی و قومی مفاد و مصلحت یا محض کسی خاندانی و رسمی روایت و عادت کی بنا پر زبان سے تو اپنے کو خدا و آخرت سب ایمان رکھنے والا کہتے جاتے ہیں لیکن دل یا عمل سے اس کی تصدیق کیا تکذیب و انکار ہی کرتے رہتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ بھی قطعاً مومن نہیں بلکہ اس دورخے پن سے بندوں ہی کو نہیں گو یا خدا کو بھی دھوکا دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر خود فریبی یا اپنے ہی کو دھوکا دینا ہے جس کو یہ بدعقل محسوس تک نہیں کرتے۔ یہ حقیقت میں کھلے کفر کے مرض سے بھی بڑھ کر فساد پھیلانے والا مرض ہے اس زمانہ میں خصوصاً یہ دورخی منافقانہ سیاست و صحافت سب ہی افساد فی الارض کی سب سے بڑی وبا ہے ایسی وبا کہ الٹے اسی کے عین اصلاح ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔

اس مرض نفاق کا ساتویں صدی میں جو نقشہ قرآن مجید نے دوسرے ہی رکوع میں کھینچا ہے وہ آج بیسویں صدی میں کیسا آنکھوں کے سامنے ہے کہ جب ان نفاق کے مریضوں سے

واذا قیل لھم لا تفسدوا فی	کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ کہتے ہیں کہ وہ ہم
الارض قالوا انما نحن مصلحون	ہی تو اصلاح کرنے والے ہیں، یاد رکھو کہ یہ درحقیقت
الا انھم ھم المفسدون ولکن لا	صلاح کے نام سے فساد ہی پھیلانے والے ہیں لیکن اپنی منافقانہ
یشعرون ۰ واذا قیل لھم امنوا	ذہنیت کی بدولت سمجھتے ہی نہیں بلکہ الٹے سچے ایمان والوں
کما امن الناس قالوا انؤمن	ہی کو احمق بناتے ہیں۔ حالانکہ خود ہی اتنے بڑے احمق ہیں
کما امن السفھاء الا انھم ھم	کہ اپنی حماقت کو محسوس بھی نہیں کرتے (اور یہ نفاق ان کی
السفھاء ولکن لا یعلمون ۰ واذا	اس حرکت ہی سے ظاہر ہے کہ) جب اہل ایمان سے ملتے
لقوا الذین امنوا قالوا امنا	ہیں تو ایمان کی باتیں کرتے ہیں پھر جب اپنے شیطانی
واذا خلوا الی شیطینھم	لیڈروں کے پاس تخلیہ میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اصل میں

Marfat.com

تو ہم تمہارے ہی ساتھ ہیں باقی ان سے محض مذاق کرتے ہیں (وہ کیا مذاق کرتے درامل) اللہ تعالیٰ ہی ان سے مذاق فرماتے اور ان کی سرکشی کی بدولت ڈھیل دیتے چلے جاتے ہیں کہ وہ اسی میں سرگرداں رہیں۔ قالوا انا معکم انما نحن مستھزؤن ہ اللہ یستھزئ بھم و یمدھم فی طغیانھم یعمھون۔

ان کی اس منافقانہ راہ وروش کا حاصل خود ان کے حق میں اس کے سوا کیا رہا کہ زبان وظاہر کی حد تک ہدایت کو قبول کر کے بھی اس کے بدلے میں ضلالت ہی کو خرید لیا۔ ایسا سودا نہ حقیقۃً ان کے حق میں سود مند رہا اور نہ وہ ہدایت یاب رہے اولئک الذین اشتروا الضلالۃ بالھدی فما ربحت تجارتھم وما کانوا مھتدین۔

بس ہدایت وضلالت کے باب میں کتابِ ہدایت ہی کے خصوصاً ان نشان زد نشانیوں کے آئینہ میں آگے ذرا ہم مسلمان نام اس "بہترین اُمت" (خیر امۃ) کے اسلامی سراپا کا جائزہ لینا ہے جس کو تمام عالم کی ہدایت کا ذمہ دار بنایا گیا ہے اور پھر اس کتابِ ہدایت ہی کے عطا فرمائے ہوئے نظامِ صلاح واصلاح کی روشنی و رہنمائی میں مسلمانوں کے مسلمان یا خیر امۃ بننے بنانے کی کچھ تفصیل پیش ہوگی۔

واللہ الموفق والمستعان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝
اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

"وَالْعَصْرِ ۝"

'عصر' کے معنی اور اس کا مفہوم

"عصر" کے معنی زمانہ یا وقت کے ہیں، عربی محاورہ میں اس کا مفہوم وتصور مرور وگذران یا چل چلاؤ کا ہے۔ گویا زمانہ خود اپنی اسی داخلی حقیقت وتصور اور دن رات کے خارجی تجربات ومشاہدات ہی کی رو سے اس بات کی سراپا شہادت وثبوت ہے کہ زمانہ کی کسی چیز میں ٹھہراؤ یا بقا وثبات قطعاً نہیں، ہر شے پادر ہوا، آنی جانی اور فانی ہے، لہٰذا اُس انسان سے بڑھ کر کون نادان خاسر اور زیاں کار ہوگا جو اپنی زندگی جیسی بے بہا دولت اور اس کی ساری فرصت و قوت صحت وطاقت' مال وثروت کو ایسے چل چلاؤ والے ناپائیدار مقاصد ومشاغل میں لگا دے، جن کا نہ اس غیر یقینی زندگی میں حصول یقینی، اور نہ کسی درجہ میں اگر حاصل

Marfat.com

ہو بھی جائیں تو زندگی بھر ان کا بقا یقینی ہے، بالفرض باقی بھی رہیں تو بیماری آزاری وغیرہ بیسیوں عوارض و موانع ایسے لگے رہتے ہیں کہ جی بھر کر ان سے متمتع و لطف اندوز نہیں ہونے دیتے، ہونے بھی دیں تو لطف اندوز ہونے والی یہ زندگی ہی اتنی ناپائیدار اور غیر یقینی ہے کہ یقین پل بھر کا نہیں۔

غلط نظریہ حیات | اُن دانشمندوں کا کہنا ہی کیا جو کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ موت منہ پھاڑے دانت نکالے ہر آن سامنے کھڑی ہے پھر بھی ان کے علم و دانش کا فتویٰ یہی ہو چکا ہے کہ زندگی بس یہی گنی چنی آنے جانے والی چند سانسوں کا نام ہے اور موت کے منہ میں چلے جانے کے بعد نہ اس زندگی کا کوئی انجام حاصل ہے نہ مطلب و مصرف؛ اس لئے ان گنی چنی سانسوں ہی کو غنیمت جان کر جو کچھ سامنے دسترخوان پر آجائے جلدی جلدی ہاتھ مار کر پیٹ تک پہنچا دو یعنی وہی جو شیخ شیراز کے الفاظ میں ہمیشہ دہرایا کرتا ہوں کہ "خوردن برائے زیستن" کے آگے جب "زیستن" یا نفس زندگی کا کوئی مطلب و مدعا معلوم و متعین نہیں تو اس دور تسلسل کی منطق پر ایمان لانے سے چارہ ہی کیا کہ "کھانا جینے کے لئے ہے اور جینا پھر الٹ کر کھانے کے لئے" اور اسی اُلٹ پھیر میں پلٹے کھاتے کھاتے بالآخر ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کے جانوروں ہی کی طرح دیر سویر انسان نام "اعلیٰ درجہ کا حیوان" یا بڑھیا جانور (HIGHER ANIMAL) کا بھی مرتے چلے جانا۔

جانور تو غریب جانور ہے ہی اس کے اندر مستقبل کا کوئی شعوری سوال

Marfat.com

ہی کہاں، غیر شعوری جبلی مشاغل کی زنجیروں میں بندھا کھاتا پیتا، جنتا جناتا، مرجاتا ہے لیکن انسان جس کی انسانی فطرت ونفس ہی میں حاضر وحال سے زیادہ مستقبل ومآل پر نظر اتنی جمادی گئی ہے کہ اس چندروزہ زندگی کو چند روزہ جان کر بھی اس کے "آج" سے زیادہ "کل" ہی کی فکر میں مرتا کھپتا رہتا ہے تو اس پوری زندگی کی "آج" کے "کل" یا انجام وعاقبت کے سوال سے غفلت وبے فکری کی "خود فراموشی" کو "خدا فراموشی" کی بالکل قدرتی وواجبی سزا کے سوا کیا کہا جائے، "نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ" اور یہ بے فکری وبے حسی بلکہ سچ پوچھئے تو بے حیائی کی کچھ ایسی ہی ذہنیت ہے کہ ایک شخص جس کو پھانسی کا قطعی حکم ہو چکا ہے صرف دن اور وقت مقرر نہیں ہوا وہ اسی مہلت کو غنیمت پا کر جو کچھ کھانے پہننے نام ونمود کا جاوبیجا موقع مل رہا ہے، جلدی جلدی اس سے فائدہ اٹھا لینے کے سوا کچھ اور اس کو سوجھائی ہی نہیں دیتا، دل ودماغ ہے مگر اس سے سمجھتے نہیں، کان ہیں مگر اُن سے سنتے نہیں، آنکھیں ہیں مگر اُن سے دیکھتے نہیں، لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا (۱۷۸)

اس اندھی بہری منطق وفلسفہ والی ذہنیت سے حجت کرنا تو بھینس کے آگے بین بجانا ہوگا البتہ سوال ان سے ہے جن کی انجام بیں ودوراندیش انسانی فطرت کے اندر اس پوری زندگی کے مآل ومستقبل کا سوال کچھ زندہ ہے اور اُن سے بھی بڑھ کر اُن سے جن کے کان اور آنکھیں ایمان نے کھول دی ہیں اور جو اس سوال کے قطعی و

Marfat.com

آخری جواب کو پا اور مان چکے ہیں کہ کیا اس سے بڑھ کر کوئی نقصان وخسران یا ٹوٹے گھاٹے کا سودا ہو سکتا ہے کہ ایسی فانی اور بے ثبات زندگی کے بدلے جس کے بقا و ثبات کی ضمانت ایک لمحہ اور پل بھر کی بھی نہیں کی اور دی جا سکتی غیر فانی اور ابدی انجام و آخرت کی صلاح و فلاح کو دھڑا دھڑ بیچتے رہیں۔

صحیح تصورِ حیات | جس کو دنیا بھر کے سچوں سے سچا جان کر ہم آخرت کی ابدی زندگی کو مان چکے ہیں، اسی کو کس شدومد سے سورۂ کہف کے آخر میں خصوصیت سے ان ہی اندھوں بہروں توحید و آخرت کے منکروں (اَلَّذِیْنَ کَانَتْ اَعْیُنُهُمْ فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِیْ وَكَانُوْا لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَمْعًا (۱۰۱)) کو تنبیہ و آگاہ کر دینے کا حکم ہوتا ہے کہ تم کو بتائیں ہم کہ زندگی کے سارے مشاغل و اعمال میں سب سے بڑھ کر زیان کا یا خسارہ اور گھاٹا اٹھانے والے کون ہیں؟ وہی جنھوں نے اپنی ساری جدوجہد اور سرگرمیوں کو اس ذلیل و حقیر زندگی میں گنوا دیا اور (خوش فہمی سے الٹے) سمجھتے رہے کہ بڑا پالا مارا، یہی تو ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کی نشانیوں اور (قیامت) کے دن اس کا سامنا ہونے سے انکار کیا، جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ (آخرت کے لحاظ سے) اس دنیا کے ان کے کئے دھرے سارے کام غارت ہو کر رہ گئے، لہٰذا قیامت کے دن اُن کے لئے ان کاموں کی کوئی قیمت یا وزن ہمارے ہاں نہ ہوگا۔ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ

Marfat.com

فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ (۱۸: ۱۰۳ تا ۱۰۵)

مسلمان نام ہی "اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ" کے اسی اخروی انسانی خسران سے بچنے والے استثنائی سوداگر کا ہے یعنی اس سودے میں ہمہ گیر انسانی زیاں و خسران گھاٹے اور نقصان سے بچ صرف وہی فرد و جماعت معاشرہ و ملت سکتی ہے جو ایمان و صلاح کی فکری و عملی زندگی قبول و اختیار کر لے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔

انسانی خسران

توحید الٰہ اور ایقان آخرت کے انکار سے رونما ہوتا ہے!

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝

توحید اور ایقانِ آخرت ایمان کی اساس ہیں

ایمان کی بڑی جڑ توحیدِ الٰہ اور ایقانِ آخرت ہے، رسالت وغیرہ کے ایمانیات انھیں دو کے لوازم و توابع ہیں، پھر ان ہی ایمانیات کی جڑوں سے اعمالِ صالحہ کی پوری انفرادی و اجتماعی زندگی کے برگ و بار پھوٹتے اور پروان چڑھتے ہیں۔

لیکن توحید کی حقیقت کو ایسا گم کیا گیا ہے کہ جہلا و عوام بلکہ بہتیرے اچھے خاصے علما، و خواص تک یہ سمجھتے سمجھاتے ہیں کہ خدا یا خالق عالم ایک ہی ہے، اس توحید کے مدعی تو قرآنی دعوتِ توحید کے اولین مخاطب عرب کے کٹر مشرکین تک تھے اُن سے

Marfat.com

پوچھا جاتا کہ زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ تو پورے یقین وقوت سے یہی کہتے تھے کہ اللہ (لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ) اور بھی دنیا کی مشرک سے مشرک قوموں میں توحید ذات کے منکر کم ہی ملیں گے، خود ہمارے ہندوستان میں جہاں الٰہ یا دیبی دیوتاؤں کی تعداد کروڑوں تک جاتی ہے توحید ذات کے کیسے اونچے سے اونچے فلسفے موجود ہیں لیکن زندگی کا تعلق قدم قدم پر غیر اللہ ہی سے ہے۔

اسلام کے دعوتی کلمہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کے اقرار اور اس پر ایمان کا بالکل لفظی مطالبہ اللہ کے نہیں الٰہ کے واحد جاننے ماننے کا ہے کہ اللہ کے سوا الٰہ قطعاً کوئی دوسرا نہیں "لَآ اِلٰهَ" کے لفظی معنی جن وانس ملائکہ وانبیا حیوانات وجمادات زمین و آسمان کی ساری مخلوقات سے بلا استثنا کسی جاندار و بے جان فرد کے اِلٰہ ہونے کی کلیتہً نفی اور اِلَّا اللّٰهُ کے معنی ایک اللہ ہی کے لئے "الٰہ" یا صفت "الٰہیت" کا بالکلیہ اثبات ہے۔

دو چار جگہ نہیں قرآن بھر میں بیسیوں جگہ بار بار اور مختلف عنوانات سے بہ تکرار اس دعوے اور دعوت پر اصرار ہے کہ الٰہ صرف ایک اللہ ہی ہے (اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ) ایک کے سوا کوئی بھی دوسرا الٰہ نہیں، وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ تمہارا اللہ بالکلیہ بس ایک ہی ہے اِنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ زمین وآسمان وغیرہ ہر جگہ الٰہ وہی ہے، هُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ۔ اور وہ تو اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ سو جان رکھو اللہ کے

Marfat.com

سوا کوئی بھی الٰہ نہیں، فَاعۡلَمۡ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اللہ کے ساتھ کسی بھی دوسرے کو الٰہ مت بناؤ، لَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ۔ اللہ کے سوا کون الٰہ ہے مَنۡ اِلٰہٌ غَیۡرُ اللّٰہِ۔ متکلم مخاطب غائب ہر صیغہ میں اس توحید الٰہ کی حقیقت و دعوت کو دہرایا گیا ہے، یقیناً کوئی بھی الٰہ نہیں، مگر میں ہی اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا، نہیں ہے کوئی بھی الٰہ مگر "تو" ہی لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنۡتَ "ہرگز نہیں کوئی الٰہ نہیں مگر وہی" اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ، سورۂ اعراف میں مختلف انبیاء علیہم السلام کی زبان سے فرداً فرداً اسی دعوے و دعوت کو دہرایا گیا کہ "اے میری قوم بندگی و پرستش بس صرف اللہ ہی کی کرو، اس کے سوا کوئی تمہارا الٰہ نہیں، یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ۔ اور سورۂ کہف میں تو نبی الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے کہلایا گیا کہ "یقیناً میں تمہارا جیسا بشر ہی ہوں البتہ مجھکو وحی کے ذریعے یہ علم و پیام ملتا ہے کہ تمہارا الٰہ صرف ایک ہی الٰہ ہے قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـہُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ یعنی وحی و نبوت کا عطر و جوہر ہی توحید الٰہ کی تعلیم و تبلیغ ہے۔

اِلٰہ کا عرب میں بالکل وہی مفہوم و تصور تھا جو ہمارے ہندوستان میں دیوی دیوتا کا ہے یعنی ہر وہ جاندار اور بے جان چیز جس سے آدمی پوجا و پرستش یا بندگی و عبادت کا کوئی تعلق پیدا کرلیتا ہے اور عام طور پر "لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کا ترجمہ بھی یہی کیا جاتا ہے کہ "نہیں ہے کوئی معبود (یعنی پوجنے کے لائق) مگر اللہ" پھر بھی بزرگوں ان کی قبروں تعزیوں وغیرہ سے مسلمان وہی تعلق و معاملہ رکھ کر جو غیر مسلم دیبی دیوتاؤں سے

Marfat.com

رکھتے ہیں کہے اور سمجھے اپنے کو موحد ہی جانتے ہیں!

عبادت و پرستش کی حقیقت کسی کے سامنے اپنی انتہائی کمتری و ذلت یا بندگی وعبدیت کا اظہار ہے، یہ اظہار فطری طور پر بالعموم اسی کی عظمت کے سامنے کیا جاتا ہے جس کے ہاتھ میں آدمی کوئی اپنا سود وزیاں فلاح وخسران یا نفع وضرر دیکھتا ہے غیر اللہ کی "معبودیت" کے ابطال ونفی میں بندگی و پرستش کی اسی حقیقت کو ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے قرآن توحید کی مستقل دلیل قرار دیتا ہے:-

کیا تم اللہ کے سوا ایسوں کی پوجا پرستش کرتے ہو	اَفَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا
جو تم کو نہ کوئی ذرہ بھر نفع پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر۔	یَنۡفَعُکُمۡ شَیۡئًا وَّلَا یَضُرُّکُمۡ ۔ اُفٍّ
تف ہے تم پر بھی اور ان پر جن کو تم پوجتے ہو اللہ	لَّکُمۡ وَلِمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ
کے سوا، کیا اتنی (موٹی) بات بھی نہیں سمجھتے۔	اللّٰهِ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۰ (۲۱: ۶۶، ۶۷)

علت ومعلول کے لزوم کا فلسفہ ختم ہو چکا

کچھ انتظامی اسباب ووسائط البتہ نفع وضرر کے ظہور کے لئے بنا دیئے گئے ہیں جن کی تعبیر خود قرآن نے آیات یا علامات سے کی ہے یعنی یہ اسباب ووسائل بالذات مؤثر وعلت نہیں بلکہ محض انتظامی علامات ہیں جس طرح ریل کا ہتھا (سگنل) گاڑی کے آنے جانے کی خالی انتظامی نشانی ہوتا ہے اور گاڑی کا چلنا یا رکنا ڈرائیور کے ارادہ کے تابع ہوتا ہے، علت ومعلول کے وجوب و لزوم یا جبر وضرورت کا فلسفہ کی دنیا میں ہیوم وکانٹ کے ہاتھوں کہنا چاہئے کہ اٹھارہویں صدی ہی میں جنازہ نکل چکا تھا اور اب بیسویں صدی کے ربع اول میں

Marfat.com

آئنسٹائن وغیرہ کے بعد سے سائنس کی دنیا میں بھی اس کو دفن ہی سمجھا جا رہا ہے "سر آرتھر ایڈنگٹن جیسے اکابر سائنس کے الفاظ میں "علت و معلول کی قطعیت و کلیت کو مادی دنیا سے ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دینا پڑا ہے" یعنی سائنس یا مادیت کی دنیا میں ہزاروں سال سے جو یہ مسلم چلا آ رہا تھا کہ اشیا یا علتیں بالذات کوئی نہ کوئی ایسی قوت و خاصیت پائی جاتی ہے جس سے معلول کو لزوماً دواماً غیر منفک طور پہ پیدا و ظاہر ہونا ہی چاہیئے یہ مسلمہ اب خود مادی و سائنسی تجربات کی رو سے غیر مسلم بن چکا ہے۔

ہر فعل و اثر بالذات اور بلا شرکتِ غیر خدا ہی کے قبضہ میں ہے

لیکن مسلمان نہ فلسفہ و سائنس پر ایمان لانے والے کا نام ہے نہ ہیوم و ارتھر ایڈنگٹن پر وہ تو اٹھارہویں صدی سے بھی ہزار سال پہلے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لائے ہوئے جس قرآن پر ایمان لا چکا ہے اور جس ایمان پر اس کو رہتی دنیا تک رہنا اور اسی پر مرنا ہے، اس کی رو سے مادی اور غیر مادی کائنات سمٰوات و ارض میں کہیں بھی کوئی مخلوق ایسی نہیں جو اپنے کسی بھی فعل اثر یا نفع و ضرر میں آزاد و مختار ہو، جس خالق نے اس کو پیدا کیا ہے وہی بالذات و براہِ راست اس کی ہر ہر حرکت و سکون کا بھی خالق ہے اور یہ خالق جس طرح نئے پرانے مادہ پرستوں کا اندھا بہرہ مردہ مادہ نہیں، اسی طرح فلسفیوں اور بہت سے فلسفیانہ مذہبوں کا خدا یا انگلستان کا بے دست و پا بادشاہ بھی نہیں جس نے اپنی مخلوق یا رعایا کو آزادی و خود مختاری دیکر خود کو معزول و معطل کر لیا ہو۔

غرض قرآن یا اسلام کی ابتدائی و بنیادی دعوت ہی کا یہ بالکل ابتدائی و

Marfat.com

بنیادی لازمہ و مطالبہ ہے کہ ہم ہر چھوٹی بڑی چیز اور اس کے ہر چھوٹے بڑے فعل و اثر کو بالذات اور بلا شرکت غیرے تمام تر خدا ہی کے قبضہ و اختیار میں جانیں اور دیکھیں اور ظاہری اسباب و وسائل کو بس ظاہری یا انتظامی وسائط ہی یقین کرتے رہیں کسی غیر کو مالک و مختار متصرف ہرگز قرار نہ دیں مالکانہ اختیار جس کی شان یہ ہے کہ اس کے استعمال میں کوئی بھی دوسرا قطعاً کسی درجہ میں بھی مانع و مزاحم نہ ہو سکے، یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل اور اسی کا حق ہے، اللہ کے سوا کوئی بڑے سے بڑا دوسرا مالکانہ اختیار و اقتدار کے ساتھ نہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا نفع پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے نہ ضرر۔

"بعد از خدا بزرگ توئی" علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر اسلام اور مسلمان کی نظر میں کون بڑا ہوگا مگر خود اپنی ذات تک کی نسبت خود آپ ہی سے اعلان کرایا گیا کہ "کہدو کہ میں خود اپنے لئے بھی کسی نفع و ضرر کا کوئی مالکانہ اختیار مطلق نہیں رکھتا (لَآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا) تا بدیگراں چہ رسد، تاہم دوسری جگہ دوسروں کے معاملہ میں بھی اسی قوت کے ساتھ اور آپ ہی کی زبان سے اقرار کرایا گیا کہ "کہدو تمہارے لئے بھی میں کسی برائی بھلائی کا مالک مطلقاً نہیں (لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا) رشد و ہدایت گمراہی و ضلالت سے بڑھ کر کون سا نفع و ضرر ہوگا کہ اسی پر بالکلیہ آخرت کی نہ ختم ہونے والی ابدی زندگی کی فلاح و خسران کا انحصار ہے پھر آپ کی بعثت تمام تر ہدایت کا نفع پہنچانے اور ضلالت کے ضرر سے بچانے ہی کے لئے تھی اور اب قیامت تک آپ ہی کی دعوت کے

Marfat.com

رد و قبول یا آپ ہی کے تعلق و نسبت سے ہدایت و ضلالت کے سب سے بڑے نفع و ضر کا ظہور ہوتا رہے گا، بایں ہمہ خود اس سرچشمۂ رشد و ہدایت کو مخاطب فرما کر کس قوت و شدت کے ساتھ آگاہ فرمایا جا رہا ہے کہ "تمہارے اختیار میں بالکل نہیں کہ جس کو چاہو ہدایت دیدو یہ تو بس اللہ ہی کا کام ہے کہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (۲۸/۵۶)

سورۂ یونس کے آخری رکوع میں دین کی اسی جوہری و بنیادی غیر مشکوک حقیقت کی خود حضور ہی کی زبانِ مبارک سے تفصیل فرمائی گئی ہے بندگی و عبادت اور نفع و ضر کے معاملہ میں استعانت کا تعلق کسی غیر اللہ سے قطعاً نہ رکھو ارشاد ہے کہ کہدو اے لوگو اگر تم کو اس بارے میں کچھ شک و شبہ ہے کہ جو دین میں لایا ہوں اس کی حقیقت کیا ہے (يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ) تو سن لو کہ تم خدا کے سوا جن کی پرستش و بندگی یا پوجا کرتے ہو میں نہیں کرتا . . . . . مجھے تو یہ حکم ملا ہے کہ

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ	اللہ کے سوا کسی دوسرے کو نہ پکارو کہ وہ نہ تو تم کو
وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ	کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ ضرر، اگر تم نے ایسا کیا
اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ	تو ایسی صورت میں تم یقیناً ظالموں میں سے ہوگے
اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ج	اگر خدا تم کو کوئی ضرر پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دوسرا
وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ	اس کو دور کرنے والا ہرگز نہیں اور اگر وہ تمہارے
(۱۰/۱۰۷)	حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو کوئی اس مہربانی
	سے اس کو روکنے والا نہیں۔

Marfat.com

پھر ذرا آگے :-

کہدو لوگوں سے کہ یہی (وہ غیر مشکوک دین) حق ہے — قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ

جو تمہارے پاس خود تمہارے پروردگار کے پاس سے — الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنِ اھْتَدٰی

آگیا لہذا اب جو سیدھی راہ اختیار کریگا اپنے ہی — فَاِنَّمَا یَھْتَدِیْ لِنَفْسِہٖ وَمَنْ

بھلے کیلئے کریگا جو گمراہی میں پڑے گا وہ بھی خود ہی — ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْھَا وَمَآ

بھگتے گا میں (یہ غیر مشکوک دین پیام پہنچانے کے بعد) — اَنَا عَلَیْکُمْ بِوَکِیْلٍ ۝ (یونس ۱۰۸)

بالکل ہی بری الذمہ ہوں۔

سوچنے کی بات ہے کہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کا صرف چار لفظی جملہ کیا کوئی منتر ہے کہ ابھی منٹ بھر پہلے جو کافر ناری یعنی ابدی عذاب وجہنم کا مستوجب تھا وہ اس کے پڑھتے ہی مومن وناجی یا ابدی نجات وجنت کا مستحق ہو گیا ضرور ہے کہ چار لفظوں سے مرکب اسلام کے اس دعوتی کلمہ کے اندر انسان سے اپنی ذہنیت یا فکر و نظر میں کسی بہت بڑے انقلاب کا مطالبہ کیا گیا ہو۔

انسان کی ساری زندگی جلب منفعت اور دفع مضرت کے درمیان متحرک ہے

آدمی کی ساری چھوٹی بڑی حرکات وسکنات دن رات کی ساری سرگرمیوں اور مشاغل کو جس طرح اور جس طرف سے چاہو الٹ پلٹ کر دیکھ لو اس کی پوری زندگی کے رقاص (پنڈلم) کو جلب منفعت اور دفع مضرت کے دو ہی لفظوں کے درمیان متحرک پاؤ گے اور اس نفع وضرر کو وہ اپنے جیسے انسانوں یا دوسری مردہ زندہ مخلوقات کی طرف منسوب کرتا کیا کھلی

Marfat.com

آنکھوں اُن ہی کا فعل واثر دیکھتا رہتا ہے، اسلام کی توحیدی دعوت کا اس کے بالکل برعکس مطالبہ ہے کہ جو تم دیکھتے ہو وہ سراسر باطل و غلط ہے اور صحیح و حق وہ ہے جو تم نہیں دیکھتے، یعنی ہر ادنیٰ و اعلیٰ مخلوق بذاتِ خود بالکل بے بس و بے اختیار ہے، ہر مخلوق کے فعل واثر یا نفع و ضرر کا کبھی واقعی خالق و فاعل وہی ذات و ارادہ ہے جو خود اس مخلوق کا کوئی شے بھی اپنے فعل واثر میں بذاتِ خود علت ہرگز نہیں محض اس کے ظہور کا محل یا ظاہری و انتظامی واسطہ و علامت ہے اس کی ایک بہت اچھی مثال و نظیر خود عالمِ شہادت بلکہ خود ہماری ذات میں موجود ہے، تم اپنے ہاتھ سے کسی فقیر و سائل کو جب کچھ دیتے ہو تو دیکھتا تو وہ تمہارے ظاہر جسم یا ہاتھ کو ہے لیکن جاننا یہ ہے کہ دراصل دینے والے تم یا تمہارا ارادہ ہے جس نے اس ہاتھ کو حرکت دی اور جس کو براہِ راست آنکھوں سے وہ قطعاً نہیں دیکھ رہا ہے اگر یہ ارادہ جیب تک ہاتھ نہ لیجائے اور اس میں سے روپیہ پیسہ نکال کر فقیر تک ہاتھ کی حرکت کے ذریعہ پہنچانے کا ارادہ نہ ہو تو ہاتھ جیب اور پیسہ روپیہ کے سارے دکھائی دینے والے وسائل و اسباب موجود ہونے پر بھی کیا ایک پیسہ بھی فقیر یا حاجتمند تک پہنچ سکتا ہے، بس تمہارے دکھائی دینے والے ہاتھ کی محکومی کا جو تعلق تمہارے نہ دکھائی دینے یا چھپے ہوئے غیبی ارادہ سے ہے جو وہی مطالبہ اسلامی توحید الٰہ کا ہے، کائنات کے سارے ظاہری واسطوں کو محض ظاہری اور محض انتظامی واسطہ جانو اور حقیقی فاعل یا نافع و ضار صرف اللہ تعالیٰ کے فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ اور یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ کے ارادہ و مشیت کو جانو۔

Marfat.com

لا الٰہ کے اقرار کا ذہنی و خارجی اثر! لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ دراصل عہد و اقرار ہے اسی حقیقت کا کہ زمین و آسمان کے یہ سارے انتظامی وسائط و اسباب انسان کی خدمت و غلامی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں نہ یہ کہ انہیں کو الٹے آقا و مخدوم معبود و مقصود بنا کر ان کی بندگی اور ان کے آگے سرافگندی میں لگ جائے، بندگی اور سرافگندی، طاعت و فرماں برداری، یا عبادت و عبدیت اسی ایک اور صرف ایک ذات اِلَّا اللہ کا حق ہے جو خود ہماری اور زمین و آسمان کی تمام مخلوقات کی ذات و صفات افعال و آثار کی بلا شرکت غیرے بالذات خالق و مالک ہے۔

اس توحید الٰہ کا لازمہ ہے کہ آدمی کا ذہنی و خارجی فکری و عملی رویہ انفرادی و اجتماعی، معاشی و سیاسی زندگی کے ہر ہر شعبہ و زاویہ، کلیہ و جزئیہ میں یکسر منقلب اور مخلوق سے ہٹ اور کٹ کر بالکلیہ خالق سے مربوط و وابستہ ہو جائے، موت و زندگی بیماری و تندرستی، رزق و روزی، رنج و راحت، عزت و ذلت، فقر و غنا، ملک و مال، کسی چھوٹے بڑے معاملہ، کسی چھوٹے بڑے ضرر، منع و عطا کا مالک مختار یا دینے لینے بنانے بگاڑنے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں، لا معطی لما منعت ولا مانع لما اعطیت۔

اس اقرار کی قوت شجر و حجر، دریا و پہاڑ، آگ اور پانی، چاند اور سورج، زمین سے لیکر آسمان تک کونسی جاندار بے جان چھوٹی بڑی مخلوق ہے جس کے فعل و اثر میں آدمی اپنے لئے فائدہ و نقصان، نفع و ضرر کا کوئی نہ کوئی پہلو خود اپنے حواس سے علانیہ

Marfat.com

محسوس و مشاہدہ نہیں کرتا رہتا اس لئے "لا الٰہ الا اللہ" کی توحیدی دعوت خالی کوئی لفظی منتر نہیں بلکہ دن رات کی گویا عینی یا حواسی شہادت کی یکسر تکذیب کے فکری و عملی انقلابِ عظیم کا مطالبہ ہے جس کا قدرتی و لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ امید و بیم خوف و ہراس کا ہر قلبی و قالبی تعلق ہر مخلوق سے کٹ کر ہر ذات و صفت ہر فعل و اثر کے ایک اور صرف ایک خالق (اللہ خالق کل شیٔ) سے جڑ جائے، یہی توحید لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد ہے۔

موحد چہ بر پائے ریزی زرش ۔۔۔ چہ شمشیر ہندی نہی بر سرش

امید و ہراسش نہ باشد زکس ۔۔۔ ہمیں است بنیادِ توحید و بس

حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم کے واقعات ہیں جو ہم یہ سنتے پڑھتے ہیں کہ نہ ان پر بڑے بڑے شاہوں اور شہنشاہوں کے جاہ و جلال کا رعب پڑتا تھا، نہ غنیم کی کثرت تعداد اور اسلحہ و آلات کی برتری سے ان کو ہراس ہوتا تھا نہ وہ دریا اور پہاڑ کے موانع کو خاطر میں لاتے تھے تو کیا ان کی یہ جرأت و بے باکی وقت کی بڑی بڑی فوجی و مادی طاقتوں کے مقابلہ میں توحید الٰہ کی ایمانی و روحانی طاقت کے سوا کسی اور چیز کا کرشمہ تھی انھوں نے لا الٰہ کا اقرار کر کے صرف خانہ کعبہ کا نہیں اس سے پہلے خانۂ دل یا ذہن و دماغ کے گہرے خوف و رجا ہوا و ہوس کے سارے "غیر اللہٰی" بتوں کو ایک ایک کر کے نکال باہر کیا تھا اور الا اللہ کے ایمان و اذعان کو ظاہر و باطن کے پورے وجود میں رچا، اللہ کے سوا کسی غیر کے ہاتھ میں کسی حقیر سے حقیر نفع و ضرر کو جان

Marfat.com

اور دیکھ کر نہ استعانت وسوال کا ہاتھ اٹھتا تھا نہ بندگی وعبادت کا سر جھکتا تھا۔

کیسا کھرا ایمان وامتحان کہ ایک طرف ظاہری وتکوینی تدابیر واسباب کو اختیار کرنے کا بھی امر واجازت کہ ان کو عبث اور بے حکمت نہیں پیدا کیا گیا، دوسری طرف الا اللہ کا مطالبہ یہ کہ نظر اسباب پر نہیں مسبب الاسباب پر ہو اور دل کا عقلی ومستقل تعلق غیر اللہ سے نہیں، فقط ایک اللہ سے ہو "دل بیار دست بکار" اب ہمارا عام حال بالکل برعکس نظر تمام تر اسباب پر، دل دن رات الجھا ہوا خالی تدابیر میں اللہ کا نام محض زبان پر اور بہتوں کے وہ بھی نہیں اور بہتوں کا یہ حال کہ گویا

"وہ ایمان کے بالکل کنارے کھڑے رہ کر اس طرح خدا کی پرستش وعبادت کرتے ہیں کہ اگر کوئی دنیوی بھلائی یا نفع پہنچا تو اسی (ایمان پر) دل ٹھہرا یا مطمئن رہا اور اگر کوئی آزمائش پڑ گئی تو الٹے منہ پھر گئے (جس کی بدولت) دنیا وآخرت دونوں ہی کا خسارہ ہی خسارہ رہا یہی کھلا ہوا خسارہ ہے کہ اب گھبرا کر اور اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو پکارنے (یا عملاً معبود بنانے) لگ جاتا ہے جو نہ کوئی ضرر پہنچا سکتے ہیں نہ نفع۔ یہی تو انتہائی گمراہی کی بات ہے"۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ نِ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ نِ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝

(الحج ۲)

Marfat.com

ہمارے اہلِ علم و زہد بھی توحید کے معاملہ میں عملاً کمزور ہی ہیں [۱] جاہلوں بدعتیوں کا ذکر نہیں جو پیر پرستی قبر پرستی وغیرہ کے کھلے کھلے بت پرستانہ مشرکانہ حرکات و خرافات میں گرفتار ہیں، ان کو بھی چھوڑیئے جو نماز روزہ تک کا بھول کر نام نہیں لیتے، ہم میں سے اچھے اچھے اہلِ علم صوم وصلوٰۃ ہی کے پابند نہیں، تہجد و اشراق اور اوراد و وظائف تک میں جن کے فرق نہیں آتا، وہ بھی مسجد و مصلّٰی سے باہر زندگی کے ہنگاموں اور جھمیلوں میں اپنے دلوں کو ذرا ٹٹول کر دیکھیں کہ دنیوی کاروبار، مالی و معاشی معاملات میں جو کمزوریاں دانستہ و علانیہ ہم سے ظاہر ہوتی رہتی ہیں کیا اس کا منشا توحید اللہ کی اس کمزوری کے سوا کوئی دوسری چیز ہوتی ہے کہ "دست بکار" کے وقت "دل بیار" بہت کم کسی کا رہتا ہے۔ کہاں ربانی ایمان والوں کی یہ شان کہ عین میدان کارزار اور اُن کے گھمسان میں بھی اُن کے اندر کوئی کمزوری و بزدلی راہ نہیں پا سکتی (وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا) چہ جائیکہ عام دنیوی معاشی کاروبار یا تجارت وغیرہ کے ہنگاموں اور جھمیلوں میں "دل بیار" کے بجائے ۔ تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ (ﷺ) یادِ یار سے ایسی بے توجہی اور لاپرواہی ہو کہ وہ یار کی ناراضی و نافرمانی کو جان بوجھ کر بھرے بازار میں خریدتے ہوں۔

ہا! ہمارا روزہ نماز بھی کیسا بے جان ہو کر رہ گیا ہے کہ نہ روزہ سے روزمرہ کے معاملات میں تقوٰی پرہیزگاری کی زندگی پیدا ہوتی ہے اور نہ نماز فواحش و منکرات (تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ) سے باز رکھتی ہے۔ باز توجب رکھے کہ وہ صحیح معنٰی میں

Marfat.com

اللہ کی ایسی بڑی یاد ہو (وَلَذِکْرُ اللّٰهِ اَکْبَرُ) جو زندگی کے ہنگاموں میں بھی قدم قدم پر اس کی رضا کی جویاں اور اس کی ناراضی سے ترساں رکھے، نہ کہ مالی وجاہی نفع وضرر کے ذرا ذرا سے مواقع وخطرات پر ہمارے دل دھڑکتے اور قدم پھسلتے رہیں، کہا کرتا ہوں کہ پورے اسلام اور اس کی پوری کتاب قرآن کا پورا جامع ومانع ایسا اعجازی خلاصہ جو کہ کلامِ الٰہی ہونے کے سوا اور کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا، وہ سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں اور ان سات آیتوں کا بھی جان وجوہر درمیانی آیت (اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ) ہے، باقی سیاق وسباق سب اسی کی تمہید وتتمہ ہے اور اس ایک آیت کا مطلب عبادت واستعانت کے توحیدی انحصار واقرار یا وہی توحید الٰہ کے سوا اور کیا ہے کہ ہم ہر طرح کے نفع وضرر کو بالکلیہ تیرے ہی قبضہ واقتدار میں جان کر صرف تیرے ہی آگے بندگی وعبادت کا سر جھکاتے اور سوال ومدد کا ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ نماز نماز نہیں (لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ) جب تک اس توحید کا دن میں ایک آدھ بار نہیں بیسیوں بار اقرار نہ کیا جائے۔ کیا یہ اقرار وتکرار صبح اٹھنے سے لیکر رات کے سونے تک جو ہم پر اس طرح فرض ہے کہ ہوش وحواس کے بقا کے ساتھ زندگی کے آخری لمحہ تک ایک دن کے لئے مہلت نہیں، محض اسی لئے ہے کہ مقررہ اوقات میں بس منتر کی طرح اس کو دہرا لیا جائے یا یہ بار بار کی تذکیر و یاددہانی کا مدعا یہ ہے کہ زندگی کی جاہی ومالی معاشی اور کاروباری مشغولیتوں میں بھی ہم اپنے اس پیہم عہد واقرار کے تقاضوں کو نفع وضرر کے تمام موقعوں پر پورا کرتے رہیں؟ اور کیا ایسے لوگوں کی حکایت محض

Marfat.com

حکایت اور قصہ گوئی کے لئے پیش کی گئی ہے جن کو بازار یا کاروبار کا انہماک بھی خدا کی یاد سے غافل نہیں ہونے دیتا؟ اور کیا حکایتی تعبیر کے علاوہ صاف صاف حکم و امر بھی سورۂ منافقون میں اسی کا نہیں دیا گیا کہ ایمان لانے والو (دیکھو ایمان لانے کا مطلب و لازمہ یہ ہے کہ) تم کو اموال و اولاد وغیرہ کے دنیوی مشاغل خدا کی یاد (و اطاعت) سے غافل نہ کرنے پائیں اور جو بھی ایسی غفلت میں پڑے گا (بالآخر) وہ سب کے سب خسارہ (یا ٹوٹے میں) پڑ کر رہیں گے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۶۳/۹)

مفسر تھانوی علیہ الرحمہ نے بھی اس آیت کی تفسیر ہی نہیں تفسیری ترجمہ تک میں اموال و اولاد سے پوری زندگی کے دنیوی مشاغل مراد لئے ہیں اور ذکر اللہ یا یادِ خدا سے خالی زبانی ذکر و یاد نہیں بلکہ ان دنیوی مشاغل میں خدا کے اوامر و نواہی کی فرمانبرداری یا اطاعت کی تصریح قوسین ہی میں فرمادی ہے۔ مطلب وہی کہ انسان کے دنیا و آخرت دونوں ہی میں زیان و خسران سے بچاؤ کی سب سے مقدم شرط تو ایمان ہی ہے۔

(اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا) اور ایمان بھی وہ زندہ ایمان جس کا شعور و احساس زندگی کے تمام فکری و عملی جزی و کلی ظاہری و باطنی انفرادی و اجتماعی معاملات میں اپنے تقاضوں کو پورا کراتا رہا ہے۔

اس ایمان کے سب سے پہلے اور سب سے بڑے جز توحید الٰہ کی ایمانی

Marfat.com

حقیقت اور پھر اس کے مقابلہ میں ہمارے اسی ایمان کے نیم جان و بے جان ہونے کی کچھ سرسری کیفیت اوپر مذکور ہو چکی اب آگے خسران سے بچانے والے اسی ایمان کے سب سے اہم جزء ایمان بالآخرہ کی حقیقت و کیفیت کا ذرا جائزہ لے دیکھئے!

خدا کا سائنسی اور فلسفیانہ تصور

خدا کا ایک تصور تو یہ ہے کہ کائنات اندھے بہرے مادے کی پیداوار نہیں اس کی خالق ایک دانا بینا ذات ہے لیکن اس کا کام بس پیدا کر کے ختم ہو گیا اس کے بعد کائنات اور انسان کے کاروبار سے پیدا کرنے والے کو کوئی سروکار نہیں نہ تکوینی نہ تشریعی، سارا کارخانہ اپنے طبعی افعال و خواص کے تحت آپ ہی آپ چلتا رہتا ہے خدا کے اس تصور تک عقل و فلسفہ کے "استدلالیوں" اور وحی و نبوت کے منکروں (DIEST) کا پائے چوبیں بھی گرتے پڑتے کسی نہ کسی طرح بالعموم پہنچ ہی جاتا ہے، سائنس جس کی بنیاد ہی تمام تر مادہ و مادیت پہ تھی اس کی نظریں بھی بیسویں صدی تک آتے آتے خود مادہ ہی اتنا غیر مادی ہو چکا ہے کہ اب مشاہیر سائنس کو بھی یہی ماننا پڑتا جا رہا ہے کہ کائنات کا سرچشمہ بے ذہن و بے شعور مادہ نہیں بلکہ شعور و ادراک والی کوئی ذہنی ذات (MIND) ہے۔

اس تصور کے نقائص

لیکن خدا کا یہ فلسفیانہ یا سائنسی تصور حقیقت میں ذات بلا صفات کا تصور ہے یعنی نہ ہم کو یہ معلوم کہ اس ذاتِ خالق کی، علاوہ خالق ہونے کے اور کیا صفات ہیں، یا جب کائنات کو اس نے جان بوجھ کر علم و ارادہ سے پیدا کیا ہے تو آخر اس سے اس کی معلوم متعین مراد کیا ہے، بے ذہن و بے شعور مادہ کو مبدأ تخلیق مان لینے

Marfat.com

ہیں اور جو بھی اشکالات ہوں لیکن یہ سوال ہی سرے سے پیدا نہیں ہوتا کہ پیدا کرنے والے کا مقصد کیا ہے۔

ایک اور نیم عقلی اور نیم مذہبی تصور

دوسرا نیم عقلی و نیم مذہبی تصور یہ ہے کہ نہیں خدا خالق ہونے کے علاوہ علم و قدرت ارادہ و مشیت وغیرہ دوسرے صفات و کمالات سے بھی متصف ہے اور کائنات و انسان کو اس نے جانے بوجھے یا معلوم و مخصوص مقصد و مدعا کے ساتھ پیدا کیا ہے لیکن اپنی قدرت و مشیئت ہی سے اس نے مخلوقات کو ایسے طبعی خواص و قویٰ عطا کر دیئے ہیں کہ اب اس کو بالذات و براہِ راست مداخلت و نگرانی کی ضرورت نہیں، اسی طرح انسان کو عقل و اختیار عطا کر کے آزاد کر دیا ہے کہ اپنے اختیار و تمیزی سے کام لیکر اپنے معاملات کو معقول و مناسب تدابیر سے جس طرح چاہے چلاتا رہے بلکہ اسی عقل و فکر یا بعض اور کشف وغیرہ کے روحانی و باطنی فطری و خلقی قوتوں ہی سے کام لیکر خود خدا کی ذات و صفات کی معرفت اور نیکی و بدی کا علم بھی وحیٔ نبوت کے واسطے کے بغیر ہی انسان حاصل کر سکتا ہے۔

مشرکانہ تصور

اسی سے ملتا جلتا تیسرا مشرکانہ تصور ہے جس میں بجائے طبعی خواص و قویٰ کے یا ان کے ساتھ ساتھ خود خدا ہی کے مقرر کئے ہوئے ایسے نیم خدا درمیانی کارندے اور ایجنٹ لاتعداد دیبی دیوتا یا انسان لئے گئے ہیں جو خالق و مخلوق کے مابین مؤثر وسائط و وسائل کا کام دیتے ہیں اور انسان نے اعتقاداً یا عملاً خدا سے ٹوٹ کر اپنے نفع و ضرر کا سارا رابطہ و رشتہ انھیں نیم خداؤں سے جوڑ لیا اور لازماً انھیں کی پوجا پاٹ یا عبادت و پرستش میں لگ گیا۔

Marfat.com

خدا کا کامل وجامع تصوّر

خالقیت، ربوبیت اور قیومیت کی یک جہتی! غرض یہ اور اسی طرح کے جتنے بھی خدا کے تصورات عقل یا وہم نے گڑھ رکھے ہیں لاَ اِلٰہَ کی اس کامل اسلامی توحید کے سب ہی منافی ہیں جس میں زمین و آسمان کی ہر مادی و روحانی جاندار و بے جان مخلوق کے الٰہ بالفاظِ دیگر کسی ادنیٰ سے ادنیٰ نفع یا ضرر یا فعل و اثر کے مالک ہونے کی یک قلم نفی فرما کر اِلاَّ اللہ سے اس کا اثبات بالکلیہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے فرمادیا گیا جس کی رو سے کائنات اور انسان اپنے وجود اور پیدائش ہی میں نہیں بلکہ اپنے بقا و قیام کے ہر ہر کام میں اپنے خالق ہی نہیں اپنے رب و **قیوم** خدا کا ہر ہر آن دست نگر و محتاج ہے یہی وہ مختصراً توحید الٰہ ہے جس کا اسلام نے مطالبہ کیا ہے اور جس پر ایمان و عمل ہر غیر اللہ کے آستانے سے اس کی امید و بیم بندگی و نیازمندی کا سر اٹھا کر ایک اور صرف ایک در کا دریوزہ گر یا بھکاری بنا دیتی ہے۔

علم و حکمتِ کاملہ اس کے بعد انسان کے لئے سب سے بڑھ کر سوچنے والی بات یہ ہے کہ اس کی اور کائنات کی پیدا کرنے والی یہ کامل الصفات علیم و حکیم ذات عبث کار بہر حال نہیں تصور کی جا سکتی نہ اس نے زمین و آسمان کی اَن گنت گونا گوں موجودات اور انسان جیسی ذہنی کمالات والی ذات کو بیکار و بے نتیجہ پیدا فرمایا ہوگا نہ ایک مرتبہ کورد کر بادہ کے بجائے کسی علم و ارادہ والی ذات کو خالق عالم تسلیم کر لینے کی منطق میں یہ بات

Marfat.com

کس طرح سما سکتی ہے کہ علم وارادہ سے وجود میں آنے والی کسی حقیر سے حقیر چیز کی بھی کوئی متعین و معلوم مراد نہ ہو، پاگلوں کے سوا کسی معمولی عقل والے انسان سے بھی بے معنیٰ فضول کاری کو عقل جائز نہیں رکھتی، چہ جائیکہ جس کی قدرت و حکمت علم وارادہ نے اتنی عظیم الشان کائنات اور ایسی عجیب و غریب صفات وکمالات والے انسان کو پیدا فرمایا اس نے اس کائنات کے اس عظیم الشان کارخانے کو فضول وعبث یا لہو ولعب کے طور پر برپا کر رکھا ہو۔

مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ۔ (۲۱/۱۶)	ہم نے زمین و آسمان کو کھیل کود کے طور پر نہیں پیدا کیا ہے۔

زمین و آسمان اور خود اپنی پیدائش پر غور کرنے والا انسان بے ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ نہیں

"ہمارے پروردگار تو نے یہ سب باطل و بیکار ہرگز نہیں پیدا فرمایا ہے (تیری پروردگاری یا ربوبیت کے یہ کیسے شایانِ شان ہوگا کہ کوئی چیز بھی مہمل پیدا فرمائے) سو ہم کو بچا کہ (ایسے احمقانہ خیال میں پڑکر ہم) جہنم کی سزا کے سزاوار ہوجائیں"۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (۳/۱۹۱)

اور ایسے ہی احمقوں کو دوسری جگہ متنبہ فرمایا:۔

"کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تم کو یوں ہی مہمل و فضول پیدا کردیا ہے جس میں کوئی حکمت نہیں اور ہمارے پاس تم کو لوٹ کر آنا نہیں سو (خوب جان لو) کہ بادشاہِ

Marfat.com

حق و حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی ذات اس سے اعلیٰ وارفع ہے (کہ کوئی لا یعنی یا بے حکمت کام کرے)"
أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ فَتَعَالَى
اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ۔ (۲۳/۱۱۵، ۱۱۶)

کائنات کا ماضی و مستقبل دونوں حکمت و مشیتِ الٰہی کے ماتحت ہیں

جس طرح ماضی کی طرف کائنات و انسان کی ابتدائی ایجاد و تخلیق ایک سراپا علم و حکمت ارادہ و مشیت کے تحت ہوئی ہے اسی طرح ضرور ہے کہ مستقبل کی طرف بھی اسی حکیمانہ علم و ارادہ ہی کے موافق اس ایجاد و آفرینش کی کوئی انتہائی حکیمانہ غرض و غایت بھی ہو اور انسان کو کائنات میں تصرف کی جو قوت و اختیار عطا کیا گیا ہے اس کا مقصد آفرینش کے نقطۂ نظر سے جا و بیجا استعمال کرنے پر، عطا کرنے والے کی طرف سے باز پرس یا حساب و کتاب بھی ہو اور اس حساب و کتاب کے موافق جزا و سزا کا کوئی انجام بھی انسان و انسانیت کے اسی انجام کار کو کتاب اسلام میں یوم دین (جزا کا دن) یوم الفصل یوم آخرت وغیرہ کی مختلف حیثیات و عنوانات سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

اس یوم دین کو ملائے بغیر نہ خدا کی ذات و صفات ہی کا تصور صحیح و کامل رہتا ہے نہ زمین و آسمان کے عظیم الشان کارخانے کی موجودات اور اس کے اندر انسان کے وجود ہی کے کوئی معنی نکلتے ہیں، نہ خالق و مخلوق میں کوئی تعلق پیدا ہوتا ہے اور نہ دنیا پرستی کے مقابلہ میں خدا پرستی یا دینداری کی کوئی زندگی رو تما ہو سکتی ہے اگر خدا اپنی جگہ پر ہے بھی اور اس دنیا اور ہم کو پیدا بھی اسی نے کیا ہے لیکن نہ دنیا کی اس زندگی کے دوران میں

Marfat.com

خدا کی مرضی و مشیت کو ہمارے کاروبار میں کوئی دخل ہے اور نہ مستقبل میں ہماری اس زندگی کا کوئی مآل کار یا انجام و آخرت ہے اور سب سے اول و آخر یہ کہ نہ اس انجام و آخرت کے نیک و بد ہونے کے لئے ہم کو موجودہ زندگی میں نیک و بد افکار و عقائد افعال و اعمال کا خدا کی طرف سے کوئی محفوظ و مستند دستور نظام دیا گیا ہے (جس کا نام ایمان بالرسالت ہے) نہ خدا کی طرف سے اس نظام و دستور کے مطابق زندگی گذارنے کا کوئی مطالبہ ہے اور نہ اس مطالبہ کی بنا پر آئندہ کوئی مواخذہ، تو ظاہر ہے کہ ایسے بڑے خالق خدا سے دنیا کی زندگی و معاملات میں کوئی خدا پرستانہ تعلق یا وابستگی رکھنے کا کوئی محرک و مطلب ہی کیا ہو سکتا ہے زیادہ سے زیادہ خود اپنے ذہن و دماغ کی مخلوق ایسے خالق خدا کے فلسفیانہ تصور سے آرام کرسی پر لیٹے لیٹے بس کچھ فلسفیانہ یا ذہنی و دماغی لذت و عیاشی کا کام لے سکتے ہیں جو آرام کرسی سے اٹھتے اور عملی زندگی میں داخل ہوتے ہی کافور ہو جاتی ہے۔

عاقبت اندیشی انسانی عقل و طبیعت کا لازمہ ہے

آدمی طبعاً و عقلاً عاقبت اندیش واقع ہوا ہے وہ اپنی زندگی کے آج سے زیادہ کل میں اور حاضر کے واقعات سے زیادہ مستقبل کی امیدوں اور تمناؤں میں گذارتا ہے، حال سے زیادہ اس کی نظر مآل پر رہتی ہے، دیرپا و دوررس حقیقی نفع و ضرر سے جاہل و غافل ہونا یا وقتی جذبات سے مغلوب ہو جانا اور بات ہے ورنہ انسان کی عقلی فطرت ہمیشہ عاجل یا گریزپا رنج و راحت نفع و ضرر کا آجل یا دیرپا سے مقابلہ و موازنہ کرکے ہی عملی زندگی کا کوئی قدم اٹھاتی ہے، یہ خردمندی نہیں محض

Marfat.com

شاعری ہے کہ "نقد را بنسیہ گزاشتن کار خردمنداں نیست" جس کا جی چاہے اپنے آج یا حاضر کے اعمال و مشاغل کا جائزہ لے کر دیکھ لے کہ وہ کتنے اس اجتماعی مستقبل یا کل کے نسیہ کے لئے ہوتے ہیں جس کے آنے تک خود ہمارا رہنا بھی یقینی نہیں ہوتا اور کتنے آج کے "نقد" کے لئے ہوتے ہیں جس میں ہم بہت زیادہ پریشانیاں کل ہی کی فکر کے لئے اٹھاتے رہتے ہیں۔ ہر شخص کے ذہنی بہی کھاتے میں نقد سے زیادہ نسیہ یا ادھار ہی کا حساب کتاب ملے گا۔

اسی لئے دینِ فطرت میں "آج" سے زیادہ "کل" کے ایقان کا مطالبہ ہے

تو پھر سوچنے کی بات ہے کہ اس پوری دنیوی زندگی کے آج کے مقابل میں جس اخروی زندگی یا کل پر اسلام کا دعویٰ کرنے والوں سے کتاب اسلام کی ابتدا ہی میں ایمان ہی نہیں ایقان کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ "وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ" اس کا اگر احساس بھی کسی معتد بہ درجہ میں ہمارے اندر زندہ و تازہ رہے تو اس خدا سے ہمارے تعلق کا کیا عالم ہوگا جس کی اس دنیا کے نفع و ضرر میں مالکانہ کارفرمائی کے درمیان تو کچھ نہ کچھ ظاہری درمیانی حجابات حائل بھی ہیں لیکن آخرت کا جو دن آنے والا ہے اس میں تو یہ سارے درمیانی حجابات ایک ایک اٹھ کر اس سوال کا کہ "آج" کھلی آنکھوں کے سامنے ملک و مالکیت کا بلا شرکتِ غیرے پورا کا پورا اقتدار کس کے ہاتھ میں ہے؟ (لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ) کا ہر مومن و منکر کے پاس صرف ایک ہی جواب ہوگا کہ اس ایک اور صرف خدائے قاہر و غالب ہی کے قبضہ و اختیار میں سب کچھ ہے (لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ)

Marfat.com

"وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ" والے کامل ایقان واذعان کو جانے دیجئے معتدبہ احتمال صورت ہی میں اس "لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ" والے دیرپا ہی نہیں ابدی دن کے نفع وضرر بناؤ بگاڑ کو مدنظر رکھے بغیر دنیوی زندگی کے کسی انفرادی واجتماعی شعبہ کا کوئی قدم اٹھانا بھی دانشمندانہ یا آسان ہوگا؟ معتدبہ یا قوی احتمال بھی الگ رہا کسی شدید خطرہ کے خفیف سے خفیف اندیشہ کو بھی کون دانشمند خوشی خوشی خریدنے کو تیار ہوگا۔ مقدور بھر بچنے ہی کی کوشش کرے گا۔

اب ہم مسلمان جن کی خصوصیت یوم آخرت پر ایمان ہی نہیں "ایقان" قرار دی گئی ہے ذرا اپنی اپنی زندگیوں اور مصروفیتوں کو ٹٹول اور کرید کر خود ہی دیکھ لیں کہ ان کی تہ میں آخرت کی نجات وخسران عذاب وثواب اتنا بھی کتنوں کے اندر زندہ وبیدار ہے جو ہمارے روزانہ صبح وشام اور رات تک کے مشاغل پر کچھ بھی اثر انداز ہو۔ ہاں الحمدللہ صریح انکار نہیں، یا زیادہ سے زیادہ ایک بھولا ہوا اقرار ہے جو کسی وقت "وقتی" طور پر یاد آکر یا یاد دلایا جا کر بھی مشکل ہی سے عمل پر کوئی نمایاں اثر ڈالتا ہے۔

سو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ توحید الٰہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھ کر جیسا کہ خود "بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ" سے ظاہر ہے جب تک آخرت پر ہمارے یقین کو یا کم از کم کسی مؤثر درجہ تک قوی احتمال کو از سر نو بیدار نہ کیا جائے گا محض عدم انکار یا بھولا ہوا خفتہ اقرار عملی زندگی کے حق میں بے اثر و بیکار ہی رہے گا۔ زندگی کے عملی میدان میں سویا ہوا ایمان، اسی طرح کوئی حصہ نہیں لے سکتا جس طرح

Marfat.com

سویا ہوا انسان۔

جب یہ واضح ہو گیا کہ انسانی زندگی کو حرکت و عمل میں لانے والے دو ہی بڑے محرک ہیں (۱) ایک طلب راحت و منفعت اور دفع اذیت و مضرت۔ (۲) دوسرے اعلیٰ و دیرپا راحت و منفعت کی ادنیٰ و گریزپا پر ترجیح اور چھوٹی یا عارضی مضرت و اذیت کو بڑی اور مستقل کے مقابلہ میں گوارا کر لینا۔ دین ہی نہیں دنیا میں بھی آدمی جتنی بے عنوانیاں کرتا ہے سب کا منشا یہی دو باتیں ہوتی ہیں ایک طرف ظاہری اسباب و تدابیر کو وہ بالذات نفع کے حصول اور ضرر کے دفع کرنے میں دخیل و مؤثر یقین کرتا ہے، دوسری طرف چھوٹے نفع و ضرر کے مقابلے میں بڑے نفع و ضرر پر نظر نہیں ہوتی غیر مسلموں میں تو ان دونوں کا منشا سرے سے خدا و آخرت کا انکار یا کفر و شرک یعنی دونوں کے متعلق صحیح تصور و ایمان کا فقدان ہے اور مسلمانوں میں اس کا سبب، توحید الٰہ اور یوم آخرت پر ایمان و ایقان کی کمزوری وہ بھی اس انتہا کی کمزوری کہ عملاً فقدان کے برابر یعنی عملی زندگی میں نماز روزہ والے مسلمانوں کا بھی ظاہری تدابیر و اسباب ہی پر اتنا بھروسہ کہ مسبب الاسباب تک بھول کر کسی کی نظر کسی معاملہ میں جانی یا دنیا کے نفع و ضرر کے مقابلہ میں آخرت کے بناؤ بگاڑ پر پڑتی ہو گی، حالانکہ ایمان کی جان، ایمان بالغیب کا مطلب یہی ہے کہ جو تم کو جسم کی ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا رسول کو سچا جان کر ایمان کی آنکھوں سے وہی دیکھنے لگو۔

٭

Marfat.com

مسلمانوں میں دینی انقلاب بپا کرنے کیلئے ایمان باللہ سے بھی زیادہ ایقانِ آخرت پیدا کرنے کی ضرورت ہے

خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک ایمانیات کا تعلق ہے مسلمانوں میں اسلامی زندگی کا کوئی نمایاں اور اجتماعی انقلاب رونما ہونے کی ایک ہی تدبیر ہے کہ ایمان باللہ (توحید الٰہ) اور ایمان بالآخرۃ دونوں کو خصوصاً اور دوسرے کو پہلے سے بھی زیادہ خصوصیت کے ساتھ جگایا اور جھنجھوڑا جائے، کوئی تو بات ہے کہ ایمانیات کی فہرست میں ایقان کا مطالبہ صاف طور سے شروع ہی میں آخرت کی نسبت فرمایا گیا، تب جا کر ربانی ہدایت یابی اور فلاح پانے کا یقین دلایا گیا "اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" اور پھر آخر تک اسلام کی پوری کتاب میں شاید ہی کسی ایک مضمون پر آخرت اور احوالِ آخرت سے زیادہ آیات ملتی ہوں، یہاں تک کہ آخر قرآن میں تو سورتیں کی سورتیں اسی موضوع سے شروع اور اسی پر ختم ہونے لگتی ہیں، اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ دین کی نظر میں دنیا کا کوئی بھی بڑے سے بڑا انفرادی واجتماعی معاشی وسیاسی تمدنی وثقافتی نفع وضر یوم دین یا آخرت کے بناؤ بگاڑ کے سود وزیاں فلاح وخسران کے مقابلہ میں نہ فلاح فلاح ہے نہ خسران خسران، بس

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ	آخرت ہی کے دن جس کا پلڑا بھاری رہا وہی
مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ	فلاح یاب ہیں اور جو میزانِ آخرت میں ہلکا
وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ	ثابت ہوا وہی پورا خاسر وزیاں کار ہے۔
الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ - (پ ۸ ع ۹)	

Marfat.com

سورۂ زمر میں حضورؐ کو حکم وارشاد ہے کہ جتلا کر

قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ (۳۹/۱۵)

کہدو کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ زیاں کار یا خسارہ میں پڑنے والے درحقیقت وہی ہیں جنھوں نے خود اپنے اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارہ میں ڈالا یہی تو کھلا ہوا زیان وخسران ہے۔

اور یہی سورۂ شوریٰ میں ہے کہ قیامت کے دن کافروں کو عذاب میں مبتلا دیکھ کر:۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ فِیْ عَذَابٍ مُّقِیْمٍ (۴۲/۲۵)

مومن کہیں گے کہ سراپا خسارہ میں پڑنے والے وہی لوگ ہیں جنھوں نے خود اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو آج قیامت کے دن خسارہ میں ڈالا کہ اب ان ظالموں کو ہمیشہ اسی عذاب میں گرفتار رہنا ہے۔

بات وہی ہے کہ آخرت کی ابدی زندگی کے سامنے دنیا کی چندروزہ زندگی کی بساط ہی کیا ہے، چند دن بھی کیا، حشر کے دن لوگوں کو ایسا معلوم ہوگا کہ ایک دن کی بھی گویا ایک گھڑی سے زیادہ دنیا میں ٹھہرنا نہیں ہوا تھا باہم ایک دوسرے کو پہچان کر کہیں گے کہ واقعی خسارہ میں تو وہی لوگ رہے (جنھوں نے آج حشر کے دن) خدا کا سامنا ہونے کو جھٹلایا تھا اور اس دن کی فلاح کے لئے خدائی یا (نبیائی) ہدایت کو قبول نہ کیا تھا۔

وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ یَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَهُمْ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ۔ (۱۰/۵)

Marfat.com

اور بھی قرآن مجید میں خسران کا جہاں جہاں ذکر ہے اس کا تعلق زیادہ تر آخرت ہی کے زیان و خسران سے ہے، مثلاً سورۂ انعام میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تم کو ضرور جمع کر کے رہے گا اس میں کوئی شک نہیں پس (اصلی) خسارہ میں اپنی جانوں کو انھوں نے ڈال رکھا ہے جو (اس دن پر) ایمان نہیں لائے۔

لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ۔ (۶/۱۲)

اسی طرح آگے ہی ہے کہ بیشک (سخت) خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنھوں نے اللہ کا سامنا ہونے کی تکذیب کی، یہاں تک کہ جب دفعۃً قیامت کا وقت آ پہنچا تو کہنے لگیں گے ہائے ہماری اس کوتاہی پر جو اس وقت کے معاملہ میں ہم نے کی۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا يَا حَسْرَتَنَا عَلَىٰ مَا فَرَّطْنَا فِيهَا۔ (۶/۳۱)

یہ تو "وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ" کے اس انسانی خسران یا زیان کی کچھ تفصیل و تفہیم تھی جو توحید اللہ اور یوم آخرت کے کفر و انکار یا ایمانی خامیوں کمزوریوں اور مشرکانہ آلائشوں کا نتیجہ ہوتا ہے اور جس سے بچنے والے توحید و آخرت پر خصوصیت سے سچا اکھرا ایمان رکھنے والے ہی ہو سکتے ہیں، إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا۔

Marfat.com

ایمان اور عمل صالح

(اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ)

ایمان اور عملِ صالح میں صرف ایک حرفِ عطف کا فرق ہے

ایمان کے بعد ہی بلکہ اسی کے ساتھ ہی دوسرا درجہ "اعمالِ صالحہ" کا ہے اور معنًا یہ بعدیت یا ثانویت اتنی ہی سمجھنا چاہیئے جتنی لفظاً خود اللہ تعالیٰ نے "اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" کے درمیان صرف ایک حرفِ عطف کی رکھی ہے، ورنہ مطلوب و مامور دراصل دونوں کی معیت ہی ہے، اور صحیح اسلامی زندگی تو بہرحال ان دونوں پہیوں کو ساتھ ساتھ چلائے بغیر کسی طرح چل ہی نہیں سکتی خواہ گے بائسکل کے دو پہیوں کی طرح آگے پیچھے ہی ہوں اور مسلمان جہاں کتاب و سنت کی صراطِ مستقیم یا میزانِ اعتدال سے ہٹ کر ایمانی مرجئیت یا "عملی خارجیت" کی افراط و تفریط میں جا پڑا کہ اسلامی زندگی کا توازن بگڑا۔

کوئی نظریۂ دعوت اپنے عملی ظہور و طاقت کے بغیر موثر نہیں ہو سکتا

جس طرح دنیا کے ہر عمل کی قدر و قیمت اس نظر و نظریہ یا آئیڈیالوجی کے تابع ہوتی ہے جس پر وہ مبنی ہو، اسی طرح دین بھی ان اعمال کی کوئی قیمت نہیں لگاتا جن کی بنیاد صحیح ایمان و عقیدہ پر نہ ہو، ساتھ ہی جس طرح دنیا کا کوئی اصول و نظریہ دعوت و دعویٰ عمل میں لائے اور آئے بغیر کوئی محسوس و موثر حقیقت نہیں بنتا، اسی طرح دین کا کوئی

Marfat.com

ایمان وعقیدہ بھی اپنے عملی ظہور وطاقت کے بغیر نہ دنیوی زندگی کے حقائق و واقعات میں جگہ پاتا ہے نہ اُخروی زندگی کی کامل نجات وفلاح کی ضمانت دیتا ہے' دین و دنیا دونوں کی پوری پوری برکات وثمرات کا حصول وظہور ایمان وعمل صالح دونوں کی پوری پوری ہم آہنگی ہی پر موقوف وموعود ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (۲۶/۲۹) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (۱۶/۱) یہ تو آخرت کی مغفرت وجنت کے ایمان اور عمل صالح دونوں ہی کی جامع زندگی پر دعوے کی مثال ہے دنیا میں بھی مرد و عورت جو فرد بشر بھی ایمان وعمل صالح دونوں کی زندگی اختیار کرے (مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ) اس کے لئے بھی کیسا حتمی وعدہ ہے کہ ہم اس کو قطعاً مزیدار انفرادی زندگی عطا کرکے رہیں گے (فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً) پھر اجتماعی زندگی میں بھی خصوصاً آج کل سب سے بڑی کامیابی وکامرانی کسی قوم کے سیاسی اقتدار وحکومت کو جانا جاتا ہے، نمرودی وفرعونی حکومت کو (خواہ اس کا نام جمہوریت ہو یا اشتراکیت) تو اسلام دنیا کے حق میں بھی سراسر لعنت ہی جانتا ہے اور جو حکومت حاکم ومحکوم سب کے لئے رحمت ہی رحمت ہے کہ انسان اپنے کو آمر وحاکم نہیں بلکہ احکم الحاکمین کے احکام واوامر کا محکوم ومامور بندہ وکارندہ یا نمائندہ وخلیفہ جانے اس کا قطعی وعدہ بھی بالکلیہ پہلے ایمان وعمل صالح کی توام زندگی اختیار کرنے ہی پر ہے۔

Marfat.com

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ - (۲۴/۵۵)

ایمان سے عمل میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور عمل سے ایمان میں قوت آتی ہے !

یہی نہیں کہ اسلام کی دعوت ایمان کے سارے دینی و دنیوی انفرادی و اجتماعی ثمرات و برکات ایمان کے ساتھ اس کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے ہی پر موعود ہیں، بلکہ ان عملی لوازم سے خالی ایمان بجائے خود بھی بیجان ہی رہتا ہے، جس طرح اگر ہم اپنے کسی عضو کو معطل و بیکار رکھیں تو بالآخر وہ مفلوج و ناکارہ ہو کر رہ جاتا ہے، اسی طرح جس ایمان سے کام نہ لیا جائے وہ بھی مضمحل و مردہ ہو کر رہ جاتا ہے، دونوں میں جان و تن سے زیادہ کی دوئی و دوری نہیں، بلکہ دونوں ایک ہی حقیقت کے ظاہری و باطنی یا ذہنی و خارجی دو رخ ہیں، ظاہر اگر اپنے وجود میں باطن کے تابع ہے تو باطن اپنی نمود میں ظاہر کا محتاج ہے، عمل کا اگر بلا ایمان کے اعتبار نہیں تو ایمان کا بھی بلا عمل کے اتمام نہیں ہوتا، ایمان سے عمل میں حرکت پیدا ہوتی ہے تو عمل سے ایمان میں قوت آتی ہر دینی زندگی کی توانائی کارکردگی دونوں کی رگڑ فعل و انفعال یا عمل اور رد عمل ہی سے وجود پاتی ہے۔

حدیثوں میں بھی ایمان و عمل کی اس پیوستگی کی انتہائی اہمیت کو ظاہر کرنے کیلئے عمل کو جا بجا ایمان کا مرادف ہی نہیں عدم عمل کو عدم ایمان تک کا مرادف ٹھہرایا گیا ہے مثلاً جس میں امانت نہیں، ایمان بھی نہیں (لا ایمان لمن لا امانۃ لہ) مشہور حدیث

Marfat.com

جس میں ایمان کے کچھ اوپر ستر شعبے ٹھہرائے گئے ہیں، اس میں اقرار لا الہ الا اللہ کے ایمانی فضل و تقدم کے ساتھ راستہ سے کسی اذیت کی چیز کو ہٹا دینے کے حقیر سے حقیر عمل کو بھی ایمان ہی کا شعبہ ٹھہرایا گیا ہے، پھر تدبر و تحقیق سے اہلِ علم نے ان شعبوں کے سات اوپر ستر یا ستتر تک کی جو فہرست مرتب کی ہے، ظاہر ہے کہ اس میں گنے چنے خالص ایمانیات و عقائد سے بہت زیادہ تعداد اعمال صالحہ ہی کی ہے، جن میں حق امانت ادا کرنا، قرض ادا کرنا، حاجتمند کو قرض دینا، پڑوسی کے کام آنا، سلام اور چھینک کا جواب دینا جیسی بظاہر چھوٹی سی چھوٹی عملی نیکیاں و نفع رسانیاں تک شمار کی گئی ہیں۔

ایمان و عمل کے باہمی رابطہ و رشتہ پر محدثین و فقہا اور متکلمین کی عالمانہ و اصطلاحی بحثوں کو چھوڑ دیئے نفس قرآن و حدیث کے سرسری مطالعہ سے اتنی بات بے تکلف سمجھ میں آجاتی ہے کہ اسلام کی طرف سے دراصل مطالبہ ایمان و عمل دونوں کے جمع کرنے ہی کا ہے، البتہ ارجاء و اعتزال یا مرجیئت و خارجیت کے نئے پرانے فتنوں سے بچنے بچانے اور عمل کے مقابلے میں ایمان کی بنیادی قدر و قیمت یا افضلیت کو ذہن نشین کرنے کرانے کے لئے بس ایک مثال کافی ہوگی جو مثالوں کے بادشاہ حضرت حکیم الامتؒ اپنی تحریروں میں دیا کرتے ہیں " بے عمل ایمان ایسا ہی ہے جیسے لنگڑا، لنجا، اندھا، بہرا، اپاہج آدمی، آدمی کہلایا جاتا ہے، سب جانتے ہیں کہ ایسا آدمی کس درجہ کا آدمی ہوتا ہے" فروغ الایمان نام جو رسالہ کچھ اوپر ایمان کے ستر شعبوں والی حدیث ہی کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے اس کی چند تمہیدی سطروں میں صدیوں کے نزاعی مسئلہ کا کیسا صاف بے لاگ فیصلہ مل جاتا ہے۔

Marfat.com

"ان سب شعبوں کو اپنے ہم وطن اسلامی بھائیوں کی آگاہی کے واسطے عام فہم اردو میں لکھتا ہوں تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ جس ایمان کا ہم دعویٰ کرتے ہیں اس کے اس قدر شعبے ہیں اور غور کریں کہ ہم میں کتنی باتیں ہیں اور کتنی نہیں ہیں تاکہ اس سے اپنے ایمان کے نقصان و کمال کا اندازہ کر سکیں اور بدون تکمیل (اپنے ایمان کے) دعوے سے شرمائیں، گو اصولِ دین کے مان لینے سے ادنیٰ درجہ کا ایمان میسر آجاتا ہے مگر وہ ایمان ایسا ہی ہے جیسے لنگڑا، لُنجا، اندھا، بہرا، اپاہج آدمی آدمی کہلاتا ہے، سب جانتے ہیں کہ ایسا آدمی کس درجہ کا آدمی ہوتا ہے۔"

بس ایمان و عمل کے تعلق کی عقلی و نقلی بحثوں میں پڑے بغیر کام کی فیصلہ کن بات یہی ہے کہ خالی اسلام کا نام اور لیبل لگا کر جو ہم مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں یہ دعویٰ کیسا شرمناک اور خود ہمارے ہاتھوں اسلام کی رسوائی کا کیسا سامان ہے تاہم اہلِ انصاف کو چاہیئے یہی کہ اسلام کے متعلق رائے ہم رسوا کن مسلمانوں کے اعمال سے نہیں بلکہ خود اسلام کے اوصافِ کمال سے قائم کریں۔ لہٰذا

"دوسری غرض ان شعبوں کے بتلانے کی یہ بھی ہے کہ غیر قوموں کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ اسلام کی تعلیم بجائے خود کافی ووافی کامل و تام ہے اور اسلام اسی کو پورا مسلمان جانتا ہے جس میں یہ سب خصائلِ خیر و اوصافِ کمال ہوں، ناقص مسلمانوں کو دیکھ کر اسلام کی تعلیم کو (ناقص) بے وقعت نہ سمجھیں کیونکہ اسلام کا کام بتلا دینا ہے نہ ویسا ہی زبردستی کسی کو بنا دینا، یہ قصور ہم لوگوں کا ہے اسلام پر کوئی الزام نہیں۔"

Marfat.com

ہماری اصل غفلت یہ ہے کہ ہم دین کے معاملہ میں محض دعوئ ایمان پر مطمئن ہیں

دینی غفلت کا روگ ہم مسلمانوں کو سب سے بڑا یہی لگ گیا ہے کہ دنیا کے تو ادنیٰ سے ادنیٰ کاموں اور معاملوں میں بھی خالی خیالی پلاؤ پکاتے رہنے پر ہم بس نہیں کرتے، چٹنی روٹی کھانے والا بھی اس کا نمک مرچ ٹھیک اور کچی پکی دیکھ کر ہی کھاتا ہے، حالانکہ نفس بری بھلی زندگی کے لئے بری بھلی چٹنی روٹی بلکہ روکھی سوکھی روٹی بھی کافی ہے لیکن دین کے معاملہ میں ہماری بہت بڑی، شاید ہزار میں نو سو ننانوے کی اکثریت محض اسلام کے ٹھپہ یا زبانی دعوئ ایمان اور خالی باتوں پر قانع و مطمئن ہو کر رہ گئی ہے جس کی نوعیت بڑی حد تک نری سلبی (NEGATIVE) ہے یعنی کوئی مسلمان اپنے کو کافر و مشرک یا ہندو سکھ، یا عیسائی وغیرہ کہنے کہلانے پر راضی نہ ہوگا اس سلب و نفی سے آگے اپنے مسلمان ہونے کا کوئی ایجابی و اثباتی تصور اُن کے ذہن میں اس سے زیادہ مشکل ہی سے کچھ ہو سکتا ہے کہ مسلمان نام گھر گھرانے میں پیدا ہوئے ہیں شادی غمی وغیرہ کی کچھ رسمیں عید و بقر عید، شب برات محرم، میلاد و مجلس وغیرہ کے کچھ تہوار یا تقریبیں غیر مسلموں کی ہولی دیوالی، دسہرا جنم اشٹمی اور کرسمس وغیرہ سے الگ رکھتے ہیں۔

یہ الگ بات ہے کہ اس درجہ میں بھی جو خود اپنے کو کہتا سمجھتا بہر حال مسلمان ہی ہے دوسروں کو بھی اس کو کہنا سمجھنا مسلمان ہی پڑے گا، جیسا کہ لنگڑا لولا اندھا بہرا ہر طرح ناکارہ آدمی سمجھا بہر حال آدمی ہی جاتا ہے، اسی طرح بے عمل سے بے عمل مسلمان بھی رہتا مسلمان ہی ہے کافر نہیں ہو جاتا اور آخرت میں بھی بالآخر اس کے ساتھ

Marfat.com

اسلام سے صریح کفر و انکار کرنے والوں کا معاملہ کسی طرح جائز و منصفانہ نہ ہوگا۔ تاہم نہ دنیا میں خالی اس سلبی یا بے عمل ایمان کے زبانی جمع خرچ سے ایجابی و عملی ایمان و اسلام کے نتائج مرتب ہو سکتے ہیں اور نہ آخرت میں ایسے ایمان پر دین اسلام نجات کامل کی ضمانت دیتا ہے، یہ تو قریب قریب صد فی صد عوام و جہلا کے "لنگڑے لنجے اندھے بہرے، معطل و مفلوج" ایمان کا حال ہے۔

ہمارے خواص کی حالت بھی حیرت وعبرت کا مجموعہ ہے

خواص و علماء کی یہ حالت اور بھی حیرت وعبرت کا مجموعہ ہے کہ انھوں نے ایمانی شعبوں کی فہرست کو نرے عقائد و ایمانیات سے ایک قدم بڑھ کر عبادات اور ان میں بھی زیادہ تر صرف نماز روزہ کی بدنی عبادت تک محدود کر لیا ہے۔ زکوٰۃ کی مالی عبادت تک کا بہتوں کو اہتمام نہیں اور بعض انتہائی عبرت کی مثالیں تو یہاں تک نظر آئیں کہ "علم" کے زور سے زکوٰۃ و سود تک کی حقیقت ہی ایسی بدل دی کہ نہ ہر سال زکوٰۃ واجب ہو اور نہ وہ سود جس کو ساری دنیا سود ہی جانتی ہے حرام رہے، رہی دوسرے عام مالی حقوق و معاملات میں احتیاط تو اس میں طرح طرح کی کوتاہیاں عام علما میں بھی قریب قریب عام مسلمانوں ہی کی طرح عام ہیں۔ دیانات و معاملات کے بعد اخلاق کو لیجئے تو یہ اب ان مکارم اخلاق کے بجائے جن کی تکمیل و اتمام کے لئے حضور نبی الاسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاص طور پر بعثت ہی ہوئی تھی (بعثت لاتمم مکارم الاخلاق) اخلاق نام رہ گیا ہے کچھ ظاہری تعظیم و تکریم تواضع و تکلف وغیرہ کی رسمی و مصنوعی باتوں کی خوش اخلاقی کا،

Marfat.com

ورنہ کذب وفریب، مکر ودغا، خیانت وخود غرضی، عہد شکنی ومحسن کشی، سازباز، ضد وانتقام حرص وہوس، ریا ونفاق، کبر وغرور، جاہ وشہرت، بغض وحسد، غیبت وبدگوئی، فخر وخودستائی، بدبینی وخود بینی، بدزبانی وبدنگاہی، تملق وچاپلوسی شاید ہی کوئی چھوٹا بڑا ظاہری وباطنی اخلاقی مرض وفساد ہو جو الا ماشاء اللہ قریب قریب ہم سب چھوٹے بڑے اس میں مبتلا وگرفتار نہ ہوں، اور کیوں نہ ہوں؟ کہ ان سارے اخلاقی مفاسد وامراض کی جڑ یا ام الامراض تو قلب کی خرابی اور نفس کی بیماری ہے اور ساری دنیا کو سب سے زیادہ بے فکری انفرادی واجتماعی سیاسی وسماجی قومی وبین الاقوامی تمام تباہیوں بربادیوں کے اسی سرچشمہ سے ہے اور بالواسطہ ان تمام بربادیوں کی ذمہ داری اس خیر امۃ پر ہے جس کے ہاتھ میں ختم نبوت کے بعد پوری انسانیت کی اصلاح ونگرانی دی گئی تھی (اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) سو خود اسی امت کے علماء ومصلحین نگران وقائدین ہی میں دوسروں کی اصلاح سے پہلے یا اس کے ساتھ ساتھ ہی خود اپنے قلب کی صلاح وسلامتی اور نفس کے تزکیہ وصفائی کی فکر کتنوں کو ہوتی ہے، افسوس وحیرت کی بات ہے کہ جو لوگ پورے دین کی اقامت کے مدعی ہیں ان کو بھی سب سے زیادہ چڑھ قلب ونفس کی اصلاح وتزکیہ کے خصوصی خادمانِ دین (صوفیا ومشائخ) ہی سے ہے۔[1]

---

[1] حالانکہ خود اس دین ہی کے نظام وکتاب ہدایت میں فلاح وخسران کا مدار نفس کے تزکیہ کو ٹھہرایا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (پ ۳۰) اور جس ہدایت نامہ نے بار بار بتایا ہے کہ اصلی زیان وخسران دنیا کی زندگی کا نہیں آخرت کے دن کا ہے، اسی نے بتایا کہ اس دن قلب کی صحت وسلامتی کے سوا مال واولاد کوئی چیز بھی (اس خسران سے بچانے اور) کام آنے والی نہ ہوگی" (باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

زندگی کے سوشل پہلو کی اہمیت اور اس سے عمومی غفلت!

زندگی کا ایک اور شعبہ مجلسی و معاشرتی (سوشل) تعلقات کا ہے جن کو زندگی کے بناؤ و سنوار میں غیر اہم دخل نہیں، جامع و کامل دین ان تعلقات کے حقوق و آداب سے بھی کیسے قطع نظر کر سکتا تھا ایسے جزئیات تک کا امر و نہی فرما کر حسن معاشرت کی اہمیت ہی پر متوجہ فرمایا ہے کہ مثلاً "اے ایمان والو، جب مجلس میں کہا جائے کہ ذرا جگہ کھول دو تو کھول دیا کرو کہ دوسرا بھی بیٹھ جایا کرے اس سے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے دنیا و آخرت میں کشادگی فرمائے گا اور جب کسی ضرورت سے کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اُٹھ جایا کرو اس سے اللہ تعالیٰ تم میں سے اہل ایمان و اہلِ علم کے درجات بلند فرمائے گا"[۱] دیکھئے بظاہر کیسی حقیر ذرا سی بات' لیکن کیسے اہتمام سے اس کا امر و حکم اور ساتھ ہی کیسے عظیم اجر و جزا کا وعدہ، اس حکم سے تو ممکن ہے کہ کم ہی لوگ واقف ہوں لیکن یہ نہی و ممانعت خود قرآن کی مشہور ہے کہ بلا سلام کئے اور بلا اجازت لئے دوسرے کے گھر میں نہ داخل ہونا چاہیے[۲]۔ اور اگر وہ کہے کہ لوٹ جاؤ[۳]، تو

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (۲۶/۸۸) نیز دین اور اقامتِ دین کی بھی کتاب جس پر نازل ہوئی اس نے قلب ہی کے صلاح و فساد پر کس قوت و شدت کے ساتھ متنبہ فرمایا کہ جس کے بناؤ بگاڑ پر سارا بناؤ بگاڑ موقوف و منحصر ہے آگاہ رہو کہ وہ قلب ہی ہے۔ الا وھی القلب۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (۵۸/۱۱) [۲] يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ (۲۴/۲۷)
[۳] وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا (۲۴/۲۸)

Marfat.com

لوٹ جانا چاہئے۔ باقی حدیثوں میں تو حسنِ اخلاق و حسنِ معاشرت کے احکام و جزئیات کا شمار ہی کہاں تک ہو سکتا ہےعـــہ اور ان جزئیات کی تعلیم کا جیسا اہتمام تھا اس کا ایک ہی جزیہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک صحابی بلا سلام کئے حضورؐ کی خدمت میں چلے آئے تو حکم دیا کہ واپس جاؤ اور السلام علیکم کہہ کر پھر آؤ۔"

ساتھ ہی ان آداب معاشرت سے ہمارے اُس بُعد و اجنبیت کا بھی اندازہ کیجئے کہ اگر آپ کوئی مجلس سے اُٹھ جانے یا دروازہ سے لوٹ جانے کو کہہ دے یا بلا سلام آجانے والے کو لوٹا دے تو اس سے بڑا بد اخلاق کون ہو گا۔[1]

غرض جہاں تک دنیوی و مادی زندگی کا تعلق ہے ہم پاؤں کی جوتی تک اپنی بساط بھر بہتر سے بہتر ہی پہننا چاہتے ہیں اور پیر کی ایک انگلی بھی ہنسی خوشی کاٹنے کٹوانے پر آمادہ نہیں ہو سکتے لیکن دین و ایمان ظاہری و باطنی زندگی کے عقائد و عبادات معاملات و اخلاق اور معاشرت سب ہی میں اوامر و نواہی واجبات و مستحبات کے اعتبار سے "لنگڑے لولے، اندھے بہرے" سرتاپا مفلوج و معطل بن کر اس طرح چہ غم ہیں کہ گویا ہمارے دینی جسم کا کوئی رُواں بھی میلا نہیں ـــ

---

[1] خود اپنا حال تو یہ ہے کہ آستانۂ تھانوی میں بار پانے سے پہلے شاید ہی ایسی باتوں کے دین ہونے کا کبھی وہم بھی ہوا ہو اور وقت کے مجدد حرف حرف یہی فرمایا کرتے تھے کہ "دین میں کسی اور چیز کا مجدد ہوں یا نہ ہوں لیکن معاشرت کا ضرور ہوں۔" بلکہ حسن معاشرت کے اہتمام و تعلیم ہی کو انسانیت قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ "ولی و بزرگ تو نہیں ہوں نہ بناتا ہوں لیکن اگر کوئی ٹھہر جائے تو آدمی بنا دیتا ہوں" غالب نے بالکل سچ کہا ہے کہ "آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا" حتیٰ کہ خود حضرت علیہ الرحمۃ کے حلقہ بگوشوں میں آدمی گنے چنے ہی ملتے ہیں۔

عـــہ امام بخاریؒ نے الادب المفرد کے زیر عنوان ایسی ہی احادیث کا مجموعہ مرتب و مدون فرمایا ہے جو ہر مسلم گھر میں پڑھے پڑھائے جانے کا مستحق ہے (غ۔م)

Marfat.com

امت کے ہر اعلیٰ و ادنیٰ طبقہ کی بھی انتہائی غفلت و بطالت ہماری اسلامی زندگی کے حق میں زہرِ قاتل اور سب سے مہلک بیماری ہے تاہم جب تک ہمارا بے حس و حرکت ایمان بھی سانس لے رہا ہے مرض لاعلاج ہرگز نہیں۔

ضرورت ہے کہ توحید الٰہ اور ایقانِ آخرت کا عملی ظہور ہو! | مگر ایک ہی علاج ہے کہ ایمان و عمل صالح دونوں کی توام تبلیغی و اصلاحی جدوجہد کو فرنگی نقالیوں کے بجائے خود اسلام ہی کی کتابِ ہدایت ہمہ گیر نظامِ ہدایت کے تحت برپا کیا جائے جس میں کمیت یا طول و عرض سے اگر مقدم و زائد نہیں تو کم از کم اس کے ساتھ ساتھ اور برابر ہی کیفیت یا عمق پر بھی زور و توجہ ہو اور اس اصلاحی جدوجہد میں قلب و نفس کی باطنی اصلاح یا تہذیب و تزکیہ کا حق جسم و جوارح کے ظاہری اعمال سے بھی اہم و اقدم ہو ظاہر و باطن دونوں کی تیز گام اصلاح کے لئے جس طرح ایک طرف یہ لازم ہے کہ توحیدِ الٰہ اور یومِ آخرت پر ایمان کو خصوصاً خالی اقراری و قولی لَمَّا یَدۡخُلِ الۡاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ والے ایمان سے بڑھا کر قلب میں داخل و راسخ یا دل میں گھر کر جانے والا زندہ و بیدار ایمان بنایا جائے جس سے عملی جسم میں حیات و حرکت رونما ہو اسی طرح دوسری طرف ساتھ ہی ساتھ عملی حیات و حرکت کو پورے دینی قالب میں اسی طرح دوڑانے کی فکر و سعی ہو کہ ظاہری و باطنی کوئی عضو مفلوج و معطل نہ رہنے پائے کیونکہ چھوٹے سے چھوٹے عضو کی بیماری و ناکارگی کا اثر کم یا زیادہ دوسرے اعضا اور جوارح پر بھی خراب ہی نہیں پڑتا بلکہ خود روح و ایمان کو مضمحل کرنے والا ہوتا ہے جس طرح

Marfat.com

داڑھ کا درد بھی جسم و جان دونوں کو بے چین و بے قرار کر دیتا ہے۔

ایمان اور عمل پر متوازی توجہ ہی خسران کا واحد علاج ہے!

غرض ایمان و عمل دونوں کی طرف متوازی توجہ اور دونوں کے رسوخ و قوت اور باہمی عمل اور رد عمل تاثیر و تاثر ہی سے انشاء اللہ دونوں کی صحتمند و متوازن زندگی حاصل ہو گی اور اسلامی عضویہ (ORGANISM) اور مشین کا ہر ہر عضو اور پرزہ ظاہری و باطنی انفرادی و اجتماعی طور پر مؤثر و ہم آہنگ کارکردگی کے حقوق ادا کر سکے گا مسلمان ہی نہیں "اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ" والے انسان یا پوری انسانیت کو زیان و خسران سے بچانے کا بس یہ ایک ہی علاج ہے۔

"صلاح کے ساتھ اصلاح کی ضرورت و اہمیت"

(وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ)

خسران سے کامل بچاؤ کے لئے کل انسانیت پر تبلیغ ضروری ہے

آگے بڑا عملی سوال یہ ہے کہ یہ ایک ہی علاج ہو کیسے؟ اور کرے کون؟ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ اسی مشکل کا دو لفظوں میں حل ہے، انسان کو بحیثیتِ مجموعی خسران سے بچانے کے لئے صرف کچھ افراد کا اپنی اپنی جگہ "اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" کا حق ادا کر کے مومن صالح بن جانا کافی نہیں بلکہ ایمان و عمل صالح کی اس حقانی زندگی کو پوری نوعِ انسان میں پھیلانے اور پیدا کرنے کے لئے آپس میں ایک دوسرے کو اس کی فہمائش و تاکید کرتے رہنا بھی لازم ہے

Marfat.com

اور اس تاکید یا تعلیم و تبلیغ کی راہ میں جو مشکلات و موانع پیش آئیں ان پر صبر و تحمل کی بھی باہم تاکید ضروری ہے یعنی پوری انسانیت کو خسران سے بے اس کے نہیں بچایا جا سکتا کہ اپنے کو بچانے والے افراد ساتھ ہی ساتھ دوسروں کو بھی بچانے کی اپنی والی پوری جدوجہد میں لگے رہیں۔

اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ ہی دوسروں کی اصلاح کی فکر و تدبیر یا تواصی بالحق و تواصی بالصبر کے بعد بجز مشیت حق کے عالم اسباب میں اور تیسری چیز رہ ہی کیا جاتی ہے جو انسان کے کسی فرد و جماعت معاشرہ و ملت کی صلاح و فلاح یا اس کو خسران سے بچانے کا راستہ روک سکے "تواصی بالحق" کے اس اصول و تعلیم کے لئے قرآن مجید کی عام اصطلاح "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" ہے یعنی اسلام نے مسلمان پر صرف اپنی برائی بھلائی کی ذمہ داری عائد نہیں کی ہے بلکہ اس کے اسلامی فرائض ہی میں، دوسروں کو بھلائی کا حکم و تاکید اور برائی پر روک ٹوک بھی داخل ہے۔ اس اصول پر عمل کی اصولی تفصیلات بھی خود قرآن ہی پر ذرا فکر و تدبر سے پوری طرح معلوم و متعین ہو جاتی ہیں۔

ختم نبوت کے بعد اب صلاح و اصلاح کی ذمہ داری امت محمدیہ پر عائد ہوتی ہے

صلاح و اصلاح کا کامل ترین نمونہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں ایک طرف ان کی ذات بجائے خود "اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" یا ایمان و عمل صالح کا اسوۂ کاملہ ہوتی ہے اور دوسری طرف دوسروں کو "تواصی بالحق و تواصی بالصبر" یعنی اسی ایمان و

Marfat.com

عمل صالح کی زندگی کے تمام معروفات کا امر اور منکرات سے نہی تو ان کی پوری زندگی کا مقصد اور مشن ہوتا ہے جس کے لئے وہ خاص طور پر مبعوث ہی ہوتے ہیں۔ ختم نبوت کے بعد اس مشن اور مقصد کی تکمیل کے لئے بہ حیثیت مجموعی پوری امت مسلمہ کو "امت مبعوثہ" یا "امت مخرجہ" قرار دیا گیا ہے کہ وہ من حیث امت اٹھائی اور نکالی ہی اس غرض سے گئی ہے کہ ایمان و عمل صالح کا خود بہترین نمونہ "خیر امت" بن کر پوری انسانیت (للناس) کے حق میں حق و صبر کی تواصی یا معروف کے امر اور منکر سے نہی کے انبیائی فرض کا حق ادا کرے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۳/۱۱۰) امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اسی دہری ذمہ داری کو دوسری جگہ بجائے "خیر امت" کے ہر پہلو سے کامل توازن و اعتدال والی امت یا "امت وسطہ" ٹھہرا کر ایک دوسرے عنوان سے اسی طرح واضح فرمایا کہ تم کو پوری انسانیت کے لئے زندگی کی عملی شہادت بنے رہنا اور خود اپنے حق میں یہ شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنائے رہنا ہے۔ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (۲/۱۴۳)

مثال و نمونہ یا شہادت عمل ہے ہی ایسی زبردست طاقت کہ اس سے حق ہی نہیں حق و باطل خیر و شر سب ہی کو خوب فروغ ہوتا ہے بلکہ باطل و شر کو اور زیادہ اس لئے کہ اس کو اندر سے نفسانی میلانات اور باہر سے دنیا کی ظاہری زندگی

Marfat.com

(ظاهرامن الحیوۃ الدنیا) کی برابر شہ ملتی رہتی ہے، اس کی بہترین مثال تاریخ کی سب سے مفسدانہ تحریک فلسفۂ اشتراکیت و معیشت ہے جو فلسفیانہ یا مابعد الطبیعاتی حیثیت ہی سے نہایت بودا نظریہ و نظام نہیں ہے بلکہ خالص معاشی لحاظ سے بھی نہایت غیر فطری غیر متوازن اور گوناگوں بے اعتدالیوں کے ملغوبہ کے سوا کچھ نہیں مگر صدیوں سے سرمایہ داروں جاگیرداروں کی جو بے اعتدالیاں زر و زمین کی بداستعمالیوں کی راہ سے چلی جارہی تھیں ایک طرف انھوں نے اس تحریک کے لئے میدان صاف کر رکھا تھا دوسری طرف اس کے حامیوں کو انقلاب کی راہ سے اس کی عظیم الشان حکومت پر قبضہ پاکر اس نظام و نظریہ کو پوری طرح دل کھول کر عمل میں لانے کا موقع مل گیا پھر کیا تھا کہ عمل و نمونہ کی یہ شہادت پروپیگنڈہ اور حکومت کے بل پر آندھی کی آگ کی طرح دیکھتے دیکھتے ساری دنیا میں پھیل گئی حتیٰ کہ اشتراکیت دشمن کیمپ مدعیانِ جمہوریت اور شخصی و انفرادی آزادی کا دعویٰ کرنے والوں تک میں سرمایہ داری و جاگیرداری کیا سرے سے ذاتی و انفرادی ملکیت ہی کو مٹانے کے اشتراکی نعروں ہی کا روز افزوں بول بالا ہو رہا ہے۔

جس طرح فرد کی صحبت پر انفرادی زندگی کا بناؤ اور بگاڑ منحصر ہے اسی طرح انسانیت کے بناؤ اور بگاڑ کی ذمہ داری مستقل امت پر عائد ہوتی ہے!	غرض انسان کی سرشت ہی یہ ہے کہ وہ کان کے بجائے آنکھ یا قول کے بجائے عمل کی شہادت سے زیادہ

قائل و متاثر ہوتا ہے اور جس طرح فرد کے لئے فرد کی نیک و بد صحبت خالی نصیحت سے

Marfat.com

زیادہ کارگر ہوتی ہے اسی طرح جماعت و معاشرہ کے لئے جماعت و معاشرہ کی یا پوری انسانیت کے لئے کسی ایسی مستقل بین اقوامی ملت و امت کی ضرورت ہے جو نسلی و جغرافیائی حدود و قیود سے آزاد ہو کر مختلف قوموں اور ملکوں میں رہتے بستے ہوئے بھی ایمان و عمل صالح کی زندگی پر مستقیم رہ کر دوسروں کے لئے اس مثالی عملی شہادت کا کام دیتی رہے اور پھر اس شہادت عمل کے ساتھ ساتھ "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" یا "تواصی بالحق" کا بھی حق کما حقہ ادا کرتی رہے۔

قرآن یہ ذمہ داری امت محمدیہ پر عائد کرتا ہے!

قرآن مجید نے اسی بین اقوامی قوم کو بہترین قوم خیر امت کا لقب دیا ہے اور "شہادت علی الناس" کا فرض ادا کرنے کے لئے اس امت کی خاص خصوصیت اس کا "امت وسط" یا اعتدال پسند قوم ہونا ٹھہرایا ہے، دیکھا جائے تو دنیا کے ہر قسم کے انفرادی و اجتماعی سیاسی و معاشی شر و فساد کا سرچشمہ اعتدال و توسط سے تجاوز یا افراط و تفریط کی گمراہیاں ہی ہوتی ہیں، اسلامی تعلیمات کا سب سے زیادہ نمایاں وصف زندگی کے ہر دینی و دنیوی شعبہ میں توسط و توازن کی "صراطِ مستقیم" ہے اس ناقص و محدود عالم کون و فساد کی ہر چیز کم و بیش خیر و شر کا مجموعہ ہے نہ کوئی خیر بالکلیہ شر سے پاک اور نہ کوئی شر بالکلیہ خیر سے خالی۔ اسلام کی صراطِ مستقیم یا سیدھی راہ کا اس بہر حال خیر و شر آمیز زندگی کی ہر راہ میں کمال توازن و توسط ہی ہے کہ وہ نسبتہً خیر کے پہلوؤں کی زیادہ سے زیادہ جامع ہے اور شر کے پہلوؤں کی زیادہ سے زیادہ مانع

Marfat.com

ہوتی ہے، اسی جامع و مانع توازن و اعتدال کا لازمہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کم و بیش ہر معاملہ میں جامع اضداد معلوم ہوتی ہیں اور لوگ اپنے محدود و ناقص علم و نظر کی بنا پر کسی ایک ہی پہلو پر زور دے کر اسلامی اعتدال و توسط کے سارے حسن و کمال کو ملیامیٹ کر دیتے ہیں۔

مثلاً اسلام نہ دنیا پرستی کا معلم ہے اور نہ دنیا بیزاری کا، مگر آج کل کے مادہ پرست غوغائیوں سے مرعوب اور خود اپنی حرص و ہوس سے مغلوب مسلمان پورے اسلام کو ایسے قالب میں ڈھال دینا چاہتے ہیں کہ گویا اسلام کی نظر میں بھی نہ اس دنیا کی زندگی سے ماورا کوئی زندگی ہے اور نہ اس کی صلاح و فلاح کی کوئی تعلیم و دعوت، اسی طرح سیاسیات و معاشیات کو لیجئے کہ کسی کو اسلامی سیاست و معیشت تمام تر روسی اشتراکیت و اشتمالیت نظر آتی ہے جس میں انفرادی آزادی و ملکیت تک کی سرے سے گنجائش نہیں اور کسی کو سر شماری والی جمہوریت اور بے قید و بند والی ملکیت و ملوکیت اور جب ہٹلر کا زور تھا تو اسلامی امارت آمریت بنائی جانے لگی تھی اور کہیں ہٹلر کامیاب ہو جاتا تو یقیناً دنیا میں آج اشتراکیت و جمہوریت سب کے بجائے آمریت ہی کے گُن گائے جاتے ہوتے لیکن اسلام کے تمام جامع و مانع عناصر کو مد نظر رکھا جائے تو نہ وہ روس کی اشتراکیت ہے نہ امریکہ و انگلستان کی جمہوریت اور نہ ہٹلر مسولینی کی آمریت و فسطائیت بلکہ اشتراکیت و جمہوریت انفرادیت و اجتماعیت سب کے فوائد و منافع کی جامع اور سب کے نقائص و مضار کی مانع،

Marfat.com

آج مسلمانوں کی حکومتیں تو ہیں مگر ایک بھی اپنی ذمہ داری سے آگاہ نہیں!

آج بھی مسلمانوں کی چھوٹی بڑی بھلی بیسیوں حکومتیں موجود ہیں لیکن کیا ان میں سے کوئی ایک بھی اسلام کے جامع و مانع نظامِ سیاست و معیشت کی نمایندہ "امۃ وسطہ" بن کر دنیا کے دوسرے سیاسی و معاشی نظامات کے بالمقابل "شہادت علی الناس" کا حق ادا کر رہی یا اسلامی سیاسیات و معاشیات کی عملی گواہی دے رہی ہے، صدفی صد کا کیا کہنا اگر یہ عملی شہادت کسی محسوس و معتدبہ درجہ میں بھی کہیں کارفرما ہوتی تو وہ اپنی ذات میں انسان کی انفرادی و اجتماعی فطرت کے مختلف و متضاد عناصر و مطالبات کی ایسی متوازن جامعیت و مصالحت کی حامل ہوتی کہ نام نہاد اشتراکیت و جمہوریت کے ہنگاموں میں بھی اس کو مسلسل و مستقل طور پر نظر انداز کرنے رہنما انسانیت کیلئے عملاً ناممکن ہی ہوتا۔

خود محکوم مسلمان بھی حاکم قوم پر اپنی ایمانی سیرت سے اثرانداز ہوسکتے ہیں

اسی طرح کم و بیش تمام چھوٹے بڑے غیر مسلم ملکوں اور حکومتوں میں مسلمان ایک بین اقوامی قوم کی حیثیت میں اتنی تعداد میں موجود ہیں کہ محکومی کی معذوریوں کے ہوتے ہوئے بھی بہت کچھ اسلام کے خداپرستانہ انفرادی و معاشرتی معاملات و اخلاق کا حق ادا کرکے نہ صرف خود حاکموں کے لئے اسلامی تفوق و برتری کے عملی گواہ بن سکتے تھے بلکہ دنیوی زندگی کے اعتبار سے بھی ہر جگہ ذلت و کمتری کے بجائے خود حکومت و حاکم قوم کے دلوں میں عزت و وقعت کی جگہ حاصل کرسکتے ہیں، ہو نہیں سکتا کہ بڑی سے بڑی

Marfat.com

اکثریت وحکومت میں پھنس کر بھی مسلمان اگر مقدور بھر اپنی انفرادی وجماعتی یا سماجی زندگی میں خدا و آخرت کے ایمان پر مبنی صالح زندگی کے معاملات واخلاق اور معاشرت میں عملاً اسی طرح گواہی دیتے رہیں کہ گھر میں بھی **مومن صالح** ہوں اور باہر بھی اپنوں میں بھی' پرایوں میں بھی' دوستوں میں بھی' دشمنوں میں بھی' کچہری میں بھی' دفتر میں بھی' اسکول وکالج میں بھی، دکان و بازار میں بھی، تو کیا کوئی متعصب سے متعصب اکثریت وحکومت بھی اُن سے مسلسل غیر متاثر رہ سکتی یا اُن کو مستقلاً نظر انداز کر سکتی ہے، جس قوم و ملک کے لوگوں کو بھی دن رات یہ تجربہ ہوتا رہتا ہے کہ مسلمان نام ہی اس کا ہے جو دنیا کے نفع وضرر سود وزیاں سے کہیں زیادہ اپنی زندگی خدا کی رضا و ناراضی یا آخرت کی فلاح وخسران کے ماتحت بسر کرتا ہے اور اس لئے اس کو دنیا کی حکومت اس کے قانون وعدالت فوج وپولیس، قید وبند کا خوف ہو نہ ہو وہ کھلے چھپے، اندھیرے اجالے، شہر ویرانے کہیں کسی حال میں بھی راستی وراست بازی، حق پسندی وفرض شناسی کی راہ سے منحرف ہونا گوارا نہ کرے گا، اُن کو چار و ناچار مسلمانوں پر اعتماد و اعتبار اور لازماً خود ان کی اور ان کے دین دونوں کی عزت و رعایت کرنے پر دیر و سویر مجبور ہونا پڑے گا۔

اس کی چند تاریخی مثالیں | یہ نری قیاسی و فرضی بات نہیں، ماضی کے آئینہ میں اب بھی کہیں کہیں ایسے مسلمانوں کی صاف وشفاف صورت دیکھی جا سکتی ہے، چوتھی صدی ہجری کا ابن حوقل نامی ایک سیاح بہت سے ایسے ملکوں اور علاقوں کا

Marfat.com

جہاں غیر مسلموں کی اکثریت و غلبہ ہے چشم دید تجربہ لکھتا ہے کہ

"ان ہی علاقوں میں ایسے مسلمانوں سے میری ملاقات ہوئی جن کی پارسائی اور اخلاقی برتری کا حال یہ ہے کہ اپنے مقدمات میں غیر مسلم طبقات کے افراد بھی عموماً ان کو اپنا گواہ مقرر کرکے حکومت کے سامنے پیش کرتے ہیں اور مقدمہ کا فریق ثانی بھی ان کی شہادت کے ساتھ اپنی رضامندی کا اظہار کرتا ہے کبھی کسی خاص گواہ کی گواہی پر فریق ثانی کو اگر اعتراض بھی ہوتا ہے تو اس کی جگہ گواہی میں پھر مسلمان ہی کو پیش کیا جاتا ہے اور اسی کے بیان پر مقدمہ کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔"

دیکھا آپ نے یہ" شہادت علی الناس" کی کیسی لفظی و معنوی شہادت ہے پھر جس امت یا جماعت کے متعلق بھی لوگوں کو علانیہ دن رات کے معاملات میں یہ تجربات ہوتے رہتے ہوں کہ وہ خدا و آخرت کے ایمان پر مبنی تقویٰ یا "پارسائی اور اخلاقی برتری" والی زندگی میں اپنی والی کوئی کوتاہی روا نہیں رکھتے خواہ اس کی قیمت ان کو دنیا کے جان و مال ضرر و نقصان ہی کی چھوٹی بڑی صورتوں میں ادا کرنی پڑتی رہے تو بالآخر اُن کے اس دین و ایمان کی رعایت ہر اس حکومت و اکثریت کو بھی کرنا پڑے گی جس میں انسانیت یا انسانی شرافت کی کوئی رمق زندہ ہے" ابن حوقل ہی کا بیان ہے کہ

"ان تمام علاقوں میں مسلمان کسی حکم و فیصلہ کو اس وقت تک تسلیم نہیں کرتے جب تک کہ ان پر خود مسلمان ہی حاکم نہ ہوں ان پر حدود اور سزاؤں کے نفاذ کا ان پر شہادت اور گواہی دلانے کا حق مسلمانوں کے سوا کسی دوسرے کو نہیں

Marfat.com

خواہ اس علاقہ میں مسلمانوں کی تعداد کم ہی کیوں نہ ہو۔"

خود ہندوستان کے کسی ساحلی علاقہ بلہرا کے متعلق بیان کیا ہے کہ "اس علاقہ میں کچھ مسلمان بھی آباد ہیں ان مسلمانوں پر بلہرا کی طرف سے وہی آدمی حاکم ہو سکتا ہے جو مسلمان ہو، بلہرا کا وہ ان مسلمانوں پر نمائندہ ہوتا ہے[۱]۔"

دیکھنے کی بات وہی ہے کہ خالق و مخلوق خدا و انسان دونوں کی طرف سے یہ معاملہ ہمارے جیسے نام کے خالی نسلی و قومی یا نرے بے جان نماز روزہ والے مسلمانوں کے ساتھ نہ تھا، بلکہ ان کے ساتھ جو دوست و دشمن مسلمان و غیر مسلمان سب کے ساتھ فلاح و تقویٰ یا پارسائی اور اخلاقی برتری" کی عملی شہادت مسجد و مصلی سے باہر زندگی کے دنیوی معاملات میں دیتے پائے جاتے تھے اور سچ پوچھئے تو ایسے ہی مسلمانوں کو اس دعوی کا حق تھا کہ وہ "کسی حکم و فیصلہ کو اس وقت تک تسلیم نہ کرتے" جب تک وہ ان کی خدا داد آخرت والی زندگی کو فساد و خسران سے بچانے والا نہ ہو، یہ تو ماضی میں خیر امتہ کے شہداء علی الناس ہونے کے ثمرات کی ایک جھلک تھی، اب ذرا اس کے بالمقابل حاضر کے آئینہ میں ہم اپنی صورت دیکھیں اور پہچانیں۔

---

[۱] یہ تینوں اقتباسات مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی رح کی مختصر مگر بڑی سبق آموز کتاب "ہزار سال پہلے" سے منقول ہیں۔

Marfat.com

البتہ چند صالح افراد سے ساری امت "خیر امت" نہیں بن سکتی!

مستثنیات کا ذکر نہیں، کہ بُرے بھلے مستثنیٰ افراد سے نہ کوئی جماعت یا امت خیر امۃ بنتی ہے نہ شر امۃ بہتر سے بہتر جماعت و معاشرہ میں بدتر سے بدتر، اور بدتر سے بدتر سوسائٹی میں بہتر سے بہتر کچھ نہ کچھ اشخاص پائے جا سکتے بلکہ ضرور پائے جاتے ہیں، مگر سیکڑوں ہزاروں میں دو چار بُروں کی برائیاں مجموعی سماج کے دباؤ میں سر اٹھا پاتی ہیں اور نہ دو چار بھلوں کی بھلائیاں کسی سماج کو دوسرے سماج والوں کی نظر میں کوئی موثر سبق آموز مثال و نمونہ بنا سکتی ہیں، امت من حیث الامت کی خیریت و شریت کا مدار اس میں خیر یا شر کے کمًا و کیفًا محسوس و مشاہد غلبہ ہی پر ہوتا ہے۔

"امتِ مبعوثہ" کی موجودہ زبوں حالی

جس امت پر ساری امتوں اور قوموں کی فلاح و اصلاح کے لئے خیر امت بننے اور بنے رہنے کی ذمہ داری ڈالی گئی تھی اس نے ایمان و عمل صالح کی پوری ظاہری و باطنی زندگی میں کیف و کم ہر اعتبار سے اپنی ایمانیت و صالحیت دونوں کو اس طرح مسخ و پامال کیا ہے کہ ایمانیات میں کھلی کھلی کافرانہ و مشرکانہ باتوں سے لیکر اعمال خصوصًا معاملات و اخلاق اور معاشرت کا شاید ہی کوئی فساد و گندگی ہو جس میں ہمارے عوام ہی نہیں خواص تک دوسری امتوں یا قوموں سے زیادہ ہی لت پت نہ ملتے ہوں۔ توحید جو سارے ایمانیات کا جوہر اور ساری طاعات و حسنات کی جڑ (راس الطاعات وملاک الحسنات) ہے اور جس سے مراد توحید الٰہ ہے یعنی وہی زندگی کے پورے کاروبار اور تمام انفرادی

Marfat.com

واجتماعی شعبوں میں ہر نفع وضرر وسود وزیاں کو تدابیر واسباب سے نظر بلند کر کے بالکلیہ
وفی الواقع صرف مسبب الاسباب خدائے واحد کے ہاتھ میں شعوری طور پر دیکھنا
کتنے ہم میں ہوں گے جن کی نظر اسباب سے آگے جاتی ہو یا جو جائز و ناجائز کی بحث
کے بغیر اسباب پرستی کی دوڑ میں مسبب الاسباب کے قطعی منکرین سے پیچھے رہتے
ہوں، اسی طرح ہمارا ایمان بالآخرت کتنوں کو اس پر آمادہ کرپاتا ہے کہ وہ آخرت
کے نفع وضرر کو دنیا کے نفع وضرر پر مقدم رکھتے ہوں اور کیسے رکھ سکتے ہیں جب
ہمارے علم وشعور پر بھی دنیا کی ظاہری زندگی منکرین آخرت ہی کی طرح اس درجہ
چھائی ہوئی ہے کہ کسی دوسری زندگی کا خیال کسی کو بھولے ہی سے آتا ہوگا۔
یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ (۳۰)
مسلمان ہونا الگ رہا میں تو کہا کرتا ہوں کہ توحید وآخرۃ کو بھول بھلا کر انسان
بجز درندہ وحیوان کے کچھ رہ ہی نہیں جا سکتا، اس کا ثبوت بے خدا وآخرت کی روز افزوں
ماڈرن زندگی کی روز افزوں درندگی وحیوانیت سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ فرد فرد جماعت
جماعت قوم قوم سب ہی ایک دوسرے کو کھا اور نگل جانے کے تاک میں لگی ہیں۔
یہاں تک کہ "پرامن بقائے باہم" کی دعوت بھی سچ پوچھئے تو کمزوروں کی طرف
سے اسی ڈر میں ہے کہ ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کے زور آزماؤں کی زور آزمائی میں
ہماری خیریت نہیں خود اپنے گھر میں اپنے سے کمزوروں کو دبانے اور نگلنے میں یہ بھی
کب کس سے پیچھے ہیں وہ تو کہئے کہ انبیائی تعلیم کی بچی کھچی اخلاقی قدریں اب

Marfat.com

بھی کچھ نہ کچھ افراد و اقوام سب کے دلوں میں ظلم و زیادتی حق و انصاف امن و امان کی تھوڑی بہت بھلائی برائی جمائے ہوئے ہر ملک و معاشرہ میں کچھ نہ کچھ انفرادی و اجتماعی درندگیوں کے مقابلے میں سپر بنی ہوئی ہیں، نہیں تو خدا و آخرت سے انکار و غفلت کی بدولت انسانی بستیوں کے اشتراکیت و جمہوریت کی چکّی کے پاٹوں کے درمیان پس جانے کے سامانوں میں کسر ہی کیا رہ گئی ہے، بلکہ اشتراکیت و جمہوریت کا حاصل ہی اس کے سوا کیا ہے کہ جس جتھے کے ہاتھ میں حکومت و اکثریت کی لاٹھی آجائے ہر محکوم اور بڑی سے بڑی اقلیت کی بھینس بھی اسی کی ہے، یا پھر وہی اجتماع و شورش ہنگامہ پسندی و بدامنی کا زور دباؤ خواہ وہ نام نہاد ستیہ گرہ اور مرن برت ہی کی انفعالی صورت میں ہو، لاٹھی والوں کو بھی حق و انصاف کی نہیں موقع و مصلحت کی خاطر تھوڑا بہت قبول ہی کرنا پڑتا ہے، جب انسان کی شخصی یا جماعتی من مانی رائے و خواہش کے ماورا حق و انصاف کا کوئی اور برتر معیار ہی نہیں تو اس سے چارہ ہی کیا ہے کہ جو شخص یا جماعت غالب آجائے وہ اپنی رائے و خیال کو حق و انصاف قرار دیکر مغلوبوں سے منواتی رہے اور خالی حق و انصاف کی دُہائی خواہ وہ زبان و کلچر ہی کے نام سے اور ساڑھے بیس لاکھ دستخطوں کی عرضداشت ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو اس کی صحیح جگہ ردی کی ٹوکری کے سوا کہاں ہو سکتی ہے۔

<u>اس زبوں حالی کے اسباب کا اجمالی جائزہ</u> | یہ تو موقع آجانے پر اپنی بھڑاس کا ایک جملہ معترضہ تھا کہ خدا و آخرت کا ایمان نکل جانے کے بعد دنیا کہاں سے کہاں نکل گئی اصل ذکر اس امت کا

Marfat.com

تھا جس کے سپرد اس ایمان کی دعوت اور اسی پر عمل کی شہادت کی گئی ہے کہ یہ ایمان خود ہمارے اندر کس درجہ بے جان ہو کر رہ گیا ہے لازماً "عمل صالح" کی عملی شہادت کا بھی جو حشر ہونا تھا وہ سامنے ہے ایمان باللہ کا اہم و اقدم مطالبہ حقوق اللہ یا نماز روزہ وغیرہ کے عبادتی اعمال صالحہ ہیں ان میں بھی سب سے مقدم نماز کو پورے دین کا ستون ٹھہرایا گیا ہے اس کا کمی یا عددی حال یہ ہے کہ شاید فی صد دو چار سے زیادہ نمازیوں کی تعداد نہ ہو اور کیفی اعتبار سے یہ نماز کی صرف ویسی ہی صورت ہوتی ہے جو مسجد و مصلی سے فواحش و منکرات سے باز رکھنے والی سیکڑوں کیا ہزاروں میں ایک آدھ کی ہوتی ہو گی خصوصاً اخلاق و معاملات کی زندگی میں تو تہجد گذاروں کو بھی بالعموم بے نمازیوں کے دوش بدوش ہی پائیے گا۔ بلا شبہ مامور و مطلوب چونکہ نماز کی صورت بھی ہے اس لئے صوری فرض ضرور اتر جاتا ہے لیکن صورت بے حقیقت کے حقیقی دینی و دنیوی ثمرات سے تو بہرحال محروم ہی رہنا پڑے گا، یہی حال روزہ داروں کے روزوں کا عام طور سے ملے گا کہ وہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ والے تقویٰ کے اثرات سے عین روزہ کی حالت میں بھی خالی اور محض فاقہ کی صورت ہوتا ہے، اس کے بعد زکوۃ کو لیجئے تو اس کے ادا کرنے والے تو صوم و صلوۃ کے پابندوں میں بھی شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں البتہ یہ عجیب انمل بات ہے کہ حج کا شوق نسبتہً کچھ زیادہ زکوۃ ادا نہ کرنے والے خواص تک میں پایا جاتا ہے یا ایسے عوام میں جو استطاعت اور زاد راہ کے حدود و احکام کا بھی پوری طرح خیال نہیں رکھتے، باقی آدابِ حج کا لحاظ یا "فسوق و جدال" سے بچنے کا اہتمام تو کچھ خاص خاص اللہ کے

Marfat.com

بندے ہی کرتے ہوں گے، نذر و نیاز سجدہ و طواف بھی خالص اللہ ہی کے حقوق ہیں ان میں مزاروں تعزیوں وغیرہ کے ساتھ عوام اور جہلا ہی نے شرک کا معاملہ نہیں کر رکھا ہے علما تک کی پوری پوری جماعتوں نے ان مشرکانہ اعمال و افعال کو اپنا مستقل علمی و دعوتی مسلک بنا رکھا ہے۔ تن ہمہ داغ داغ شد، پنبہ کجا کجا نہم۔

حقوق اللہ کے بعد حقوقِ عباد کے اعمال صالحہ پر آئیے تو یہاں میدان اور بھی صاف، قدم قدم پر یہی مجدد وقت حکیم الامۃ علیہ الرحمۃ ہی کا قول سامنے آتا رہتا ہے کہ نماز روزہ کی بچی کھچی عبادات کے علاوہ زندگی کے تمام دوسرے شعبوں کو تو مسلمانوں کے کم و بیش تمام طبقوں نے دین کی فہرست ہی سے نکال چھوڑا ہے، کہا تو بالکل بجا طور پر جاتا ہے کہ اسلام انسان کی پوری دنیوی زندگی کا دین و قانون ہے، بلکہ دین و دنیا کی دوئی قطعاً غیر اسلامی تصور ہے لیکن حقیقت حال یہ اپنوں پرایوں کسی سے مخفی نہیں ہے کہ خود قرآن نے عین نزول کے وقت مسلمانوں کی جن دو قسموں کی نشان دہی فرمائی تھی، مرید دنیا اور مرید آخرت مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ (۳/۱۵۲) اب ہمارے اندر دنیا کی زندگی اور معاملات میں آخرت کی زندگی و فلاح کا ارادہ کرنے والے کتنے ہیں۔

گھر ہو کہ باہر، کچہری ہو کہ دفتر، کارخانہ ہو کہ بازار، اسکول ہو کہ کالج، ملازمت ہو کہ تجارت، وکالت ہو کہ ڈاکٹری و طبابت، استاد ہوں کہ طالب علم کہیں کسی جگہ کسی طبقہ و پیشہ والوں میں آپ بنا دے سکتے ہیں کہ مسلمان بحیثیت امت و

Marfat.com

جماعت دوسروں کے مقابلہ میں اپنی زندگی اور معاملات میں دنیا کے نفع و نقصان سے رتی بھر بھی زیادہ خدا کی رضا و ناراضی یا آخرت کے سود و زیاں فلاح و خسراں کی پرواہ کرتے نظر آتے یا دیکھنے والوں کو دکھاتے ہوں کہ ان کی نظر حقوق و فرائض کی ادائی میں تنخواہ و اجرت پولیس و عدالت افسروں و عدالت کی نگرانی یا بازپرس سب سے کہیں بڑھ چڑھ کر احکم الحاکمین کی نگرانی اور آخرت کی جواب دہی پر ہے۔

اگر یہ کچھ نہیں تو پھر للہ کوئی بتائے کہ مسلمانوں کی خیر امت ہونے کو دوسری امتوں یا قوموں والے کس طرح پہچانیں؟ نت نئی انجمنوں اداروں سے؟ اسکولوں کالجوں یا ان میں تعلیم پانے والوں کی کثرت سے؟ تقریروں تحریروں کی بھرمار سے' خطابتوں انشاپردازیوں کی زور آزمائیوں سے؟ تالیف و تصنیفات کے انباروں سے؟ اخباروں و رسالوں کی بے شمار تعدادوں سے؟ خصوصی چمک بھڑک والے نمبروں سے؟ آئے دن کے جلسے جلوسوں سے؟ اپنی پرائی حکومتوں کے خلاف احتجاجوں شورشوں سے؟ من برتوں سنیہ گرہوں سے؟ نوکریوں چاکریوں میں عددی مطالبوں سے؟ سو ان چیزوں کی دوسروں کے ہاں کیا کمی ہے؟ ان میدانوں میں وہ پہلے بھی آپ سے آگے تھے آج بھی اور غالباً آئندہ بھی رہیں گے۔

اس سے بڑھ کر غیروں ہی کی نقل و نقالی میں خود دین و مذہب کا نام اور ٹھپہ لگا لگا کر کم و بیش سال کے تین سو ساٹھ (۳۶۰) دن چھوٹے بڑے عرسوں، عرسی میلوں ٹھیلوں، نیازوں، فاتحوں من گھڑت تہواروں اور اب روز افزوں میلادی

Marfat.com

جشنوں کا جو دور دورہ ہے، ذرا ہم اپنے گریبانوں میں سر ڈال کر سوچیں کہ ان سے دوسروں کو ہماری اسلامیت کی اس کے سوا کیا شہادت ملتی ہے کہ ان کے یہاں دسہرہ ہے تو ہمارے ہاں محرم، ان کے ہاں دیوالی ہے تو ہمارے ہاں شب برات، ان کے ہاں جنم اشٹمی ہے تو ہمارے ہاں میلاد، اُن کے ہاں آئے دن نہان اور نہانی میلے ٹھیلے ہیں تو ہمارے ہاں عرس و عرسی میلے ٹھیلے، حد یہ کہ وہ جو کچھ مندروں میں کرتے ہیں وہی ہم کو مزاروں میں کرتا دیکھتے ہیں، ہماری اس اسلامیت کو دیکھ کر دوسرے کیا ایسی انوکھی بات دیکھتے اور پاتے ہیں جس بنا پر ان کے اندر اسلام کی طرف کوئی کشش یا اس کی تعلیمات کی تحقیق و تجسس کے لئے کوئی چونک پیدا ہو۔

رہا محض طلبِ حق کا سوال تو کتنوں کو اس کی اتنی لگن ہوتی اور عملاً اتنی فرصت ہو سکتی ہے کہ وہ سارے دھندوں کو چھوڑ کر خالص حق جوئی کی نیت سے بیسیوں مذہبوں کا تقابلی مطالعہ کرے اور پھر اسلامی ایمان اور عمل صالح کی برتری کو پا کر اس کی طرف جھکے، اس کے علاوہ آدمی کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ زبان و قلم سے کم اور مثال و نمونہ سے زیادہ سیکھتا اور متاثر ہوتا ہے۔

ننگوں کی نو آبادی یا کلب میں جب سب ننگے ہی ننگے ہوتے ہیں تو پھر ایک دوسرے سے کسی شرم و لحاظ یا کسی بدنامی و رسوائی کا سوال ہی کیا تاہم ظاہری معاملات میں کھلے خزانے بدمعاملگیوں اور علانیہ فسق و فجور کی باتوں میں بہتوں کا اب بھی کچھ نہ کچھ بدنامی و رسوائی کا خیال ہاتھ پکڑ لیتا ہے لیکن بداخلاقیوں میں

Marfat.com

غصہ، گرمی، بدگوئی و بدزبانی، سب و شتم کھلی کھلی شیخی و فخاری، خوشامد و چاپلوسی وغیرہ کے علاوہ ریا و نفاق، بغض و حسد، نفس و نفسانیت، حرص و ہوس، خود غرضی و دنیا پرستی وغیرہ جن اخلاقی بیماریوں کا تعلق قلب و نیت کے باطنی محرکات سے زیادہ ہے، ان میں عوام تو عوام نمبر شاید خواص ہی کا زیادہ بڑھا ہوگا، ان سے بھی زیادہ قلبی و خفی معاملہ خالص دینی و روحانی فضائل اخلاق، اخلاص و للّٰہیت، خوف و خشیت، صبر و شکر، تسلیم و رضا، توکل و استغنا، اللہ کی اور اللہ ہی کے لئے محبت و عداوت وغیرہ کا ہے کہ ان کا خفا تو اب فنا و فقدان کی اس انتہا تک جا پہنچا ہے کہ خانقاہیں جو اخلاق کے ان باطنی فضائل و کمالات ہی کی خصوصی تربیت گاہیں تھیں وہاں بھی مشکل ہی سے کہیں کوئی نشان ملتا ہوگا۔

اسلام کی تبلیغ و تفہیم میں عقائد و عبادات سے کہیں زیادہ اہم معاملات و اخلاق ہیں

عقائد و ایمانیات بُرے ہوں یا بھلے اسلامی ہوں یا غیر اسلامی ان کا تعلق تمامتر قلب و باطن سے رہتا ہے عبادات کی صورت میں ان کا جو کچھ یا جس طرح ظہور ہوتا ہے اس کا بھی تعلق عام مخلوق کے بجائے زیادہ تر عبد و معبود یا بندہ و خدا کے درمیان محدود رہتا ہے اور مذہب کے متعلق جو یہ مشہور کر دیا گیا ہے کہ وہ آدمی کا اپنا ذاتی و شخصی یا نجی معاملہ ہے یہ بھی انھیں مذاہب و ادیان والوں کی نسبت درست ہے جنھوں نے غلط یا صحیح طور پر اپنے دین و مذہب کے تصور کو کچھ خاص عقیدوں اور ان کے مناسب پوجا پاٹ یا پرستش کی خاص خاص عبادتی رسموں کے اندر محدود کر رکھا ہے، باقی

Marfat.com

اسلام جس کے دینی احکام نے انسان کی انفرادی اجتماعی تمدنی وتہذیبی اخلاقی ومعاشرتی، سیاسی ومعاشی پوری دنیوی زندگی کو گھیر رکھا ہے وہ نہ کسی فرد کا کوئی انفرادی وذاتی معاملہ ہو سکتا ہے اور زندگی کے دنیوی معاملات سے الگ کرکے علماً وعملاً اس کے تصور ونمایندگی کا صحیح حق ادا ہو سکتا ہے۔

اس نقطۂ نظر سے دیکھئے تو اسلام کو سمجھنے سمجھانے پہچاننے پہچنوانے دونوں کے لئے عقائد وعبادات دونوں سے کہیں اہم واقدم مسئلہ معاملات واخلاق اور معاشرت ہی کا ہو جاتا ہے، بلکہ معاشرت کا معاملات واخلاق سے بڑھ چڑھ کر، اس لئے کہ لین دین وغیرہ کے معاملات تو ہر روز ملنے جلنے والے سے پیش نہیں آتے اخلاق میں بھی برے بھلے باطنی اخلاق یا دل کی خوبیوں خرابیوں کا تجربہ زیادہ طویل سابقہ ہی سے ہوتا ہے بخلاف معاشرت کے کہ گھر باہر سفر وحضر جہاں کہیں جب جس حیثیت میں بھی آدمی آدمی سے ملتا ہے تو میل جول یا نفس آدمیت کی برائی بھلائی سے تو کہنا چاہیئے کہ ہر آن ہی سامنے آتی رہتی ہے جس میں مذہب وملت رشتہ وقرابت ذات پات، دوستی ومحبت وغیرہ کے تمام تعلقات سے قطع نظر کرکے انسان کا صرف انسان کی حیثیت میں تجربہ ہوتا رہتا ہے اسی کا نام انسانیت یا آدمیت ہے۔

اس انسانیت کے معنی یہ ہیں کہ انسان کیا حیوان کو بھی ہماری ذات یا کسی چھوٹی بڑی حرکت سے بلاوجہ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف واذیت بھی نہ پہنچے

Marfat.com

پائے، ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ میں اس انسانیت کی اہمیت و وسعت کا اندازہ اسلام کی نظر میں اس سے کرو کہ راستہ سے کسی ایسی چیز کا ہٹا دینا جس سے چلنے والوں کو تکلیف کا احتمال ہو اس کو بھی خود ایمان کا ایک شعبہ یا لازمہ قرار دیا گیا ہے اور جس کا اجر بھی دنیوی نہیں خالص دینی و اخروی اتنا عظیم ہے کہ حدیث ہی میں آتا ہے کہ کسی نے راہ میں کوئی پُرخار شاخ پڑی دیکھ کر اس کو ہٹا دیا تاکہ راہ گیروں کو تکلیف نہ ہو تو اسی پر اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا تکلیف سے بچانا ہی نہیں راحت پہنچانا بھی اسلامی معاشرت کا اتنا وسیع و عظیم باب ہے۔

کسی کا دل خوش کرنے کے لئے کوئی خوش کن بات کہہ دینا روپیہ پیسہ کی خیر و خیرات ہی کی طرح ایک کارِ خیر یا صدقہ (چیریٹی) ہے، متفق علیہ حدیث ہے کہ الکلمۃ الطیبۃ صدقۃ۔ حدیث ہی میں نہیں خود کتاب اسلام میں بھی قانون استیذان اور مجلس میں اٹھنے بیٹھنے راستہ میں چلنے پھرنے کی بعض انتہائی جزئیات معاشرت تک کے اوامر و نواہی موجود ہیں[۱]۔

---

[۱] حکیم الامتؒ کا تو بلا شرکت غیرے یہ خاص و خصوصی بڑا تجدیدی کارنامہ ہے کہ معاشرت کے احکام کو بعض حیثیات سے عقائد و عبادات و معاملات سب سے اہم و اقدم قرار دیا ہے، عقائد و عبادات سے تو اس لئے کہ ان میں خلل سے اپنا ہی ضرر ہے، اور معاشرت میں خلل سے دوسروں کا اور دوسروں کو ضرر پہنچانا اشد ہے اپنے نفس کو ضرر پہنچانے سے[ع] ۔ اور معاملات پر گو معاشرت اس حیثیت سے مقدم نہیں کہ معاملات کے خلل سے بھی دوسروں کو ضرر پہنچتا ہے مگر ایک دوسری حیثیت سے معاملات سے بھی اہم ہے، وہ یہ کہ عوام نہ سہی مگر خواص معاملات کو داخل دین سمجھتے ہیں اور معاشرت کو بجز اخص خواص کے بہت سے خواص بھی داخل دین نہیں سمجھتے (باقی بر صفحہ آئندہ)

[ع] جامع المجددین صفحہ ۵۰۰

Marfat.com

غرض ذات وصفات کے اعتبار سے ہمہ گیر توحیدی ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کا تو یہ غیر منفک لازمہ ومطالبہ ہی ہے کہ اعمال صالحہ کے اعتبار سے بھی مسلمان کی زندگی ہمہ گیر ہو اور دوسری امتوں کے حق میں مسلمان خیرامۃ یا شہادت عمل

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) اور بعض جو سمجھتے بھی ہیں وہ معاملات کے برابر اس کو مہتم بالشان نہیں مانتے اور اس وجہ سے عملاً اس کی پرواہ کم کرتے ہیں:۔

"غرض معاشرت کا تمام اجزاے دین سے کسی سے من وجہ اور کسی سے من کل الوجوہ مقدم مہتم بالشان ہونا ثابت ہے مگر اس کے باوجود عوام کا تو بکثرت اور خواص میں بھی بعض کا تو اس کی طرف خود عملاً بھی کم التفات ہے اور اگر کسی نے خود عمل کرلیا تو دوسروں کو خواہ وہ اجنبی ہو یا اپنے متعلقین ہوں ان کو روک ٹوک یا تعلیم واصلاح کرنا تو مفقود ہی ہے۔" [1]

مفقود کیا معنی اکثر اچھے خواص وا کا برتو ان باتوں میں روک ٹوک کی سخت گیری تو کیا رواداری بلکہ اُلٹے تعلیم وتبلیغ کی نام نہاد حکمت ہی کے منافی جانتے ہیں، باقی عملاً اس پر عمل تو اخص خواص کیا صرف وقت کے مجدد تھانوی ہی کے ہاں دیکھا فرماتے بھی تھے" احقر مدتوں سے اپنے متعلقین کو ایسے مواقع پر زبانی احتساب کرتا رہتا ہے گو اس میں اتنی خطا ضرور ہے کہ بعض وقت مزاج میں حدت پیدا ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ معاف کرے اور اکثر وعظ میں ایسے امور کی تبلیغ کرتا ہوں" [2]

اور کیوں نہ کرتے یا محض (حدت مزاج) کی وجہ سے دین کے ایسے مہتم بالشان حصہ کی تجدید سے بے اعتنائی فرماتے جس کو عوام وخواص سب

"لوگوں نے دین کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے سمجھتے ہیں کہ نماز روزہ، حج، زکوۃ، ذکروشغل تلاوت قرآن نفلیں بس ان چند چیزوں کے متعلق احکام ہیں آگے جو چاہیں کرتے پھریں، جس کے معنی آجکل آزادی کے ہیں سو خوب سمجھ لو کہ تم کو ہرگز ہرگز آزاد نہیں چھوڑ دیا گیا ہے مثل بھینسے اور سانڈ کے کہ جس کے گیہوں چاہیں کھالیں

[1] و [2] جامع المجددین صفحہ ۵۰۱ و ۵۰۲ -

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

جب ہی بن سکتے ہیں جب عملی طور پر عقائد و عبادات یا دینیات سے بھی زیادہ معاملات واخلاق اور معاشرت میں اسلام اور رسول اسلام (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی زندگی اور اسوۂ حسنہ کا کسی معتدبہ و نمایاں درجہ میں نمونہ ہوں، اس لئے کہ دیکھنے والے کو

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گزشتہ) جس کے جتنے چاہیں کھالیں، سو ہم کو ایسا نہیں چھوڑا گیا ہے بلکہ شریعت نے ہماری رفتار، گفتار، نشست و برخاست، لین دین، کھانے پینے ہر چیز سے تعرض کیا، شریعت مکمل قانون ہے[۱]۔

اس "مکمل قانون والی شریعت" کے مزاج شناس کی مجلس میں معاشرت کی بات بات پر احتساب اور روک ٹوک کو دیکھ کر جن لوگوں نے بزرگی نام بے حسی کا سمجھ رکھا ہے (بلکہ بہت سے بزرگوں نے خود ہی اس کو اپنا کمال سمجھا رکھا ہے) ان کو حضرت کی مجلس میں بڑا اچنبھا ہوتا تھا کہ "ہم تو بہت بزرگوں کی مجلس میں گئے لیکن کہیں ایسی باتوں پر روک ٹوک نہیں دیکھی"۔

ایسوں کو حضرت کا جواب سنئے کہ بھائی میں تو اپنی مجلس کو بزرگوں کی مجلس نہیں بنانا چاہتا آدمیوں کی مجلس بنانا چاہتا ہوں اور میں تو کہا کرتا ہوں کہ شاہ صاحب بننا آسان، ملک التجار بننا آسان، بزرگ بننا آسان، قطب بننا آسان مگر انسان بننا مشکل . . . . . اور یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ بزرگ بننا ہو، ولی بننا ہو، قطب و غوث بننا ہو تو کہیں اور جاؤ اور اگر انسان بننا ہو تو میرے پاس آؤ میں انسان بناتا ہوں[۲]۔

اس سلسلہ میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے کہ

زاہد شدی و شیخ شدی و دانشمند　　　　ایں جملہ شدی ولے مسلماں نشدی

اور چونکہ مسلمان ہونا ہی عین انسان ہونا ہے بلکہ بے مسلمان ہوئے انسان ہونے کے کوئی معنی ہی نہیں اسلئے دوسرے مصرع میں تصرف فرما دیتے کہ "ایں جملہ شدی ولیکن انسان نشدی" اور خود اس تھانوی "انسان گر" بین اسلامیت" والی انسانیت کا جیسا جمال دیکھا اس کو آنکھیں ڈھونڈھتی اور ترستی ہی رہیں خدا بھلا کرے ہمارے مولانا دریا آبادی سلمہ کے کمال قلم کاری کا کہ اس نے انسانیت و اسلامیت کے اس جامع مرقع کو جہانتک کوئی قلم محفوظ کرسکتا ہے الحمدللہ کہ دوسروں کیلئے بھی حکیم الامت میں خوب ہی خوب محفوظ فرما دیا ہے۔ احسن اللہ جزاء۔

[۱] جامع المجددین صفحہ ۵۰۲۔ [۲] ایضاً ص ۵۰۲ [۳] ایضاً ص ۳۶

Marfat.com

ہمارے ایمانیات و عبادات سے زیادہ دکھائی زندگی کے یہی تینوں شعبے پڑتے ہیں، اپنے پرائے جانے انجانے سب کو گھر باہر سابقہ ہمارے معاملات اخلاق اور سب سے بڑھ کر معاشرت یا ہماری **انسانیت** سے پڑتا ہے اور ان سے چونکہ ہر شخص کا براہِ راست دنیوی نفع و ضرر مفاد و مضار وابستہ ہوتا ہے اس لئے قدرۃً وہ ہمارے تلخ و شیریں عمل کے پھلوں ہی سے ہمارے ایمان کے درخت کو پہچاننے اور اس کی طرف بڑھنے یا اس سے بھاگتے ہیں۔ اسی عظیم و اہم حقیقت کو حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے اپنی تجدیدی جامعیت کے قل و دل جامع الفاظ میں اس طرح واضح فرمایا ہے کہ

"وقوع میں اظہر و اکثر یہی تینوں (معاملات اخلاق اور معاشرت) ہیں کیونکہ عقائد کا حصہ گو الزم یا لازم زیادہ ہے مگر اظہر نہیں (یعنی دل سے تعلق رکھنے کی بنا پر یہ دوسروں پر زیادہ ظاہر نہیں ہوتا) اور دیانات کا حصہ خاص خاص اوقات میں ظاہر ہوتا ہے، پس وقوع میں اکثر نہ ہوا بخلاف اس کے آخر کے تینوں اظہر بھی ہیں اور اکثر بھی۔

اس بنا پر دیکھنے والوں کو اکثر افرادِ امت میں یہ انقلابِ عظیم ہر وقت ہی نظر آئے گا تو جو شخص ہر وقت یہ انقلابِ عظیم دیکھے اور پھر یہ دعویٰ سنے کہ میں محمدؐ کی امت میں ہوں تو وہ شخص حیرت میں واقع ہوگا کہ یا اللہ یہ شخص کس بات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے جو ایسا دعویٰ کرتا ہے"۔[1]

---

[1] جامع المجددین ص ۲۶۸۔

Marfat.com

مطلب وہی ہوا کہ جب بحیثیت امت، امتِ محمدیہ کے وہ مرئی اعمال واخلاق

> جب تک امتِ مسلمہ خود کو "خیر امت" کے معیار پر نہیں پہنچائے گی انسانیت خسران سی نہیں بچ سکتی!!

جو دوسروں کو دکھائی دیتے اور جن سے ان کو زندگی میں واسطہ پڑتا ہے، جب ان میں محمدی اسوۂ حسنہ یا ایمان باللہ وبالآخرت پر مبنی اسلامی اعمال صالحہ کا کوئی مرئی و محسوس مشاہدہ کیا معنی اُلٹے دن رات خلاف ہی شہادت ملتی رہتی ہے تو پھر دوسری امتوں یا قوموں کے لئے ہم مسلمانوں کے اندر خیر و فلاح کا کونسا سبق رہ جاتا ہے جس کی بنا پر اُن کو اسلام کی طرف کوئی جذب وکشش ہو، جب نمک ہی بے نمک ہو کر رہ گیا ہو تو دوسری چیزوں کو نمکین کہاں سے بنایا جا سکتا ہے۔ ختمِ نبوت کے بعد خیر امت کے مقام پر جس اُمت کو کھڑا ہی اس لئے کیا گیا تھا کہ وہ پوری انسانیت کے حق میں روشنی کا مینار بن کر قولاً و عملاً خیر و معروف کا راستہ دکھاتی اور شر و منکر کی گمراہیوں سی بچاتی رہے، جب وہی من حیث الامت کم و بیش ہر طرح عملاً "شر امۃ" بن کر رہ گئی تو پھر دنیا بھر میں اب گھٹا ٹوپ اندھیرے پر اندھیرا چھاتے جانے میں تعجب کی بات ہی کیا اور انسان کو انسان بنانے یا زیان و خسران سے بچانے کی صورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔

سب سے زیادہ سوچنے سمجھنے کا سوال یہ ہے کہ جس دین کامل نے اپنے ماننے والوں پر صرف اپنے ایمان و عمل کی جوابدہی عائد نہیں کی بلکہ "خیر امت" بن کر دنیا کی تمام دوسری امتوں یا قوموں کی فلاح و اصلاح کی ذمہ داری بھی ڈالی ہے، اس نے کیا خیر امت بننے اور بنے رہنے کا کوئی نظم و نظام نہ عطا فرمایا ہوگا؟ آگے انشاء اللہ

Marfat.com

اسی سوال کا جواب آتا ہے۔

یہ جواب دہی "تواصی بالحق"، یا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ایسا ہمہ گیر نظام وانتظام ہے کہ گویا ہر اپنا پرایا امت کا کوئی فرد، کوئی جماعت، کوئی طبقہ اپنے محل و مقام کے مناسب اس کے افادہ واستفادہ سے باہر اور محروم نہ رہنے پائے۔ یہ جب ممکن ہے کہ کسی بڑے چھوٹے ملکی معاشرہ میں ایک پوری کی پوری مستقل جماعت کا کام اسلامی زندگی و شریعت کے ہر شعبہ کے احکام ——— جن میں ظاہر ہے کہ خود معروف ومنکر کے امر ونہی کے احکام بھی داخل ہیں ——— ان کی تحصیل و تعلّم اور پھر عمر بھر ان کی قولاً وفعلاً دعوت واشاعت اور تعلیم وتبلیغ ان کا خاص دینی ومنصبی فریضہ ہو، سورۂ آل عمران کی مشہور ومعروف آیت ہے کہ

"یہ امر نہایت ضروری ہے کہ تمہارے اندر ایک ایسی جماعت موجود رہے جو لوگوں کو خیر (یا بھلائی) کی طرف بلاتی اور معروف (یا نیک کاموں) کے کرنے کی تاکید کرتی اور منکر (یا برے کاموں) سے روکتی رہے۔"

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط (٣/١٠٤)

یہی دعوتِ خیر اور معروف ومنکر کا امر ونہی حضرات انبیاء اور نبی الانبیاء علیہم الصلوٰة والسلام کا خاص انبیائی ومنصبی فریضہ اور ان کی بعثت کا خصوصی مقصد اور مشن تھا، اس میں وہ کامیابی وناکامی کے نتائج سے قطع نظر کرکے بھی زندگی بھر لگے رہتے

Marfat.com

کے لئے مامور تھے حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھو کہ باوجود اور بظاہر اس انتہائی ناکامی و ہمت شکنی کے کہ لوگوں کو جتنا بلاتے ہیں اتنا ہی وہ بھاگتے ہیں (لَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآئِیْٓ اِلَّا فِرَارًا (پ ۲۹)) پھر بھی لگے سیکڑوں سال کی طویل عمر پاکر عمر بھر، دن رات بُلانے (دعوت و تبلیغ) ہی میں رہے (دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا (پ ۲۹)) یہی حال تمام حضرات انبیاء کا رہا کہ ان کی زندگی کا پیش نہاد نہ کھانا کمانا ہوتا ہے، نہ اہل و عیال، نہ ملک و مال اور نہ نام و نہاد سیاسیات و معاشیات کی کوئی دعوت و رعایت بلکہ اس کے بجائے تمام تر معادیات کی فلاح و خسران کے مدنظر ایمان و عمل صالح کی ایک ہی دعوت ہے جس کی طرف بُلانے کی لگن ہے، تن من دھن سب کی بازی اسی پر لگ رہی ہے، اسی سلسلہ میں کسی کسی کو استثنائی طور پر دولت و حکومت بھی کسی خاص غیبی حکمت و نصرت کے تحت عطا ہو گئی، ورنہ زیادہ اور بہت تعداد ایسے ہی انبیاء علیہم السلام کی ہے جن کو جاہ و مال، دولت و سلطنت سے دور کا بھی کوئی لگاؤ نہیں ملتا، قال و حال، علم و عمل دونوں سے اپنی والی ساری جدوجہد بس پہنچانے ہی پہنچانے یا "رسالت و پیغام بری" کا فرض ادا کرنے ہی کی رہی، خواہ کوئی سنے نہ سنے، مانے نہ مانے، ایسے بھی گذرے ہیں جن کی دعوت و پیغام کو ماننے سننے والا ایک بھی معلوم نہیں۔

علماء کی خصوصی ذمہ داری اور ان کا امتیازی مقام

اسی دعوتِ خیر اور معروف و منکر کے امر و نہی کی انبیائی وراثت کے وارث براہِ راست امت کے علماء ہوتے ہیں

Marfat.com

العلماء ورثۃ الانبیاء ــــ امام غزالیؒ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ "درجۂ نبوت کے زیادہ سے زیادہ قریب اہلِ علم اور اہلِ جہاد ہوتے ہیں" اہلِ علم اس لئے کہ وہ رسولوں کی لائی ہوئی باتوں کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں اور اہلِ جہاد اس لئے کہ وہ رسولوں کی لائی ہوئی چیزوں کو قائم کرنے کے لئے تلوار سے کوشش کرتے ہیں"[1] خصوصاً ختمِ نبوت کے بعد امتِ مسلمہ کے علماء اپنے کام و مقام کے لحاظ سے انبیاء ہی کی حیثیت رکھتے ہیں، علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ــــ بلکہ امام غزالیؒ ہی نے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (۳/۱۸۷) کی ایک تفسیری حدیث نقل فرمائی ہے جس کی بنا پر علماء کی حیثیت انبیاء اور ان کے ورثا کی کیا معنی خود براہِ راست اللہ تعالیٰ سے انبیا ہی کی طرح اسی میثاق و معاہدہ کی ہے کہ "جو کچھ علم انھوں نے حاصل کیا ہے اس کو چھپا کر نہ رکھیں گے بلکہ لوگوں کو اس کی تعلیم و تبلیغ کرتے رہیں گے"۔[2]

ذاتی علم و ایمان و تقوے کے اعتبار سے انبیائی حیثیت و وراثت کا مقام رکھنے والے علماء کمیاب ہونے پر بھی نایاب بحمد اللہ اب	مقصد و طریق کا فرق ملحوظ رکھنا ضروری ہے

---

[1] اقرب الناس من درجۃ النبوۃ واھل العلم والجہاد اما اھل العلم فدلوا الناس علیٰ ماجاءت بہ الرسل واما اھل الجہاد فجاھدوا باسیافھم علی ما جاءت بہ الرسل (احیاء العلوم باب فضیلۃ العلم)

[2] قال صلے اللہ علیہ وسلم ما اتی اللہ عالماً علماً الا واخذ علیہ من المیثاق ما اخذ علی النبیین ان یتبینوہ للناس ولا یکتمونہ۔

Marfat.com

بھی نہیں لیکن ایک بہت بڑی غلطی یا غلط فہمی خدا جانے کیسے راہ پا گئی ہے کہ دعوتِ خیر اور معروف و منکر کے امر و نہی کے اصل مقصد و خدمت کے بجائے، بہت زیادہ بلکہ کہنا چاہئے سارا زور اس کے وسائل و مقدمات پر اس طرح لگایا جا رہا ہے کہ گویا وسائل ہی مقاصد ہیں۔

حضرات انبیاءؑ نہ مدرسے قائم کرنے تشریف لاتے تھے، نہ کتب خانے کھولنے نہ کتابیں لکھنے، نہ رسالے نکالنے، نہ انجمنیں اور جماعتیں بنانے، نہ جلسے اور تقریریں کرنے بلاشبہ ان چیزوں سے وسائل کا ـــــ بہ نظر وسائل و بقدر وسائل ـــــ کام لینا وقتی مصالح و حالات کے لحاظ سے ضروری ہے لیکن مرجع و منتہا تو ہر وسیلہ یا راستہ کے ہر ہر قدم کا بالذات منزل مقصود ہی رہنا چاہئے، اس منزل و مقصد ہی کے او جھل ہو جانے کا نتیجہ ہو رہا ہے کہ مثلاً مدرسوں پر مدرسے قائم ہوتے چلے جا رہے ہیں، سیکڑوں ہزاروں کی تعداد ان سے فراغت کی سندیں لے کر نکلتی رہتی ہیں، با ایں ہمہ خال خال ہی ان میں کسی کو اس کا شعور و احساس ہوتا ہو گا کہ یہ علم انھوں نے خود عمل کرنے اور دوسروں کو علم و عمل کے اسی خیر کی طرف بلانے یا معروف و منکر کے امر و نہی کے لئے حاصل کیا ہے، بڑا سبب اِس کا وہی عام مغالطہ ہے کہ جس علم کا اصل مقصود خود عمل اور دوسروں کو دعوتِ عمل تھا وہ بطورِ "علم برائے علم" خود ہی مقصود و معبود بن کر رہ گیا ہے، علم بھی اس طرح کا کہ کتابوں کا ایک مقررہ نصاب پورا کر کرا کے ـــــ خواہ کتابی استعداد بھی پوری نہ ہو ـــــ جو بھی

Marfat.com

اُلٹا سیدھا امتحان پاس کرلے اس کو عالم دین ہونے کی سند تھما دی جاتی ہے حد اس ضابطہ پرستی کی یہ ہے کہ بہتیرے اہلِ علم جو علم و دین کی خدمت ان سندی وامتحانی عالموں سے ہزاروں درجہ بڑھ چڑھ کر کر رہے ہیں وہ بہتوں کی نظر میں عالم صرف اس لئے نہیں کہ نہ انھوں نے کسی دار العلوم کی سند حاصل کی نہ کہیں دستار بندی ہوئی!

قدم قدم پر بار بار حکیم الامۃ علیہ الرحمۃ کی حکیمانہ تجدیدات یاد آتی ہیں، جبتک دورانِ تعلیم میں ساتھ ہی ساتھ عمل کا بھی امتحان نہ ہو جائے محض کتابی امتحان و نتیجہ کی بنیاد پر سند عطا کر دینا خیانت تصور فرماتے تھے، کیونکہ یہ سند دراصل مقتدائے دین ہونے کی سند ہوتی ہے، لہٰذا علم کے ساتھ مقتدا کے عمل کا بھی معتدبہ درجہ تک امتحان و لحاظ لازم ہے، بلکہ مولوی کی تعریف ہی "عالم باعمل" فرمائی ہے، اور یہ تجدید کوئی "ایجادِ بندہ" نہیں، ارشادِ رسول ﷺ کی محض تجدید و تذکیر ہی ہے، حضور ﷺ ہی نے فرمایا ہے کہ "آدمی اس وقت تک عالم نہیں جب تک اپنے علم پر عامل بھی نہ ہو ——— لا یکون المرء عالماً حتیٰ یکون بعلمہ عاملاً[1] ——— ضرورت تھی کہ خالص دینی تعلیم گاہوں کے طلبا میں اس احساس وشعور کو برابر ابھارا اور جگایا جاتا رہتا کہ ان کا عمر بھر کا حقیقی کام و مقام وہی ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کا تھا، اس سے نہ صرف حضرت نبی الانبیاء علیہ التسلیم

---

[1] احیاء العلوم باب ۶ جس میں علمائے آخرت اور علماء سوء کی علامات کا بیان ہے۔

Marfat.com

والتحیۃ کے "اسوۂ حسنہ" کی اتباع کا ذوق وولولہ پیدا ہوتا بلکہ صحیح ایمانی واسلامی خودی وخودداری کی تربیت ہوتی۔

ہمارے دینی کام بھی انبیائی روح سے محروم ہیں

دینی مدارس ہی پر کیا موقوف، دینی تصنیف وتالیف، تحریر وتقریر، مجالس ومجامع سب کی حیثیت انبیائی وراثت ونیابت کی جگہ بالعموم دنیوی پیشوں کی طرح زیادہ سے زیادہ بس دینی پیشوں کی ہوکر رہ گئی ہے، جو وسائل بھی مقاصد کی روح سے خالی ہوجائیں بے جان پیشہ ورسم ہی بن کر رہ جاتے ہیں، نتیجہ ایک ہی ہے کہ ہمارے خالص دینی دارالعلوموں کی بے جان مشینوں کے ڈھالے ہوئے علما بھی اکثر خالص دنیوی اسکولوں، کالجوں کے تعلیم یافتوں کی طرح اپنے علمِ دین سے بھی زیادہ تر دنیا ہی کے کسب وحصول کی راہیں تلاش کرنے میں لگ جاتے ہیں یا جو تھوڑے بہت دین ہی کے نام سے تقریری وتحریری علمی وتعلیمی بلکہ دعوت و اصلاح کی بالکلیہ انبیائی خدمات میں لگ بھی جاتے ہیں وہ بھی انبیائی روح وارادہ سے دور ہی ہوتے ہیں۔

اچھے اچھے علما ومخلصین بھی آج غیر شعوری طور پر دنیا پرستانہ دعوتوں سے مرعوب ہیں!

انبیائی زندگی کا سب سے نمایاں پہلو خدا وآخرت پر غیر متزلزل ایمان وایقان یا ان کا نہایت زندہ اور جاندار تعلق وتصور ہوتا ہے، زندگی کے ہر چھوٹے بڑے کام میں ان کی نظر تمامتر خلق کے بجائے خالق اور دنیا کے بجائے آخرت پر ہوتی ہے، یہی راز ہے کہ ان کی دعوت واصلاح کا رخ براہِ راست نہ معاشیات وسیاسیات کے کسی خاص

Marfat.com

نظریہ و نظام کی طرف ہوتا ہے، نہ کسی خاص تہذیب و تمدن یا ثقافت کے وہ داعی و مبلغ ہوتے ہیں کہ یہ دراصل ہر پھر کے دنیوی زندگی ہی کی دعوت و رعایت ہے مگر اب ہمارے اچھے اچھے علم و اخلاص والے علما و صلحا تک مغرب اور مغرب پرستوں کی اِن دنیا پرستانہ دعوتوں سے غیر شعوری طور پر اتنا مسحور و مرعوب ہیں کہ ان کی تقریروں تحریروں میں ثقافت و انسانیت، سیاست و معیشت کے ورد و تکرار کے مقابلہ میں خدا و آخرت کا ذکر نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے اور جو کچھ ہوتا بھی ہے وہ اس طرح لپیٹ میں گویا (معاذ اللہ) شرماشرمی کہ دین بیزاروں کی نظر میں کہیں خدانخواستہ یہ "ملاازم" کے مجرم نہ ہو جائیں۔

ہمارے مخلصین و صادقین کی یہ کمزوری بھی دراصل دین بیزار مغرب کے سیاسی غلبہ و پروپیگنڈہ کی ساحری ہے کہ نادانستہ خالق کے مقابلے میں خلق اور آخرت کے مقابلہ میں دنیا ان کی نظروں میں بھی اتنی سما گئی ہے کہ خدا و آخرت پسِ پشت پڑ جاتی ہے یا پھر اس حکمت و مصلحت میں ایسا غلو ہو جاتا ہے کہ یہ دنیا پرست اپنی دنیا ہی کی خاطر دین کی ضرورت کو کچھ تسلیم کر لیں، نیک نیتی کے ساتھ دنیا کے لالچیوں کے حق میں اس مصلحت کی مناسب رعایت قابل ملامت ہرگز نہیں، بشرطیکہ خدا و آخرت کے ذکر و تذکیر سے یہ مصلحت علانیہ طور پر مغلوب نہ نظر آئے۔ حضرات انبیاؑ کی خاص شان یہی ہے کہ ان کی دعوت میں خدا و آخرت کے سوا بالذات کسی دوسری شے کے مطلوب و مقصود ہونے کا شائبہ و شبہ تک راہ نہیں پاتا، نہ ان کی نظر کسی

Marfat.com

اجر وصلہ کے لئے قطعاً غیر اللہ پر پڑتی ہے اور لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مَالًا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ (۲۹/۱۱) کا جو بہ تکرار مختلف انبیائؑ سے اعلان کرایا گیا ہے سچ پوچھئے تو ان کے اس قال کا قدم قدم پر ان کے حال میں تجربہ ہی ان کی نبوت کی سب سے بڑی شہادت ہوتی ہے کہ غیر معاند انسانی فطرت کے لئے اس کا دور کرنا آسان نہیں ہوتا۔

دینی مدارس میں قال سے بڑھ کر حال کی تربیت ضروری ہے

ہمارے دینی مدارس اور اداروں میں بھی جب تک قال کی تعلیم کے ساتھ اس سے بڑھ کر حال کی اس تربیت کا پورا اہتمام نہ ہوگا اس وقت تک نہ وہاں کا علم میراث انبیاء ہو گا، نہ وہاں سے وراثت انبیاء کا حق ادا کرنے والے علماء پیدا ہوں گے۔ نبوت کا وارث تو وہی عالم ہے جو کتابوں سے کہیں زیادہ خود خدا کو جانتا اور اس کی ذات وصفات کا خالی کتابی نہیں حالی علم رکھتا ہو جس کی پہچان ہی ہے کہ اس کے قلب پر اللہ تعالیٰ کی عظمت و خشیت اتنی غالب ہو کہ غیر اللہ سے امید و بیم اگر مفقود نہیں تو مغلوب یقیناً ہو، سرور انبیاءؐ (فداہ بابی وامی) کا ارشاد ہے کہ " میں تم سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا اور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں ——— انا اعلمکم باللہ واخشاکم اللہ ——— اسی حقیقت حال کا اظہار بلکہ خود اللہ ہی کے اس ارشاد کی ترجمانی ہے کہ اللہ سے ڈرنے کا حق تو بس اس کے جاننے والے بندے ہی ادا کرتے ہیں ——— اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (۳۵/۲۸) ——— یعنی علم دین جس کی جان خدا کو جاننا پہچاننا ہی ہے وہ مرادف ہے، خدا سے ایسے تعلق کے جو زندگی کے سارے

Marfat.com

اعمال معاملات میں خالق کی خشیت کو مخلوق و دنیا کے ہر اجر و صلہ خوف و طمع پر غالب کر دے، اسی حدیث کی تفہیم میں حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے ہماری نام نہاد دینی تعلیم و تعلم اور اس کے علماء کا کیسا حسرتناک حال بیان فرمایا ہے کہ

"علم کو میراث انبیاءؑ کہا جاتا ہے، تو اب دیکھ لو کہ انبیاء کی میراث کونسا علم ہے کیا انبیاءؑ کا علم نعوذ باللہ ایسا ہی علم تھا جس میں محض مسائل و اصطلاحات کا تلفظ ہو اور خشیت کا نام نہ ہو۔ . . . . اب ہماری حالت یہ ہے کہ علم حاصل کرتے ہیں، پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اسی کو مقصود سمجھتے ہیں۔ . . . . اس طرح تعلیم و تعلم کو مقصود سمجھ لینا حد سے تجاوز ہے۔"

غرض مطلوب شرعی (یا دینی) علم وہی ہے جو اپنے اثر کے ساتھ ہو جیسے تلوار وہی مطلوب ہے جس میں کاٹ ہو، ورنہ برائے نام تلوار ہو گی، . . . . . .

اسی کو کہتے ہیں

علم چہ بود آں کہ رہ بنمایدت | زنگ گمراہی زدل بزدایدت
ایں ہوسہا از سرت بیروں کند | خوف و خشیت در دلت افزوں کند
تو نہ دانی جز یجوز لا یجوز | خود نہ دانی تو کہ جوزی یا عجوز"[1]

قرآن محض کتاب ہدایت نہیں بلکہ نظام ہدایت ہے!

کون نہیں جانتا کہ اب ہمارے علوم دین کے بڑے بڑے دار العلوموں کے علم کا جائز زیادہ تر بس "یجوز و لا یجوز" کا علم ہی ہو کر

[1] تجدید تعلیم و تبلیغ ص ۱۶۱-۲

Marfat.com

رہ گیا ہے، خود اپنے قال کو حال بنانے یا ایمان و علم کو قلب و قالب کے اعمالِ صالحہ سے سنوارنے کے بعد بلکہ ساتھ ساتھ اب دیکھئے کہ اسی علم و عمل کی دعوت و اصلاح یا دوسروں تک اس علم کو پہنچانے اور ان کے عمل کو سنوارنے کے لئے خود کتاب و سنت نے کیا نظامِ عمل عطا فرمایا ہے، راقم عاجز ہمیشہ کہا کرتا ہے کہ کتابِ اسلام صرف "کتابِ ہدایت" نہیں، **نظامِ ہدایت** بھی ہے، یہ نظام کیا ہے؟ اور اس کو وقت کے زمانی و مکانی احوال و ظروف خصوصاً ہندوستان و پاکستان میں کیونکر بہ روئے کار لایا جا سکتا ہے، اس کا ایک پورا خاکہ تو ایک مستقل کتاب — تجدید تعلیم و تبلیغ — میں پیش کیا جا چکا ہے، یہاں اس نظام کے ایک بڑے اور اہم جزو پر خصوصیت سے توجہ دلانی ہے کہ اصلاح و ہدایت کا سب سے مؤثر و کارگر جزو وہی ہے اور اسی سے سب سے زیادہ غفلت ہے۔

سورۂ والعصر میں اس کی خاص تعبیر سورۂ والعصر میں اسی کی خاص تعبیر "تواصی بالحق و تواصی بالصبر" ہے اور کتاب و سنت کی عام اصطلاح **امر بالمعروف و نہی عن المنکر** ہے یعنی ہر جانی پہچانی بھلائی کا ایک دوسرے کو حکم و تاکید کرتے رہنا اور ہر چھوٹی بڑی برائی سے باز رہنے کی کوشش کرتے رہنا، خواہ اس کا برا بھلا ہونا ہم نقل و شرع سے پہچانتے ہوں یا عقل و تجربہ سے، مسلمان جس طرح خود اس معروف کو پہچان کر اس پر چلنے اور منکر کو جان کر اس سے بچنے کا مامور و مکلف ہے اسی طرح دوسروں کو بتلانے چلانے اور بچانے کی امکانی جدوجہد کا فرض بھی اس پر

Marfat.com

انفرادی و اجتماعی دونوں طرح عائد ہے اور جس طرح خود اپنے نیک و بد معروف و منکر کے معاملہ میں اس سے مواخذہ ہوگا، اسی طرح مقدور بھر دوسروں کو معروف پر چلانے اور منکر سے بچانے میں اس سے جو کوتاہیاں ہوتی ہیں ان کا بھی جواب دہ ہوگا اور دنیا و آخرت دونوں ہی میں اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ حضرت امام غزالیؒ کا اسی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے باب میں احیاء العلوم میں ارشاد ہے کہ

"دین کا یہ مدارِ اعظم ہے، یہی وہ مہم ہے جس کے لئے تمام انبیاءؑ بھیجے گئے، اگر اس کی بساط اُلٹ دی جائے اور اس کے علم و عمل کو ترک کر دیا جائے تو نبوت ہی معطل و بے کار ہو جائے دین مضمحل ہو جائے، سستی و گمراہی اور جہالت عام اور عالمگیر ہو جائے، ملک برباد اور مخلوق تباہ ہو جائے حتیٰ کہ پھر اس تباہی کا احساس تک (اتنا مر جائے کہ) قیامت تک نہ ہو۔"

اس کے بعد انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر نہایت حسرت سے فرماتے ہیں کہ جس کا ڈر تھا آخر وہ ہو کر رہا یعنی

"دین کے اس مدارِ اعظم کا علم و عمل جاتا رہا حقیقت بھی بالکل مٹ گئی، اور صورت بھی، نتیجہ یہ ہے کہ دلوں پر مخلوق کی مداہنت و خوشامد چھا گئی اور خالق کا ڈر نکل گیا، لوگ نفس پرستی اور شہوت رانی میں جانوروں کی طرح آزاد ہو گئے روئے زمین پر ایسا سچا مومن ملنا دشوار ہو گیا جو خدا کے معاملہ میں بندوں کی ملامت کی پرواہ نہ کرے۔"

Marfat.com

معروف و منکر کے قرآنی نظام کے پنجگانہ اجزاء

(۱) ایک مستقل جماعت یا امت در امت کی ضرورت!

معروف و منکر کے اس قرآنی نظم و نظام کا سب سے پہلا اہم و اقدم جزیہی ہے کہ اسلامی معاشرہ و امت میں ہمیشہ ایک ایسی مستقل جماعت یا امت در امت موجود رہے جس کی زندگی کا خاص و خصوصی مقصد اور مشن ہی یہ ہو کہ سب کام چھوڑ کر لوگوں کو خیر کی طرف بلانے، معروف کا امر اور منکر سے نہی کرتی رہے، یہی جماعت صحیح معنی میں علماء کی جماعت ہے جیسا کہ اوپر اچھی طرح واضح ہو چکا۔ یہ جماعت جس طرح دنیوی یا معاشی علوم و فنون کے بجائے طلب علم یا طالب علمی کی پوری زندگی دینی و معادی علوم و احکام کے حصول میں صرف کرتی ہے اسی طرح فراغت کے بعد ان کی تمام عمر کا اصلی و منصبی فریضہ سارے کاموں سے بڑھ کر بلکہ ان کو چھوڑ کر انبیائی وراثت کی یہی خدمت ہو کہ ان علوم و احکام کی تعلیم و تبلیغ، اشاعت و دعوت اور امر و نہی میں لگے رہیں۔ جب ان ہی نے سب سے زیادہ دین اور دینی اوامر و نواہی کے علم کو حاصل کیا اور ان کو جانا پہچانا ہے تو قدرۃً ان ہی کو سب سے زیادہ دوسروں کو پہچوانے یا ان تک پہنچانے کا حق بھی حاصل ہے اور لازماً ان ہی پر سب سے زیادہ امر و نہی کا فرض بھی عائد ہے اور ان ہی کے اس حق کو علماً و عملاً کما حقہ ادا کرنے اور فرض کو پوری طرح پورا کرنے سے امت کے باقی طبقات کو بھی احساس ہوگا کہ معاشی و دنیوی مشاغل

Marfat.com

اور خود اپنے ایمان و عمل صالح کی فکر و اہتمام کے ساتھ اپنے خاص زیرِ نگرانوں عزیزوں، دوستوں اور عام مسلمانوں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہنا بھی ان کے ایمانی و اسلامی فرائض ہی میں داخل ہے اور اپنے محل و مقام یا حدود کے اندر کسی طرح اس فرض کو انجام دیتے رہنا چاہیے، جب حضرات علما "مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الشعراء) کی استغنائی ہمت و عزیمت کے ساتھ بلا مداہنت اپنے اس فرض کو پاس پڑوس گاؤں، گاؤں بستی بستی اور محلہ محلہ زیادہ تر وعظ و تقریر یا اپنی مجلسوں میں خطاب عام و خاص کے ذریعہ مسلسل فرماتے اور بار بار لوگوں کو جھنجھوڑتے رہیں گے، تب ہی جا کر پوری امت مسلمہ کی معاشرہ کے ہر ہر طبقہ اور ہر ہر فرد کو بھی اس بارے میں اپنے اپنے انفرادی واجبات کا علم و احساس ہوگا کہ جس طرح ہمارے ذمہ مثلاً اپنے بال بچوں کے کھانے پینے رہنے سہنے بیماری آزاری اور علاج وغیرہ معاشی امور کی فکر ہے اسی طرح بلکہ اس سے بدرجہا بڑھ کر ان کے ایمان و عقیدہ، نماز روزہ، معاملات و اخلاق، عادات و اطوار یا معاشرت کے معادی امور کی نگرانی بھی واجب ہے اور جس طرح دوستوں عزیزوں ملنے جلنے والوں کی شادی و غمی میں شرکت و ہمدردی کے معاشرتی یا سماجی حقوق و آداب کا لحاظ ضروری ہے اسی طرح تمام چھوٹی بڑی تقریبوں مجلسوں یا یوں ہی خالی عزیزانہ دوستانہ ملاقاتوں میں موقع محل کے مناسب لوگوں کو معروف و منکر کی باتیں بتلاتے اور تعلقات و اثرات کے لحاظ سے معروف پر چلاتے اور منکر سے بچاتے رہنا

Marfat.com

بھی لازم ہے۔

خیال کیجئے کہ جس ملک معاشرہ یا امت میں معروفات و منکرات یا معاصی و طاعات کا پورا علم رکھنے والے علماء کے پورے ایک گروہ کے گروہ کا یہی خاص کام ہو کہ چھوٹی بڑی تمام آبادیوں میں اس کے افراد پہنچ اور پھیل کر لوگوں کو خیر و شر کے صحیح احکام سناتے اور امر و نواہی سے خبردار کرتے، برے بھلے کاموں کا دینی و دنیوی نفع و نقصان سمجھاتے، ترغیب و ترہیب سے کام لیتے، بالفاظ دیگر معروف و منکر کے امر و نہی کا فریضہ خطاب عام سے بھی اور خطاب خاص سے بھی، اور سب سے بڑھ کر خود اپنے عمل و مثال سے انجام دیتے رہتے ہوں، اس میں اَن پڑھ سے اَن پڑھ اور جاہل سے جاہل بھی معروف و منکر کی باتوں سے اتنے جاہل کیسے رہ سکتے ہیں کہ ان کو روزمرہ کی اسلامی زندگی کے احکام سے واقف کرنے کے لئے رسمی یا کتابی تعلیم ناگزیر ہو۔

آج بھی چھوٹے بڑے کتنے بے شمار دینی مدارس موجود ہیں جن کو ہمارے گئے گذرے امت کے امیر و غریب عوام اپنی بُری بھلی مالی خدمت و توجہ سے چلا رہے ہیں، یعنی امت کے عوام پھر بھی اس باب میں اپنا حق و فرض تھوڑا بہت ادا ہی کر رہے ہیں لیکن ان ہی مدرسوں سے سالہا سال کی محنت و مدت لگا کر خالص علومِ دین حاصل کرنے والے جو علما سیکڑوں ہزاروں کی تعداد میں باہر آتے رہتے ہیں، ان میں سے کتنے فی صد ہوتے ہیں جو امت کے ان عوام کی دینی و اصلاحی خدمت یا معروف و منکر کے امر و نواہی و خیر کی دعوت کی خالص انبیائی وراثت کے حقوق و فرائض کے لئے اپنی

Marfat.com

زندگیوں کو وقف رکھتے ہوں؟

خمیازہ یہ ہے کہ عوام کے جو افراد اپنی ذات کی حد تک کچھ تھوڑا بہت دین اور دینداری کا خیال واہتمام کر بھی لیتے ہیں وہ بھی دوسرے عام مسلمانوں کے متعلق کیا خاص اپنے اہل وعیال تک کے حق میں معروف ومنکر کے امرونواہی کا کوئی دینی فرض عاید ہی اپنے اوپر نہیں جانتے، یعنی علما اگر اپنے اس فرض کو جان کر غافل ہیں تو عوام بالعموم اس سے سرے سے انجان اور جاہل ہی ہو کر رہ گئے ہیں کہ جس قرآن وحدیث میں ایمان وعمل، روزہ نماز، حلال وحرام وغیرہ کے احکام ہر فرد مسلمان کو اپنی اپنی ذات کے لئے دیئے گئے ہیں اسی میں دین ودنیا کے زیاں وخسران سے بچنے بچانے کے لئے ایک دوسرے کو تواصی بالحق یا معروف ومنکر کے امرونہی کے احکام بھی تو اپنے اپنے محل ومقام کے لحاظ سے ہر فرد مسلمان کے اسلامی فرائض وواجبات ہی کی حیثیت سے مامور ومنصوص ہیں۔

(۲) سارے افراد میں ایک دوسرے کی دینی خیر طلبی کے عملی ظہور کی ضرورت

اور جس طرح کتاب ہدایت نے اپنے نظام ہدایت کو برپا کرنے کے لئے مسلمانوں کی پوری امت پر ایک طرف یہ واجب ٹھہرایا ہے کہ ان میں ہمیشہ ایک خاص ومستقل جماعت (وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ) موجود رہے جس کا خاص ومستقل کام ہی ہو کہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتی اور معروف ومنکر کا امرونہی کرتی رہے، اسی طرح دوسری طرف اسی کتاب ہدایت پر ایمان لانے والوں کی نفس ایمانی ہمدردی، دوستی کے لوازم میں داخل کر دیا گیا ہے کہ بلا تخصیص مرد وعورت سارے افراد امت آپس میں ایک دوسرے کو معروف

Marfat.com

کی تاکید اور منکر سے منع کرتے رہیں ــــ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۹پ) اور اسی کی توسیع و تعمیم متفق علیہ حدیث میں یہاں تک فرمائی گئی ہے کہ جہاں راستہ کے حقوق میں راستہ چلنے والوں کو تکلیف دینے والی چیزوں کا راستہ سے ہٹا دینا اور سلام کا جواب دینا وغیرہ ہے وہاں ساتھ ہی ساتھ ایک بڑا حق معروف و منکر کے امر و نہی کا بھی ہے یعنی امر و نہی کا یہ حق ایسا ہے جس کے لئے کسی خاص تعلق کیا معمولی جان پہچان تک کی قطعاً کوئی شرط نہیں، اجنبی سے اجنبی کوئی راہ چلتا بھی کسی معروف سے ناواقف یا اس کے خلاف کرتا، یا کسی منکر میں مبتلا نظر پڑ جائے تو اس کو بھی بتلانا اور روکنا چاہئے معروف و منکر کے امر و نہی کے علاوہ اور بھی ہر طرح نفس مسلمان ہونے کی ہی حیثیت سے ہر مسلمان کی خیر خواہی (النصح لکل مسلم) کا حق و فرض ہر مسلمان پر بلا کسی دوسرے رشتہ و تعلق کے عائد ہے حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز و زکوٰۃ کے ساتھ ہی "النصح لکل مسلم" کی بھی بیعت لیا کرتے تھے[1]۔ واضح رہے کہ ایمانی دوستی یا ولایت کا یہ فرض صرف وعظ و تقریر یا خطاب عام سے ادا نہیں ہو جاتا بلکہ مراد یہاں خصوصیت سے انفرادی امر و نہی ہے۔ یعنی "بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ" کی نفس ایمانی ولایت و اسلامی رشتہ ہی کی بنا پر ہر فرد مسلمان پر دوسرے مسلمان کی خیر خواہی و

---

[1] مثلاً حضرت جریر بن عبد اللہ راوی کہ بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اقامۃ الصلوۃ وایتاء الزکوۃ والنصح لکل مسلم۔

Marfat.com

ہمدردی کا فرض عائد ہوجاتا ہے اور اس سے بڑھ کر کسی کی ہمدردی یا دوستی کیا ہوگی کہ اس کو بھلائی برائی نیکی بدی کی ہر چھوٹی بڑی بات حسب موقع صرف بتلا ہی نہ دیجائے بلکہ امرونہی کی تعبیری معنویت یہ ہے کہ اپنی والی پوری کوشش نیکی کی راہ پر لگانے اور بدی کی راہ سے ہٹانے کی کی جائے۔ صحیح مسلم کی مشہور حدیث میں اسی اپنی والی حسب استطاعت کوشش کے تین درجے فرمائے گئے ہیں۔ سب سے پہلا یہ ہے کہ جب تم میں سے کوئی کسی منکر یا برائی کو دیکھے تو جہاں تک بن پڑے اپنے ہاتھ یا قوت سے اس کو مٹا یا بدل ڈالے، اگر اس کی قدرت واستطاعت نہ رکھتا ہو تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ زبانی ترغیب وترہیب سے اس کی پوری کوشش کرے، بفرض اتنی بھی کسی جائز و معقول عذر سے استطاعت و مصلحت نہ ہو تو کم سے کم آخری درجہ یہ ہے کہ دل ہی سے بُرائی کو بُرا جانے، ساتھ ہی اس آخری درجہ کی نسبت ارشاد ہے کہ یہ ایمان کا بالکل ہی آخری اور سب سے کمزور درجہ ہے یعنی اگر مسلمان مسلمان ہو کر دل سے بھی برائی کو پوری طرح برا نہ جانے تو پھر اس کے ایمان ہی کی خیر نہیں، اس لئے کہ برائی کو دل سے بھی بُرا نہ جاننا درحقیقت خدا کی نافرمانی کو بُرا نہ جاننا یا اس کو ناقابلِ اعتنا اور حقیر و خفیف جاننا ہے جو ظاہر ہے کہ ایمان کے بجائے کفر کی شان ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

مسلم ہی کی دوسری ذرا لمبی روایت ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس کی امت میں اس کے ایسے یار و مددگار (اصحاب و حواری) ہوتے جو اس کے طریقہ پر چلتے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے، پھر ان کے بعد ایسے ناخلف

Marfat.com

پیدا ہو جاتے جو دوسروں سے نیکی کی بات اگر کہہ بھی دیتے تو خود نہ کرتے اور اگر کرتے تو ایسے کام کرتے جن کا ان کو اپنے نبیوں کی طرف سے حکم نہیں دیا گیا تھا، مطلب یہ کہ یہی اندیشہ مجھ کو خود اپنی امت کے معاملہ میں ہے" تو جو شخص ایسے نافرمانوں سے ہاتھ سے جہاد کرے گا وہ مومن ہے جو (اس کی قدرت نہ رکھ کر) زبان سے جہاد کرے گا وہ بھی مومن ہے اور جو زبان سے عاجز ہونے کی بنا پر کم از کم دل ہی سے جہاد کرے گا وہ بھی مومن ہے لیکن جو اس سے بھی گیا گذرا ہوا، اس کے دل میں رائی بھر ایمان نہ رہا۔[1]

ان روایات سے جو دراصل معروف و منکر کے قرآنی احکام و آیات ہی کی تفصیل و تفسیر ہیں، اس کے سوا کیا ثابت ہوتا ہے کہ ایمان و اسلام کا اصلی مطالبہ برائی کو دیکھ کر صرف زبانی سکوت و خاموشی ہرگز نہیں، مقدور بھر کسی نہ کسی طرح اس کو مٹانے اور بدلنے ہی کا حکم ہے اس لئے کہ برائی کو دل سے برا جاننے کے معنی یہی ہیں کہ اس سے تا بہ امکان ہر طرح دور و نفور رہے اور کسی طرح اس سے ایسا تعلق نہ رکھے جس سے اس میں کسی درجہ کی بھی شرکت و تعاون یا ہمت افزائی نکلتی ہو۔ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (۵-۲) کے قرآنی حکم کا مدعا یہی ہے، جس معاشرہ میں لوگ برائی سے کم از کم اس حد تک بھی نفرت و بیزاری برتتے ہوں، اس میں برائی کا پھلنا پھولنا ہرگز آسان نہ ہوگا اور آپ سے آپ وہ مٹ

---

[1] فمن جاهدهم بيده فهو مومن ومن جاهدهم بلسانه وهو مومن ومن جاهدهم بقلبه فهو مومن ليس وراء ذالك من الايمان حبة خردل۔

Marfat.com

اور مکرر ہ جائے گی، عام طور پر خدا و آخرت قانون و حکومت سب سے زیادہ پہلا دباؤ آدمی پر سوسائٹی کا پڑتا ہے جس میں اس کو دن رات رہنا سہنا اور جس سے شادی و غمی کے تمام احوال میں براہِ راست سابقہ پڑتا ہے، اس لئے لازماً ہمارے لئے سوسائٹی کی نفرت و بیزاری کا خریدنا آسان نہیں ہوتا اور نہ ایسے سماج میں کوئی برائی سماجی یا جماعتی طور پر جڑ پکڑ سکتی ہے نہ علانیہ رائج و جاری رہ سکتی ہے، زیادہ سے زیادہ کچھ افراد چوری چھپے انفرادی طور پر مبتلا و مرتکب ہو سکتے ہیں جن کا زہر پورے سماج میں پھیل کر وبا کی صورت بہر حال نہیں اختیار کر سکتا، بقول حضرت بلال بن سعدؓ کے کہ برائی جب چھپ کر کی جائے تو اس کا ضرر صرف کرنے والے تک رہتا ہے لیکن جب کھل کر ہو اور اس کو روکا نہ جائے تو اس کا ضرر پھیل جاتا ہے۔

(۳) جو جتنا قریب ہے اس کے اصلاح کی اتنی ہی زیادہ ذمہ داری! جس دین میں محض دینی خیر خواہی یا ایمانی ولایت ہی کا یہ تقاضا ہو کہ مسلمان اپنے بے تعلق سے بے تعلق اور غیر سے غیر مسلمان بھائی کو بھی امکان بھر برائی سے روکتا اور بھلائی پر چلاتا رہے، اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کا مطالبہ اس معاملہ میں تعلق والے دوستوں ملنے جلنے پاس پڑوس والوں سے حسب تعلق کیا کچھ نہ ہوگا اور ان کے متعلق معروف و منکر کے اور امر و نہی کے بارے میں مسلمان کی اسلامی و دینی ذمہ داری کتنی زیادہ ہوگی، سب سے قریب و قوی تعلق آدمی کا اپنے گھر والوں یا

سلہ احیاء العلوم ص ۲۷۳، جلد اول طبع مصر۔

Marfat.com

بال بچوں سے ہوتا ہے ان کی نسبت خود قرآن ہی کی سورہ تحریم میں کتنا تہدیدی و ترہیبی عنوان اختیار فرمایا گیا ہے کہ اے ایمان لانے والو (مسلمانو) تم خود اپنے کو اپنے گھر والوں کو (دوزخ) کی اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر ایسے تند خو اور مضبوط فرشتے (متعین) ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (۶۶/۶) نبی الاسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام جو بھیجے ہی گئے تھے قیامت تک پوری انسانیت (کَافَّةً لِلنَّاسِ) کے لئے بَشِيرًا وَنَذِيرًا بنا کر ان کو بھی خاص طور سے حکم تھا کہ اپنے نزدیکی کنبہ قبیلہ والوں کو ڈراؤ۔ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (۲۶/۲۱۴) اس سے بڑھ کر خاص اہل و عیال کے معاملہ کو لیجیے جن کے رزق و نفقہ کی فکر خود شریعت نے واجب کی ہے، ان کی نسبت بھی ارشاد ہوا کہ آپ کا اصل و مقدم کام یہ ہے کہ اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم کریں اور اس (حکم و تاکید میں اگر کچھ مشکلات پیش آئیں تو ان کے مقابلہ میں) جمے رہیں (رہا ان کے رزق کا معاملہ تو ہم آپ سے رزق (کموانا) نہیں چاہتے رزق تو آپ (اور آپ کے اہل و عیال) کو ہم خود دیں گے، آپ کو اصل فکر انجام یا عاقبت کی بھلائی کی کرنا چاہیئے) اور عاقبت کا دارومدار تمام تر تقوٰی یا پرہیزگاری پر ہے ——— وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ (۲۰/۱۳۲)

Marfat.com

مفسر تھانوی علیہ الرحمۃ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے:۔

"کہ ہم آپ سے اور اسی طرح دوسروں سے ایسی معاش کموانا نہیں چاہتے جو ضروری طاعات (یا نیکیوں) میں مانع ہو، روزی سب کو ہم دیں گے، غرض اصل مقصود (آج کل کی طرح پیٹ یا) کسب معاش نہیں بلکہ دین وطاعت یعنی وہی ایمان و عمل صالح کی زندگی ہے۔ اور کسب معاش کی اسی حالت میں (اور اسی درجہ تک) اجازت یا امر ہے جبکہ اس سے ضروری طاعت میں خلل نہ ہو"

سورۂ لقمان میں حضرت لقمان کی زبان سے توحید، مکارم اخلاق اور حسنِ معاشرت کا جو درس قریب قریب پورے ایک رکوع میں دیا گیا ہے اس میں خصوصی خطاب خاص اپنے بیٹے ہی کی طرف کرایا گیا ہے اور اس میں خاص حکم و نصیحت اپنے بیٹے کو نماز پڑھنے کی ہے کہ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی حکم ہے کہ لوگوں کو معروف و منکر کا امر و نہی بھی کرتے رہنا اور اس راہ میں جو مصائب و مشکلات آئیں ان پہ حتی الامکان صبر سے کام لینا کہ یہ بڑے عزم و ہمت کا کام ہے: وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (۳۱/۱۷)

یعنی خالی اپنی نماز و عبادت تقویٰ وطاعت کا حق ادا کر لینے ہی پر دین کا مطالبہ ختم نہیں ہو جاتا دوسروں کو دینداری اور نیکوکاری یا اعمال صالحہ کی راہ پر لگانا اور چلانا بھی عین دین و ایمان ہی ہے۔

حدیث میں معروف و منکر کے امر و نہی کی عام و عمومی تعلیمات کے ساتھ

Marfat.com

خاص وخصوصی تعلقات کی بنا پر اس کی تعلیم کی سب سے "جوامع الکلم" والی تعبیر،
یہ متفق علیہ روایت ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ یعنی تم سب کے سب
کسی نہ کسی کے نگراں ہو اور تم سب سے اپنے اپنے زیرِ نگرانوں کے معاملہ میں سوال ہوگا
سوچا جائے تو واقعی مشکل ہی سے کوئی ایسا چھوٹا بڑا بے تعلق آدمی نکلے گا جس پر کسی نہ
کسی شخص یا کسی نہ کسی شے کی کوئی نگرانی یا ذمہ داری سرے سے نہ عائد ہوتی ہو ذمہ داری
و مسئولیت کے اسی عموم و وسعت کو آگے چند مثالوں سے واضح فرمایا گیا ہے کہ "امام
یا حاکم اپنے محکوموں کا نگراں ہے جس سے ان زیرِ نگرانوں کے متعلق سوال ہوگا، شوہر
اپنے اہل وعیال کا نگراں ہے جس سے ان زیرِ نگرانوں کی نسبت سوال ہوگا، عورت
اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا، نوکر اپنے آقا
کے مال کا نگراں ہے اس سے اس کے معاملہ میں سوال ہوگا۔ غرض تم سب ہی کسی نہ
کسی کے نگراں ہو اور سب ہی پر اپنے اپنے زیرِ نگرانوں کی جواب دہی عائد ہوتی ہے۔

معروف و منکر کے اس امر و نہی کے سلسلہ میں اجنبی سے اجنبی راہ چلنے تک کی
جو ذمہ داری مسلمانوں پر ڈالی گئی ہے اس سے قطع نظر اگر ہر مسلمان اپنے ساتھ
قُوٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا کے خود قرآنی حکم کے تحت صرف اپنے خاص اہل وعیال
اور دوسرے زیرِ نگرانوں ہی کی حد تک اس ذمہ داری کو ادا کرتا رہے تو فرمائیے کہ اسلامی
معاشرہ میں کونسا فرد معروف و منکر کے علم و عمل سے جاہل و غافل بے فکر و بے پرواہ
رہ سکتا ہے، جو شخص کسی اعتبار سے بھی کسی کے تھوڑا بہت بھی زیرِ اثر ہوتا ہے اس پر

Marfat.com

قدرتاً زیادہ اثر اور دباؤ بھی پڑتا ہے چہ جائیکہ خود اپنے اہل وعیال، پھر اسی دباؤ اور تفہیم وترغیب کے ساتھ حسب ضرورت ترہیب وتادیب کا بھی امر واجازت ہے، مثلاً زبانی ترغیب وترہیب سے کام نہ چلتا ہو تو بعض صورتوں میں بیوی کو مارنے تک کا حکم قرآن ہی میں ہے (وَاضْرِبُوْهُنَّ) اسی طرح دس سال کا بچہ اگر سمجھانے سے نماز نہ پڑھے تو اس کو بھی مارنے کا حکم حدیث میں وارد ہے۔

کتاب وسنت پر مبنی تواصی بالحق یا معروف ومنکر کے اس ایک اصلاحی اصول ہی کو عوام کیا خواص بلکہ دینی اعتبار سے اخص خواص علما ومشائخ بھی اختیار فرمائیں اور اپنے زیر نگراں وزیر اثر افراد اور دینی مدارس وادارات کے اساتذہ وطلبا اور دیگر متعلقین پر تعلیم وتربیت کی راہ سے اس اثر کو کما حقہ استعمال کیا جائے، اور خود ان کے اندر اپنے زیر نگرانوں سے متعلق اس کی اہمیت واقدمیت کا احساس پیدا کرایا جائے تو مستقل ومصنوعی دعوتی واصلاحی یا تبلیغی جماعتوں، اداروں وغیرہ کے بغیر ہی یہ بالکل فطری طریق اصلاح کتنا زیادہ مؤثر وکارگر اور بالآخر ہمہ گیر ہو جاتا ہے۔

ہندوستان وپاکستان اور دوسرے اسلامی وغیر اسلامی ملکوں میں آج اس گئی گذری حالت میں بھی الحمد للہ اپنی ذات کی حد تک عالم باعمل علما ومشائخ اور ان کے اثر ونگرانی میں چھوٹے بڑے سیکڑوں دینی ادارے اور تعلیم گاہیں موجود ہیں جن کے ہزاروں تعلیم یافتوں کی تعداد لاکھوں مسلمانوں میں پھیلتی رہتی ہے اگر ہمارے ان دینی تعلیم یافتوں ہی کو ایک طرف کسی معتد بہ درجہ میں کماً وکیفاً مجدد وقت

Marfat.com

کی تعریف والا "عالم باعمل" مولوی بنایا جائے اور دوسری طرف یہ بالکلیہ اپنے کو دینی واصلاحی خدمت کے لئے وقف نہ بھی کردیں، بلکہ معاشی ودنیوی مشاغل کے ساتھ ساتھ اپنے براہ راست زیرنگران، اہل وعیال، زیراثر اعزہ واحباب، مسجد ومحلہ نیز دنیوی کاروبار ہی کے سلسلہ میں دوکان وبازار، کچہری ودفتر وغیرہ میں عام ملنے جلنے والوں کو باتوں باتوں میں حسب موقع تھوڑی بہت ایمان وعمل صالح کی دعوت دینے اور ان کے تقاضوں اور حکموں سے آگاہ کرنے کو اپنا دینی واسلامی فریضہ جانتے تو بلا انجمن بازیوں اور جماعت سازیوں ہی کے تواصی بالحق یا معروف ومنکر کے امرونہی کی خالص کتاب وسنت پر مبنی بے تکلف وبے خرچ قدرتی راہ سے لاکھوں بُرے مسلمانوں تک ایمان وعمل صالح کی پکار (یا نذارہ دعوت) کس آسانی سے پہنچتی رہتی اور اوامر ونواہی سے جہالت اور ان پر عمل سے غفلت کی یہ نوبت نہ آتی کہ "یا اللہ یہ مسلمان کس بات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ ہیں جو امت محمدیہ میں ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں"!۔

پھر سچ پوچھئے تو کتاب وسنت کا یہی سیدھا سادا نظام ہدایت ہر جگہ مسلمان معاشرہ یا امت کو خیر امۃ بنا کر پوری انسانیت کے لئے (اخرجت للناس) معروف ومنکر کے امرونہی والی (تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ) (۳/۱۱) چلتی پھرتی محسوس ومشاہد دعوتی امت بنادیتا چھوٹا منہ بڑی بات، لیکن ہے یقیناً بالکل سچی بات کہ ہمارے اخص خواص علما ومشائخ ہی کی اپنے خاص فریضہ سے

Marfat.com

بے اعتنائی کی بدولت پورے مسلمان معاشرہ میں معروف و منکر کا احساس اتنا کند ہوگیا ہے کہ ہم اپنے اہل و عیال اعزہ و احباب ملنے جلنے والوں سب ہی کو کم و بیش ہر طرح کے فواحش و منکرات میں گرفتار دیکھتے ہیں، لیکن نہ اُن پر رحم آتا ہے نہ غصہ، نہ امر ہوتا ہے نہ نہی، نہ ہاتھ سے، نہ زبان سے، نہ دل سے، بلکہ سچ یہ ہے کہ کتنے معروف و منکر ہیں جن کا معروف و منکر ہونا ہی ہم بھول چکے ہیں، اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ کتنے منکرات کو معروف اور معروفات کو منکر جاننے لگے اور ھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (۱۸/۱۰۴) کے انتہائی عملی خسران — ھَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا (۱۸/۱۰۳) تک جا پہنچے ہیں۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر ہی گفتگو کے سلسلہ میں احیاء العلوم میں اس پیشین گوئی کی ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ

"اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا کہ جب تمہاری عورتیں سرکش اور تمہارے جوان بدکار ہو جائیں گے اور تم جہاد چھوڑ دو گے! لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ کیا ایسا ہونے والا ہے، فرمایا ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور اس سے بھی بڑھ کر ہوگا، عرض کیا گیا اس سے بڑھ کر کیا ہوگا یا رسول اللہ؟

آگے طویل ارشاد میں اس سے بڑھ کر جو ہونے والا تھا اور جو آج آنکھوں کے سامنے ہے وہی کان لگا کر سننے والا ہے:۔

"فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ تم نہ معروف کا حکم کرو گے نہ منکر سے

Marfat.com

منع کروگے یہ عرض کیا کہ کیا یہ بھی ہوگا۔ یا رسول اللہ؟ فرمایا ہاں قسم ہے اس ذات کی

جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور اس سے بھی بڑھ کر ہوگا؟

صحابہؓ کی سمجھ میں یہی کیسے آسکتا تھا کہ کوئی زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ مسلمان معروف و منکر کے امر و نہی تک کو چھوڑ بیٹھیں گے اس لئے نہایت استعجاب سے عرض کیا کہ

"اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا یا رسول اللہ؟ فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا

جب معروف کو منکر اور منکر کو معروف جاننے لگوگے"؟

سننے والے حیران ہو کر رہ گئے اور عرض کیا کہ

یا رسول اللہؐ کیا یہاں تک نوبت آجائے گی؟ فرمایا ہاں قسم ہے اس ذات کی

جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور یہ کیا اس سے بھی بڑھ کر ہو کر رہے گا۔ عرض کیا

یا رسول آخر اب اس سے بڑھ کر کیا رہ گیا جو ہوگا؟

اس کا جواب کلیجہ تھام کر سنئے کہ معروف و منکر کے امر و نہی کا ابتدائی ترک بالآخر کس انجام تک پہنچا کر رہتا ہے اور رہا، فرمایا کہ

"کیا حال ہوگا تمہارا جبکہ تم (الٹ کر معروف کی جگہ) منکر کا حکم دینے اور (منکر کی

جگہ) معروف سے روکنے لگ جاؤگے، عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ کیا اس انتہا تک

معاملہ جا کر رہے گا فرمایا ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے"۔

دیکھا آپ نے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قسموں پر قسمیں کھا کر کس آغاز کے کس ناگزیر انجام کی خبر دے اور اس سے ڈرا رہے تھے کہ جب امر بالمعروف و نہی عن المنکر یا تواصی بالحق سے

Marfat.com

ابتدائی غفلت کی بدولت آخرکار نوبت یہاں تک پہنچے گی کہ لوگ معروف کو منکر اور منکر کو معروف جاننے سمجھنے لگ جائیں تو انتہائی نتیجہ اس کے سوا ہو ہی کیا سکتا تھا کہ معروف سے روکا اور منکر پر آمادہ کیا جانے لگے، کیا ہم اس انتہا کے قریب نہیں آ لگے؟ بلکہ کیا آج بھی بہت سے منکر معروف اور معروف منکر نہیں بن چکے ہیں اور کتنے منکرات ہیں جن کی بے دھڑک تمدن و تہذیب کلچر اور آرٹ کے نام سے تعلیم و دعوت نہیں دی جا رہی ہے؟ اور کتنے معروفات ہیں جن کی وحشت و بربریت، رقیانوسیت ملائیت (ملاازم) کے نام سے ہنسی نہیں اڑائی جا رہی ہے!

منکرات کا روکنا جب اسلام کی نگاہ میں اتنا ضروری ہے کہ شریعت نے بہت سے منکرات کے لئے سخت سے سخت حدود و تعزیرات مقرر کر رکھی ہیں تو سوسائٹی کی پسند و ناپسند رد و قبول جس کا دباؤ آدمی قانون و حکومت کی تعزیرات کیا خدا و آخرت کے خوف اور جزا و سزا سے بھی زیادہ قبول کرتا ہے، اس کو کمزور کرنے والی ادنیٰ سے ادنیٰ غفلت کو بھی کیسے روا رکھا جا سکتا تھا۔

یہ تو معروف و منکر کے سلسلہ میں وہ تین داخلی و اندرونی ستون تھے جن پر اسلامی نظامِ ہدایت کے مطابق خود امتِ مسلمہ کی اندرونی صلاح و اصلاح کی عمارت کھڑی ہوتی ہے اور جن کے قیام و بقا ہی پر خیر امت کی خیریت موقوف و منحصر ہے یعنی (۱) اولاً تو اس امت کے اندر ایک پوری امت یا جماعت (وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ) ہمیشہ ایسی موجود رہنی چاہیے جس کا خصوصی و منصبی کام لوگوں کو

Marfat.com

بھلائی کی طرف بلانا، نیکی پر چلانا اور بدی سے ہٹانا ہو۔ (۲) دوسرے بلا استثنا ہر مسلمان مرد، عورت کی محض ایمانی ہمدردی و خیر خواہی (وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (پ ۱۰) کا بلا کسی دوسرے رشتہ و تعلق یہ تقاضا ہے کہ کسی انجانے سے انجانے مسلمان کو بھی کسی منکر میں مبتلا پائے تو اس سے روکنے بچانے اور معروف کی راہ دکھانے چلانے میں اپنی والی کوئی کمی نہ کرے۔ (۳) اور محض ایمانی رشتہ کے علاوہ دوستی عزیزداری وغیرہ کا اگر کوئی مزید تعلق ہو تو اسی نسبت سے یہ ذمہ داری بھی مزید بڑھ جاتی ہے، خصوصاً اگر یہ تعلق "راعی و رعیت" یا نگران اور زیر نگرانوں کا ہو جیسا کہ سب سے بڑھ کر خود اپنے اہل و عیال کے حق میں ہوتا ہے تو پھر اس معاملہ میں مسئول عن رعیتہ والے پورے پورے مواخذہ و مسئولیت والی جوابدہی عائد ہو جاتی ہے اور جس طرح اپنے بال بچوں کے کھانے پینے و رہنے سہنے، دوا علاج وغیرہ دنیوی و جسمانی ضروریات کی پوری فکر و تدبیر آدمی کے ذمہ ہے اسی طرح بلکہ اس سے بدرجہا بڑھ کر مسلمان اپنے توابع کی دینی یا ابدی و اخروی، روحانی و اخلاقی زندگی کی صلاح و اصلاح کا ذمہ دار ہے، مثلاً نابالغ اولاد پر خود نماز فرض نہیں مگر والدین یا اولیاء پر یہ فرض ہے کہ دس سال کی عمر ہی سے نماز کی عادت ڈلوانا شروع کر دیں، ضرورت ہو تو خوب تادیب سے بھی کام لیں، اسی طرح بیوی کا نان و نفقہ ہی واجب نہیں دینی و اخلاقی نگرانی و اصلاح بھی شوہر کے شوہری یا راعیانہ واجبات میں داخل ہے اور اس کے لئے بھی شوہر کو ناگزیر صورت میں ضرب و تادیب تک کا اختیار دیا گیا ہے۔

Marfat.com

(۴) خیر امت بن کر پوری انسانیت کی ہدایت کا فریضہ | مسلمانوں کے جس ملک و معاشرہ میں بھی امر و نہی یا اصلاح واصلاح کے یہ تینوں اندرونی یا داخلی واجبات صرف عقائد و عبادات ہی میں نہیں، ان سے بڑھ کر اخلاق و معاملات اور معاشرت میں اپنی اپنی جگہ جاری و برپا ہوں، عملاً اس کا دوسرے معاشروں یا قوموں کے مقابلہ میں نمایاں طور پر خیر امۃ اور لازماً ان کے حق میں امۃ وسط، یا اسلام کی اعتدالی و متوازن زندگی کی شہادت و سبق بن جانا بالکل قدرتی بات ہوگی اور ایسی صالح و متوازن زندگی والی امت کی طرف سے انبیائی زندگی کے بالکل بے غرضانہ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ معروف و منکر کے امر و نہی سے دوسری قوموں کا مسلسل اندھا بہرا رہنا ہرگز آسان نہ ہوگا اور ہو بھی تو مسلمان کا جو اصل نصب العین اللہ تعالیٰ کی راہ و رضا کا اجر ہے (اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الشعراء) وہ تو انشاء اللہ ہر حال میں پورا ہی ہو کر رہے گا اور یہی معروف و منکر کے باب میں اسلامی نظام و ہدایت واصلاح کا امت محمدیہ علیہ السلام والتحیۃ سے من حیث امت چوتھا مطالبہ ہے کہ اُمَّۃً وسطۃ اور خیر امۃ بن اور رہ کر پوری انسانیت (اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) کے حق میں مشعلِ راہ بنی رہے۔

(۵) پھر خلافتِ ارضی کا منصب پا کر حکومت کو شریعت کی خدمت کا ذریعہ بنائے رکھنا | پھر اسی خَیْرَ اُمَّۃ یا اسلامی ایمان و عمل صالح والی امت بننے پر اسلامی حکومت یا زمین پر خدا کی طرف سے خدائی خلافت و جانشینی عطا ہونے کا جو حتمی وعدہ ہے

Marfat.com

(وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الآیۃ ۲۴ ۵۵) اس کی بھی بالذات غرض وغایت نہ نفس ملک ومال ہے نہ حکومت وتجارت، نہ کسی ملک وقوم والوں کے حلق میں اس ہی جیسے انسانوں کی بنائی ہوئی کسی سیاسی ومعاشی دعوت وداعیت (آئیڈیالوجی) کو پروپگینڈہ کے زور یا اقتدار کی قوت سے ٹھونسنا ہے بلکہ اس اسلامی یا الٰہی حکومت وخلافت کی اصل وواحد غرض وغایت بھی ایک طرف براہِ راست خود اللہ ہی کے بنائے ہوئے احکام کے مطابق اللہ اور اس کے بندوں سب کے حقوق وفرائض (اقامت الصلوٰۃ وایتائے زکوٰۃ) کی اور دوسری طرف ساتھ ہی ساتھ ان ہی خدائی احکام کے مطابق معروف ومنکر کے امر ونہی کے واجبات کی ادائی ہے یہی مسلمانوں کی طرف سے اللہ یا اس کے دین کی نصرت وخدمت ہے۔ اور اسی نصرت وخدمت کے صلہ میں قوت وعزت والے اللہ کی طرف سے ہماری (مسلمانوں کی) نصرت ومدد کا قطعی وعدہ ہے: وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ۔ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (۲۲ ۴۱)

اسلام جس ایمان وعمل صالح کی دعوت وپیغام ہے اور جس پر مسلمانوں ہی کے خیر امۃ ہونے کا نہیں دنیا بھر کی ساری امتوں اور قوموں، تمام بنی نوعِ انسان کے زیان وخسران سے بچاؤ کا مدار ہے خود اس کے بقا وقیام، استواری واستحکام کا دار ومدار تمام تر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے خود کتابِ اسلام

Marfat.com

کے عطا کردہ مذکور الصدر پنجگانہ[1] نظام ہی پر ہے، اب آگے دیکھئے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی اپنی جگہ صحیح وسلامت رہ گیا ہے۔

نظامِ امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر امّت کی پرکھ

(۱) علما وخواص کی زبوں حالی

سب سے اول "خشتِ اول" کو لیجئے، یہ پہلی اینٹ وہی "منکم اُمّۃ" والی امت درامت یا امت محمدیہ میں انبیائی مقام ومنصب (علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل) رکھنے والے علماء ہیں کہ ایمان وعملِ صالح کے پورے احکام، اصول وفروع، کلیات وجزئیات کی عالم وحامل یہی جماعت ہوتی ہے، اس جماعت کا مخرج ومنبع ہمارے دینی یا عربی بڑے چھوٹے مدارس ہیں۔ یہ مدرسے کہنا چاہیئے کہ اپنا سارا زور مقررہ نصاب کی کتابی تعلیم، کتابوں ہی کے امتحانات اور ان کے پاس کرنے والوں کی دستار بندی یا تقسیم اسناد پر لگا دیتے ہیں، تربیت کے ذریعہ خود اُن کے قلب میں ایمان داخل کرنے لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ

---

[1] یاد ش بخیر۔ آج کل "پرامن بقائے باہم" کے ایک "پنج شیل" پر فخر وناز کا بڑا غلغلہ ہے جس کی بنیاد تمامتر اس خود غرضی پر ہے کہ ہر ملک وحکومت کے حکمراں جتھے کو دوسرے حکومتی جتھوں کی مداخلت وحملہ کے خوف کے بغیر اپنی اپنی من مانی چلانے کا موقع پوری آزادی سے ملتا رہے خصوصًا ایسے کمزوروں کو جن کے پاس ابھی ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم نہیں جب حق وباطل کا کوئی معیار ومیزان انسان کی انفرادی یا اجتماعی رائے وخواہش سے بالاتر نہ رہ جائے تو کمزوروں کے لئے بالخصوص اپنی من مانی چلانے کا سستا ہتھیار "پنج شیل" کے نام نہاد پرامن بقائے باہم" سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

فِیْ قُلُوْبِکُمْ (۴۹/۱۴) اور ظاہری و باطنی اعمال صالحہ میں خدا سے ڈرنے والے (اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (۳۵/۲۸) والے "راسخ العلم" علما پیدا کرنے کا اہتمام کم و بیش ہر جگہ ناپید ہے اور اس سے بھی بڑھ کر ناپید ایمان و عمل صالح کی دعوت الی الخیر اور معروف و منکر کے امر و نہی کی عزیمت و ہمت پیدا کرنے کا اہتمام ہے، یعنی اپنے علم سے یہ علما نہ اپنے ہی عمل کو نمایاں طور پر سنوارتے ہیں اور نہ دوسروں تک اس کے پہنچانے کا کوئی خاص ولولہ و حوصلہ لیکر ان مدرسوں سے باہر آتے ہیں۔

اپنی حد تک بہت سے بہت بس کچھ چلتا ہوا روزہ نماز کر لیتے ہیں، نہ نمازیں خشوع و خضوع اور حضورِ قلب کا پتہ، نہ اس پر "فحشاء و منکر" سے بچانے والا کوئی نمایاں اثر مرتب، روزے رکھتے ہیں، لیکن وہ بھی ایسے ہی چلتے ہوئے کہ جو مبارک مہینہ خاص طور پر تقوی کی سالانہ تربیت کے لئے مقرر کیا گیا ہے (لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ) کہ سالوں بھر کی زندگی پر اس کا متقیانہ اور پرہیزگارانہ اثر چھایا رہے، خود اس مہینے میں کھانے پینے کے سوا دیگر معاصی و منکرات سے بچنے والے کتنے ہوتے ہیں، ظاہر ہے کہ ایسی بے روح عبادلت زندگی کے معاملات یا ظاہری و باطنی اخلاق و عادات پر کوئی زندہ اثر کیا ڈال سکتی ہیں اور ایسے حامل اسفار سند لے بھاگنے والے علما اپنوں پرایوں مسلمانوں اور عام انسانوں کسی کو بھی غیر اسلامی کے مقابلہ میں اسلامی زندگی کے تفوق و برتری کا کیا سبق دے سکتے ہیں، یہ جب زندگی میں داخل ہوتے ہیں تو اخلاق و معاملات، معاشرت اور عادات کسی بات میں بھی بہ مشکل ہی عوام الناس سے ممتاز نظر آتے ہیں۔

Marfat.com

إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ

پھر جو یہ علم حاصل کرتے ہیں چونکہ اس کے عملی نصب العین یا مقصد، دعوت خیر اور امر معروف و نہی منکر ——— کو علماً و عملاً اٹھتے بیٹھتے ان کے اندر طالب علمی میں رچایا بسایا نہیں جاتا اس لئے اپنے اندر غیر شعوری طور پر یہ ایک بے مقصد زندگی کا خلا پاتے ہیں جو دنیوی یا جدید تعلیم پانے والوں کے مقابلہ میں انتہائی احساسِ کمتری کی حد تک جا پہنچا ہے، یہی بڑی وجہ ہے کہ ان میں اسکول و کالج کے طلبا کی وضع قطع، طور و طریق، چال ڈھال کی نقالی و پسندیدگی کا رجحان اس درجہ بڑھتا جاتا ہے کہ اپنے مدرسہ کو دار العلوم کہنے تک میں کمتری محسوس کرتے اور کالج کہہ کر اپنی رسوائی دور کرنا چاہتے ہیں! یعنی جو پوری امت بلکہ پوری انسانیت کی امامت و مقتدائی کا علم حاصل کرتے ہیں ان میں اُلٹے غیروں کی تقلید و نقالی پرورش پاتی ہے اور جن کا مقام آگے چلنا تھا ان کو ناموں اور لفظوں تک کے سہارے اپنی عزت ہی پیچھے چلنے میں نظر آنے لگتی ہے۔

بات یہ ہے کہ اسکولی و کالجی طلبا کے سامنے صاف صاف کھلے ہوئے دنیوی مقاصد یا نصب العین ہوتے ہیں جن کے حصول کی وہ اپنی تعلیم سے بجا طور پر توقع رکھتے ہیں۔ لازماً ان میں ایک بامقصد تعلیم کا جوش و خروش اور احساسِ برتری ہوتا ہے، بخلاف ہمارے دینی مدارس کے طلبا کے کہ وہ اپنی تعلیم سے دنیا کے میدانوں میں تو اپنی کوئی خاص جگہ دیکھتے نہیں، اور دینی مقاصد کا کوئی قوی شعور یا لگن ان کے دلوں میں پیدا نہیں کرائی جاتی۔ نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ اپنے دین و دنیا

Marfat.com

دونوں کے ہاتھ خالی پاکر دوسروں کے آگے پھیلانے لگتے ہیں۔

اس طرح خالی ہاتھ مدرسوں سے نکل کر جب زندگی میں شریک ہونا پڑتا ہے تو دراصل ان کو اپنا کوئی مصرف سمجھ میں نہیں آتا بعض مدارس کے بعض طلبا اسی مصرف کی تلاش میں عالمِ دین بننے کے بعد انگریزی پڑھنے اور اس کے امتحانات پاس کرنے لگتے ہیں، بعض مولوی عالم و مولوی فاضل وغیرہ سرکاری سندوں کی فکر میں پڑ جاتے ہیں، بعض گھبرا کر طبی مدرسوں کی راہ لیتے ہیں۔ کچھ کو اگر اخباری و انشائی مناسبت ہوئی تو اخباروں رسالوں میں لکھنے کی کوشش کرتے ہیں، یا ذرا اونچی علمی و تحریری لیاقت ہوئی تو کچھ تالیف و ترجمہ کی مزدوری و پیشہ اختیار کر لیتے ہیں، کچھ پھر ان ہی چھوٹے بڑے مدرسوں میں پلٹ کر مدرسی کی نوکریاں کر لیتے ہیں، اسی طرح کسی مرکزی نصب العین سے محروم جس کے جدھر سینگ سماتے ہیں گھس جاتا ہے اور کم ہی بلکہ شاذ و نادر ہی ایسے ہوتے ہیں جو ان مشاغل کے ضمن میں بھی اپنے علم دین کے مطابق خود اپنی یا براہِ راست اپنے زیرِ نگراں اہل و عیال ہی کی زندگی بنانے سنوارنے کا کوئی خاص اہتمام کرتے ہوں' بدیگراں چہ رسد۔ اور ایسی مثالیں تو عنقا ہی ہوتی ہیں کہ کوئی عالمِ دین اپنے علمِ دین کا مصرف و مقصد تمام تر اپنی اہلیت و صلاحیت کے مطابق "مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ" والی انبیائی شان واستغنا کے ساتھ اس علم کے عطا کئے ہوئے اوامر و نواہی یا معروف و منکر کے احکام کو دوسروں تک پہنچانے اور امت کی دینی اصلاح یا اس میں اسلامی

Marfat.com

روح پھونکنے کی جدوجہد میں ہمہ تن لگ جاتا ہو۔ جب فرض کا احساس واہتمام استادوں ہی میں اتنا کمیاب ہے کہ کتاب کا سبق پڑھا دینے کے سوا شاذونادر ہی کوئی استاد اپنے شاگردوں کے ایمان وعمل کی خامیوں اور کوتاہیوں کا غم کھاتا یا ان پر کچھ روک ٹوک کرتا ہوگا، پھر شاگرد غریب تو شاگرد ہی ہیں ان میں اگر گھر باہر اپنے پرایوں کی ان خامیوں کوتاہیوں کا احساس سرے سے نایاب ہو تو کیا تعجب اور جب احساس ہی ندارد تو اہتمام کا سوال ہی کیا!

(۲) عوام کے دینی شعور کی تباہی | جب مسلمانوں غیر مسلمانوں پوری انسانیت کو زیان وخسران سے بچانے والے پنجگانہ نظام صلاح واصلاح کی پہلی اینٹ ہی اتنی ٹیڑھی رکھ گئی تو "تاثریا می رود دیوار کج" کا نتیجہ رکھا ہی تھا۔ لاکھوں، کروڑوں کی تعداد میں سارے مسلمان یا پوری امتِ اسلامیہ تو پورے دین کی عالم بن یا بنائی جا نہیں سکتی "مِنكُمْ أُمَّةٌ" والے خاص علمائے دین ہی کی امت درامت کو ان دونوں فرائض میں تن من دھن سے لگنے کا حکم دیا گیا تھا، ایک دعوتِ خیر (يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ) جو نام ہے ایمان وعمل صالح کے احکام کی دعوت یا تعلیم وتبلیغ یعنی ایسے ضروری اوامر ونواہی سے لوگوں کو واقف وآگاہ کرنا، جن سے روزمرہ کی زندگی میں واسطہ پڑتا ہے، دوسرے ان اوامر ونواہی پر عمل اور ان میں کوتاہیوں کی نگرانی اسی کا نام معروف ومنکر کا امر ونہی ہے۔

ان ہی دونوں فرائض سے غفلت نے یہاں تک نوبت پہنچائی کہ امت

Marfat.com

کی بہت بڑی اکثریت کے ایمان تک کی خبر نہ رہی طرح طرح کے مشرکانہ عقائد و اوہام نے دلوں ہی میں گھر کر لیا ظاہر میں بھی کروروں دیوتاؤں کے پجاری، مشرکوں کیلئے اس کی صورت کیا رہ گئی ہے کہ وہ تعزیہ پرستوں قبر پرستوں کو اپنے سے ممتاز خدائے واحد کا پرستار دیکھنے اور جاننے لگیں، غریب عوام و جہلا کا شکوہ ہی کیا، جب خود حضرات علما میں مستقل مسلک اور خانوادے ان مشرکانہ عقائد و اعمال کے مستقل داعی و علمبردار تک بن گئے ہیں! اسلامی توحید یا توحید الٰہ کا حقیقی علم و عمل الگ رہا لاکھوں مسلمان کلمہ توحید کے لفظی معنی کیا اس کے صحیح تلفظ تک سے عاری ہو کر رہ گئے ہیں بلکہ شاید لاکھوں ہی ہوں گے جن کو غلط و صحیح کسی صورت میں بھی اس کلمہ کو سرے سے عمر بھر زبان پر لانے کی نوبت نہ آتی ہوگی۔ توحید جو تمام طاعات و حسنات کا سرچشمہ راس الطاعات ملاک الحسنات تھی جب وہی اس طرح گم ہو گئی تو پھر اس پر مبنی اعمال صالحہ کا کیا رونا خصوصاً دو چار فی صد کے ٹوٹے پھوٹے روزہ نماز کے سوا، حقوق عباد یا معاملات و اخلاق اور معاشرت میں شاید ہی کوئی قوم و امت اس نام کی خیر امت سے زیادہ شریعت میں پیچھے رہ گئی ہو، علما و خواص تک کی اکثریت نماز روزہ کے علاوہ باقی اعمال صالحہ کو کم و بیش دین کے دائرہ سے عملاً خارج کر چکی ہے۔

بس لے دے کر غیروں کی نظروں میں بھی ہمارے عام مسلمان بھائیوں کو دیکھکر اسلام کے معنی یہی رہ گئے ہیں کہ ان کے ہاں دسہرہ ہے تو ہمارے ہاں محرم، اُن کے

Marfat.com

ہاں دیوالی ہے تو ہمارے ہاں شبرات، اُن کے ہاں جنم اشٹمی ہے تو ہمارے ہاں ''میلاد شریف'' ان کے ہاں آئے دن نہان اور نہانی میلے ٹھیلے ہیں تو ہمارے ہاں قبری عرسوں اور عرسی میلوں ٹھیلوں کا کاروبار، آج یہاں تو کل وہاں سال بھر چلا جاتا ہے اور اب ان پرانے رنگ کے عرسوں میلوں اور مولودوں کے ساتھ ''اغیار ہی کی ریس میں جو نئے ماڈرن رنگ کے میلاد ڈے یا جشن میلاد منائے جانے لگے ہیں، ان کا اثر بھی ان اغیار ـــ ہندوؤں سکھوں عیسائیوں وغیرہ ـ سب پر آخر اس کے سوا کیا پڑتا ہو گا کہ جیسے ہمارے کچھ دینی دنیوی بڑے لوگ ہیں جن کی پیدائش کی خوشی ہم مناتے اور ان کی بڑائیاں بیان کرتے ہیں ویسے ہی مسلمان بھی جس کو اپنا بڑا مانتے ہیں، اس کی پیدائش کا دن دھوم دھام سے عالی شان پنڈالوں اور بجلی کے بے شمار قمقموں میں مناتے اور ان کی بڑائیاں بیان کرتے ہیں۔ ان میں آخر انوکھی بات کونسی ہے جس کی بنا پر ہم اسلام کو حق و صداقت کی کوئی خاص آواز جانیں، نمک کی کان میں نمک کے سوا رکھا ہی کیا ہو گا۔'' (تجدید معاشیات صفحہ ۴۹۸)

پھر ان ہی جشنوں میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ ''تقریروں اور مشاعروں کی گرما گرمی میں تو پنڈال کھچا کھچ بھرا ہوتا ہے لیکن اسی پنڈال کے کسی گوشہ سے جب اذان کی آواز آتی ہے تو اس پر کان دھرنے والے اور نماز کا رخ کرنے والے سو میں دس پانچ ہی ہوتے ہوں گے، ان تماشوں کو دیکھنے اور ان میں شریک ہونے والے اغیار بھی تو اثر لے سکتے ہیں کہ اصل دین مسلمانوں کا بھی روزہ نماز سے زیادہ جنم اشٹمی کی سی یہ دھوم

Marfat.com

دھام ہی ہے۔" نئی پرانی اس طرح کی بدعات و خرافات میں مبتلا ہونے والے عام مسلمانوں کی ذہنیت ہو بھی بالکل یہی گئی ہے کہ

جب ان چیزوں کو بھی وہ نماز روزہ ہی کی طرح بلکہ عملاً اس سے بڑھ کر دین سمجھتے ہیں تو بے نماز روزہ کے بھی آخر وہ اپنے کو مسلمان بلکہ دیندار کیوں نہ جانیں زیادہ سے زیادہ یہ کہ کوئی دین کا ایک کام کرتا ہے کوئی دوسرا، سب کون کرتا ہے کون نہیں دیکھتا کہ بہتیرے مسلمان نہ سال بھر نماز پڑھتے ہیں نہ کبھی مسجد کو جھانک کر دیکھتے ہیں نہ دن کے روزہ سے واسطہ نہ رات کی تراویح سے مطلب' لیکن جس دن مسجد میں ختم ہونا ہے چراغاں کرنے مٹھائی بانٹنے کاغذی بیلیں سجانے اور ان تماشوں میں چندہ اور وقت سب کچھ دینے میں سب سے آگے ہوتے ہیں۔

یہ نتیجہ پرانی رسوم و بدعات ہی کو دین جاننے کا نہیں' آج بھی پرانی "مولود شریف" کے بجائے نیا "جشن میلاد" منانے والوں کی نفسیات بالکل یہی تو ہوتی ہے' دل کھول کر ان میں چندہ دینے' جوش و خروش کے ساتھ ان کا انتظام کرنے والے ہزاروں کی تعداد میں رات رات بھر تقریریں سننے والے اور نعتیہ مشاعروں میں ڈٹے رہنے والے کتنے ہوتے ہیں جو سال بھر تک گھروں مسجدوں کیا سال کے اس ایک دن ـــــ یوم میلاد ـــــ میں اور جشن میلاد کے عین پنڈال کے اندر جس کی پیدائش کے نام سے یہ ہنگامہ برپا کر رکھا ہے اسی کی یاد و اتباع میں خدا کے حضور اپنی پیشانی ایک ہی موقع پر ٹیک دیتے ہوں"۔ (تجدید معاشیات ۴۹۹)

Marfat.com

عوام وجہلا کا قصور ہی کیا، جب نئے پرانے بڑے بڑے علما خود ہی ان جشنوں کو زینت بخش کر ان کے دین اور دینداری ہونے کی سند بخشتے رہتے ہیں اور شاید ہی ان میں کسی کو ان مفاسد کے مفاسد ہونے کا خطرہ بھی گذرتا ہو توان پر کسی روک ٹوک کا سوال ہی کیا۔ غرض علمائ، جہلا، عوام وخواص عملاً جب پورے کا پورا معاشرہ ہی ایمان وعمل کے موٹے موٹے معروفات ومنکرات تک کو کم وبیش اس طرح بھول بھلا چکا ہو تو اس کی صورت ہی کیا ہی کہ سارے مسلمان بلا تفریق عورت ومرد محض اسلامی رشتہ کی خیر خواہی وہمدردی یا وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ والے ایمانی حقِ ولایت کی بنا پر ایک دوسرے کو چھوٹے سے چھوٹے معروف ومنکر کے معاملہ میں روک ٹوک کرتے رہیں، جس برائی بھلائی کو آدمی خود ہی محسوس نہ کرتا ہو، اس میں دوسروں کو مبتلا دیکھکر کہاں سے اتنا احساس ابھر سکتا ہے کہ ان کو ہاتھ زبان یا دل سے روکنے کی فکر کرے!

(۳) اعزا واقربا سے اغماض — پھر "بعدہ درویش" کا سوال ہی کیا جب "اول خویش" ہی کے معاملہ میں عوام وجہلا نہیں اچھے اچھے دیندار خواص بلکہ مشائخ وعلماء تک کو دیکھا جاتا ہے کہ شوہر بیوی کو، باپ بیٹے کو، استاد شاگرد کو، پیر مرید کو، مالک نوکر کو، اسی طرح کم وبیش ہر راعی یا نگراں اپنے زیر نگرانوں کو طرح طرح کی ایمانی وعملی کمزوریوں غفلتوں کوتاہیوں، بدعنوانیوں یا چھوٹی بڑی دینی واخلاقی بیماریوں میں مبتلا دیکھتا اور بس دیکھتا رہتا ہے، خود نماز روزہ کے پابند ہیں لیکن نماز روزہ کا نام تک

Marfat.com

نہ لینے والے اہل وعیال کی غفلت وبے فکری کی اتنی بھی فکر و پرواہ کرنے والے کم ہی ہوتے ہیں، جتنی کہ ان کے نزلہ بخار کی معمولی بیماری کی! دوستوں عزیزوں، دن رات کے ملنے جلنے، ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں کو علانیہ دیکھتے ہیں کہ نماز روزہ کے تارک ہیں زکوٰۃ نہیں ادا کرتے، ترکہ کی شرعی تقسیم نہیں کرتے، حلال وحرام نہیں دیکھتے، رشوت لیتے ہیں، دھوکا دیتے ہیں، بدگوئی و چغلخوری کرتے ہیں، بدنگاہی وبدکاری میں پڑے ہیں جھوٹ بولتے ہیں، جھوٹے مقدمے لڑتے ہیں، جھوٹی گواہیاں دیتے دلاتے ہیں، قرض مارتے ہیں، گھوڑدوڑ لاٹری اور معمہ بازی کا جُوا کھیلتے ہیں، شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات میں سراسر غیر اسلامی و مسرفانہ رسوم وخرافات نام نمود فخر ومباہات کی حرکتوں میں گرفتار ہیں، جب تک نام نہ معلوم ہو، صورت وشکل وضع قطع تک سے مسلمان معلوم نہیں ہوتے۔

لیکن ہمارے دینداروں کی بھی یہ عجیب طرفہ تماشہ دینداری ہے کہ دین اسلام کو اس طرح سربازار رسوا کرنے والے اور کھلے خزانے خدا کے احکام کو ان ٹھکرانے والے[1]

---

[1] ان سطروں کو لکھتے ہی لکھتے اخبار میں پڑھا کہ کسی سگ سرشت آدم نے فخر اولاد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی (فداہ ابی وامی) پر اپنے ہم سرشت کتے کا نام رکھ کر اسی سرشت کے ایک انگریزی اور ہندی روزنامہ میں اس کی تلاش کا اشتہار (۲۹ دسمبر ۵۵ئہ کو) دیدیا۔ بے دست وپا مسلمان سراسیمہ ہو کر جا بجا ناراضی اور احتجاج کے جلسے کر رہے ہیں، زبان سے ناراضی واحتجاج کیا چیز، اس نام پر نوجوان قربان کر دینا بھی عین ایمان ہی ہے۔

پھر بھی سوچنے کی بات ذرا ٹھنڈے دل سے یہ ہے کہ جو کور بخت سرے سے ایمان ہی سے محروم ہے وہ اس نام والے کے مقام کی عظمت ورفعت کو کیا پہچانے۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

مسلمانوں سے نہ عزیزوں کی عزیزداری میں کوئی فرق آتا ہے نہ دوستوں کی دوستی میں نہ اُن کو باز رکھنے کے لئے اثر یا دباؤ سے کوئی کام لیا جاتا ہے نہ زبان سے کوئی تفہیم و تنبیہ ہوتی ہے اور نہ دل ہی سے کسی بیزاری و بے تعلقی کا اظہار۔

ایک نماز ہی کو لے دیکھئے کہ حضرات صحابہؓ اسی سے مومن کو مومن اور کافر کو کافر جانتے پہچانتے تھے، غنیمت ہے کہ کوئی مسلمان، مسلمان ہو کر علانیہ اس کی فرضیت کا منکر تو اب بھی شاید ہی ملے، لیکن عمل یہ ہے کہ اولاد نماز نہیں پڑھتی، مسجد کا منھ نہیں دیکھتی، تو نماز جماعت کے پابند والدین اس پر اتنی بھی باز پرس نہیں کرتے جتنی اسکول نہ جانے پر، بیماری آزادی میں حسب تعلق دوست دوست کے دوا علاج کی تدبیر کو اپنا دوستانہ وعزیزانہ فرض جانتا ہے لیکن آنکھوں کے سامنے گہرے سی گہرے دوستوں عزیزوں کو علانیہ تارک نماز دیکھنے والوں میں شاید ہی کوئی بندۂ خدا ہوتا ہوگا جو اس کی کوئی فکر و تدبیر کرتا یا خیر خواہی و دلسوزی سے سمجھانا بجھانا الگ رہا چھوٹے منھ ٹوک دینا بھی پسند کرتا ہو یا نماز نہ پڑھنے والے اپنے عزیزوں دوستوں ہم چشموں اور سوسائٹی میں اپنی عزت و وقعت میں کوئی کمی پاتے ہوں، خصوصاً اگر کچھ

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) سوال تو مدعیان ایمان واسلام کو خود اپنے گریبانوں میں سر ڈال کر کرنا چاہیے کہ ہم مسلمانوں کے سے نام رکھ کر کام کتنے دن رات اسلام اور رسولِ اسلام کو علانیہ رسوا ہی کرتے رہتے ہیں اور پوری امت کی امت من حیث امت ایمان و عمل صالح کی اسلامی زندگی سے دور و نفور ہو کر سراپا باعث رسوائی پیغمبرؐ کے سامان کے سوا کیا رہ گئی ہے۔

ہر کس از دستِ غیر می نالد　　　سعدی از دست خویشتن فریاد

Marfat.com

صاحبِ جاہ ومال ہیں تو ہمارے نام نہاد علما ومشائخ تک کو ان کی خوشامد وچاپلوسی میں کلمۂ حق زبان پر لانے سے گریزاں پائیں گے بلکہ اچھے اچھے تہجد واشراق والے علما صلحا کو بھی دیکھا کہ داماد نمازی یا دیندار کے بجائے بی اے' ایم اے یا عہدہ دار ہی تلاش کیا جاتا ہے' چاہے خیر اس کے ایمان کی بھی نہ رہی ہو اور کم ہی رہتی ہے۔

صحتِ روحانی کی فکر نہ رہی!

میں کبھی کبھی روزہ نماز والے والدین سے پوچھتا ہوں جن میں بعض نامی گرامی "دار العلوموں" کے علما واساتذہ تک ہوتے ہیں کہ آپ کی یہی بے نمازی اولاد اگر ذرا کسی اندیشہ ناک یا مہلک مرض میں مبتلا ہو تو بھی آپ اسی بے فکری اور سرد مہری سے کام لیتے رہیں گے؟ پھر کیا دین وایمان کی بیماری بیماری نہیں یا آخرت کی ہلاکت ہلاکت نہیں! جواب بہتوں کا برف کا سا ٹھنڈا بس یہ ہوتا ہے کہ کہتا تو ہوں! ایک آدھ مثال اس کی بھی مل جاتی ہے کہ صرف معمولی طور پر زبان ہلا دینے سے آگے بڑھ کر ترغیب وترہیب یا اثر ودباؤ کو بھی کام میں لاتے ہیں مگر کام چلتا نہیں۔ پوچھتا ہوں کہ بھائی اگر مزمن ومہلک مرض میں گھر کے علاج سے نفع نہ ہو رہا ہو اور آب وہوا کے بدلنے یا کسی اسپتال میں داخل کرنے کا مشورہ ہو جہاں بہتر آب وہوا اور بہتر علاج وتیمارداری میسر ہو تو کیا اپنی والی اس کے انتظام واہتمام میں کوئی کمی کریں گے؟ اسی طرح اگر خدانخواستہ کوئی اولاد کسی متعدی مرض میں مبتلا ہے جس سے دوسروں کو متاثر ہونے کا اندیشہ ہے تو کیا اس کو علیحدہ نہیں رکھتے یا کسی متعدی امراض کے اسپتال میں داخل نہیں کر دیتے، پھر اگر دین واخلاق کی بیماریاں بھی بیماریاں ہیں اور جسمانی بیماریوں سے

Marfat.com

زیادہ مہلک و متعدی نو آخران کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیوں نہیں کیا جاتا کہ جب تک ضرورت و مناسب ہو اُن کو بھی دین و اخلاق کی کسی صحت مند و صحت بخش فضا او ہمہ وقتی نگرانی میں رکھا جائے، یا اگر کسی کو خودکشی کرتے دیکھا جائے اور سمجھانے بجھانے سے باز نہ آتا ہو تو کیا زبردستی اس کو روکا نہ جائے گا، پھر بھی اندیشہ ہو کہ موقع پاکر جان دے ہی دے گا تو کیا ماں باپ دوست و عزیز اپنی والی کوئی سعی و تدبیر اس وقت تک زیادہ سے زیادہ نگرانی اور دیکھ بھال کی اٹھا رکھیں گے، جب تک اس کے دل سے خود خودکشی کا خیال نکل جانے کا اطمینان نہ ہولے۔ سوال یہی ہے کہ کیا ابدی زندگی کی ہلاکت یا **آخرت کشی** کا خسران اس چند روزہ زندگی کی خودکشی کے برابر بھی نہیں جو خودکشی کے بغیر بھی صبح و شام کسی نہ کسی آن ختم ہی ہو کر رہے گی؟

ہماری جدید درسگاہیں ایمانی قتل گاہیں ہیں

سوال کا عام عملی جواب یہ ہے کہ ہم اُلٹے اپنی اولاد کو ایمان و عمل دونوں کی دینی خودکشی و ہلاکت کی جو انتہائی وبا زدہ متعدی آب و ہوا اسکولوں کالجوں کی ہے اس تک میں بے تکان جھونکتے چلے جاتے ہیں، اسباب کچھ بھی ہوں لیکن کھلی آنکھوں اس تعلیم کے جن آثار کا مشاہدہ دن رات ہو نا رہتا ہی اس کا نقشہ امت کے حکیم مجدد وقت کے ہلکے سے ہلکے الفاظ میں بھی یہ ہے کہ

"نماز روزہ میں کاہلی بلکہ اعراض، عقائد میں ضعف و تشویش، اخلاق میں تکبر و تصنع، کفار کی تقلید کا ذوق و شوق، مال و جاہ کی محبت کہ ان کی طلب میں دین کے خارج ہونے کا صدمہ نہ ہونا اور دن رات دماغ میں بس مالی ترقی اور جاہ و منصب

Marfat.com

کی ہوس پکاتے رہنا، جس چیز میں مال وجاہ کی ترقی لیکن دین کا تنزل ہو تو مال وجاہ کو ترجیح دینا اور دین کی پرواہ نہ کرنا۔" لہ

نماز روزہ میں کاہلی و اعراض کیا کھلے خزانے تارک ہوتے ہیں، بعضے قائل تک نہیں رہتے اور خدا تک کے منکر ہو جاتے ہیں۔ غیر منکروں کے بھی ایمانیات کی کوئی نہ کوئی چول ہل ضرور جاتی ہے، خدا کی ذات وصفات، قضا وقدر، وحی ونبوت کے عقائد میں ضعف و تشویش ہی کو راہ نہیں مل جاتی، بارہا ان کی حقیقت ہی اتنی منقلب ہو جاتی ہے کہ ان کو اسلامی کہنا سرے سے بے معنی ہوتا ہے، یہ سُنی سُنائی یا قیاسی باتیں نہیں چوتھائی صدی سے زیادہ اور یونیورسٹیوں کا (بمبئی وعثمانیہ) کا ذاتی تجربہ ہے حالانکہ عثمانیہ یونیورسٹی میں کچھ نہ کچھ ان کی روک تھام اور رد عمل کا ظاہری انتظام بھی تھا، خود شعبۂ دینیات کے طلبا جن کا انگریزی کے سوا باقی پورا کا پورا نصابِ تعلیم تفسیر وحدیث فقہ وکلام وغیرہ اسلامی علوم ہی ہوتے تھے وہ بھی سمیت و تعدیہ سے غیر متاثر نہیں رہتے تھے۔ بس جیسے کسی شدید وبائی فضا میں رہ کر کچھ سخت جان جاں بر ہو جاتے ہیں، اسی طرح کچھ بطنی سعادتمند اسکولوں کالجوں کے سراپا دین دشمن ماحول سے بھی دین وایمان سلامت لیکر نکل آتے ہیں، ورنہ سچ پوچھیے تو یہ غارتِ گرِ دین وایمان تعلیمگاہیں سیدھا جہنم کا ٹکٹ

لہ تحقیق تعلیم انگریزی کے عنوان سے حکیم الامت کا واقعی ایک بڑا حکیمانہ مضمون ہے، یہ اسی کا اقتباس ہے اور "تجدید تعلیم و تبلیغ" کے صفحہ ۴ سے صفحہ ۵۳ تک اس پر مفصل بحث ہے، ۱۲۔

Marfat.com

ہوتی ہیں۔

ابتدا میں عام طور پر علما و صلحا کی طرف سے جو اس تعلیم کی شدید مخالفت ہوتی تھی بظاہر تعصب و تنگ نظری ہی کا شبہ ہوتا تھا لیکن تجربے نے بتایا کہ دراصل ان کی ایمانی فراست تھی اور آج دنیا بھر کے مسلمان جس سب سے بڑی دینی مصیبت کا شکار ہیں وہ یہی ہے کہ بالآخر ہر جگہ مسلمانوں کی قیادت و سیاست کم و بیش بالکلیہ اسی دین دشمن مغرب زدہ تعلیم و طبقہ کے ہاتھ میں چلی گئی کون نہیں جانتا کہ ان کا دین نام کے مسلمان ہو کر بھی تمام تر یہی دنیا اس کا جاہ و مال حکومت و سلطنت، عیش و عشرت، رقص و سرور، شراب و کباب لہو و لعب کی آزادیاں اور آزاد خیالیاں ہوتی ہیں، ساتھ ہی ساتھ یہ تعلیم ضمیر و قلب کی زندگی و جرأت اتنی مردہ کر دیتی ہے کہ عوام کے خوف و خطر سے ضمیر کے صریحاً خلاف زبان پر تو سیاسی نام و نعرہ اکثروں کے اسلام کا ہوتا ہے لیکن اندر ہی اندر مغربی سیاست و معیشت، زندگی و معاشرت آزادی اور آزاد خیالی کی فکروں تدبیروں اور سازشوں میں سرگرم رہتا ہے اور نام نہاد ملکی و سیاسی آزادی حاصل کرنے پر بھی پرانے مغربی آقاؤں ہی کا دم بھرتا رہتا اور ان ہی کی پشت پناہی میں اپنا کام نکالتا رہتا ہے۔ اسی ناپاک صورتِ حال سے دوچار ہو کر غریب پاکستان غلامی کے دور سے بھی زیادہ روز بروز ناپاک ہوتا جا رہا ہے اور یہی مصر و انڈونیشیا وغیرہ مسلمان ملکوں میں کوئی صحیح اسلامی جماعت و تحریک ان فرنگی تعلیم کے آزاد غلاموں ہی کی بدولت مشکل سے پنپنے اور زندہ

Marfat.com

رہنے باقی ہے، مصری **اخوان** کا تازہ تازہ حشر کل کی بات ہے، حکومت پر قابض اسی طبقہ کے اندرونی کارروائیوں اور سازشوں کی کشمکش میں پاکستان کا دستور کسی طرح اسلامی نہیں بن پا رہا ہے اور اس کی راجدھانی (کراچی) کے ایک بڑی ایمانی حرارت والے صاحبِ **فاران** کو بڑی حیرت ہے کہ

"تاریخ میں یہ واقعہ بھی ایک اعجوبہ کی صورت میں یادگار بن کر رہ جائے گا کہ ایک مملکت صرف اسلام کے نام پر وجود میں آئی تھی، اس مملکت کے ارباب اقتدار خدا کے فضل سے مسلمان تھے اور وہاں کی اکثریت بھی خدا اور رسول پر ایمان رکھتی تھی مگر اس جگہ مسلمانوں کو اسلامی دستور کا مطالبہ کرنا پڑا۔

آنے والی نسلیں اس واقعہ کو تاریخ میں پڑھیں گی اور غرق حیرت ہو کر رہ جائیں گی کہ یہ بات آخر ظہور میں کس طرح آئی اور وہ کس قسم کے مسلمان تھے جن پر دستور اسلامی کی اہمیت واضح کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی (حالانکہ ..... وہ جن کے ہاتھوں میں زمام کار تھی اور اللہ تعالیٰ نے جن کو حکمرانی اور دستور سازی کا موقع دیا تھا اُن کے کرنے کا کام ہی یہ تھا" (فاران جنوری ۱۹۵۳ء)

مغربی تعلیم و تسلط کی لائی ہوئی مغرب زدگی و مغرب پرستی کا طلسم انشاءاللہ ٹوٹنے کے بعد اس سے ناواقف "آنے والی نسلیں" بلاشبہ اس "اعجوبہ" پر جتنا بھی "غرق حیرت" ہوں موجبِ حیرت نہ ہوگا۔ لیکن آج "جن ہاتھوں میں زمام کار" ہے ان کی ذہنیت خود ان کے مسلمان والدین کے ہاتھوں جاہ مال اور دنیا کے عشق و محبت میں، جس

Marfat.com

دین بیزار اور خدا ناشناس (GOD LESS) تعلیم و تربیت کے جس سانچہ میں ڈھلی ہو اس کو جان پہچان کر کسی بڑے ہی سادہ لوح کے لئے یہ باتیں "اعجوبہ" یا "غرقِ حیرت" ہونے کی ہوں تو ہوں! ورنہ "غرقِ حیرت" ہونے کا سب سے بڑا "اعجوبہ" دراصل یہ ہوگا اگر ان کے ہاتھوں سے کبھی بھی حقیقی معنی میں "دستورِ اسلامی" پر دستخط ہو گئے اور اس سے بھی بدرجہا بڑا "اعجوبہ" ہوگا اگر ان ہاتھوں سے عملاً بھی یہ دستور نافذ ہو گیا تو میں سمجھوں گا کہ سورج مغرب سے نکل آیا۔ [1]

منکرات کا سرچشمہ جدید تعلیم ہی ہے

غرض دنیا کی تاریخ میں کفر والی بے دینی و بد دینی کے منکرات کا آج سب سے بڑا سرچشمہ یہی جدید تعلیم اور اس کی تعلیم گاہیں ہیں، مسلمانوں کا جہاں کہیں اور جتنا بھی انفرادی و اجتماعی زور اس سراپا دشمنِ ایمان و دین کش سرچشمہ منکرات تعلیم کو بند کرنے اور آئندہ نسلوں کو اس سے بچانے میں لگ سکے لگانا تھا، اگرچہ جدید علوم و فنون کی کسی درجہ میں تعلیم ضروری ہو بھی ـــــ اور بعض علوم خصوصاً سائنس کی حد تک ہے بھی ـــــ تو اس کا انتظام بالکلیہ دینی علوم و تعلیم کے اس طرح زیرِ نگرانی و زیرِ تربیت ہو کہ ایمان و عمل صالح پر اس کے زہریلے اثرات کا قطعاً کوئی احتمال و

---

[1] مضمون پریس میں ہے کہ الحمدللہ نام کی حد تک تو پاکستان کی حکومت جمہوریہ اسلامیہ بن گئی دل سے یا بے دلی سے کسی طرح سی بھی، کاش توفیق و ہمت اس کی بھی ہو جائے کہ یہ نام بدنام نہ ہو۔
کاش! کہ یہ ٹوٹی پھوٹی آس پانچ سال پہلے کی تھی۔ اب مارچ ۱۹۶۱ء میں "مسلم عائلی قوانین" کے نام سے فوجی صدر پاکستان کا یہ "فرمان واجب الاذعان" (آرڈیننس) شرف صدور لایا ہے اس کے بعد انا للہ پڑھنے یا اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ "قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا"۔

Marfat.com

اندیشہ نہ رہے اور جب تک ایسا انتظام نہ ہو اُس تعلیم کا دینی و اخروی ضرر وفساد اس کی وقتی وعارضی ضرورت پر اس طرح غالب آگیا ہے کہ جن والدین کے اندر دین و آخرت کی حقیقت و اہمیت کا ایمان و احساس کچھ بھی زندہ ہے بخدا اس تاریک دقیانوسی کی سمجھ میں قطعاً نہیں آتا کہ کیسے اس آگ میں اپنی اولاد کو دیدہ و دانستہ جھونک دیتے ہیں۔

لیکن کیا عرض کیا جائے کہ ایک تو ہمارے کچھ اگلوں کی ایمانی حس و فراست یہ تھی کہ درخت ہی سے انھوں نے پھل کو تاڑ لیا تھا اور ایک ہم ہیں کہ ایمان اور عملِ صالح دونوں کے حق میں پھلوں کے زہریلے اثرات کا گھر باہر دن رات مشاہدہ و تجربہ کر رہے ہیں اور پھر بھی شجر خبیث کے پہچاننے سے جان بوجھ کر اندھے بن رہے ہیں بلکہ اُلٹے اس کو انفرادی و اجتماعی کوششوں سے پروان چڑھاتے رہتے ہیں۔ لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کا ریلا بھی اب انھیں تعلیم گاہوں کی طرف ہے۔ **صدق** ہفتہ وار (۱۶ جنوری ۱۹۵۳ء) میں مشرقی پاکستان کی کسی کالجی صاحبزادی کا ایک مراسلہ نظر پڑا تھا جس میں شکایت تھی کہ ایڈن کالج میں سائنس کا انتظام نہیں جس کی وجہ سے ان کو ڈھاکہ کالج جانا پڑتا ہے جہاں لڑکوں سے الگ لڑکیوں کے لئے سائنس کا انتظام ہے جس کا وقت صبح سات بجے سے ساڑھے دس بجے تک ہے اور صاحبزادی کو صبح ۶ بجے ہی وہ بھی سردی میں جانے کا مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ اس سے بچنے کی خود صاحبزادی صاحبہ کے نزدیک دو ہی صورتیں تھیں

Marfat.com

(۱) ایک یہ کہ مخلوط تعلیم جاری کردی جائے اور لڑکیاں بھی ڈھاکہ کالج میں ہی پڑھنے لگیں (۲) دوسرے یہ کہ لڑکیوں کیلئے علیحدہ سائنس کلاس کھولے جائیں"

پھر خود ہی سارے نسوانی احساسات وخطرات کو بالائے طاق رکھ کر روشن خیالی کی مردانہ ہمت کے ساتھ تحریر کیا تھا کہ

"یہ دوا وعلاج بہت خرچیلا اور بہت دقت طلب بھی۔ تجربہ گاہیں وغیرہ بھی سب الگ بنانا پڑیں گی۔ آسان علاج پہلا ہی ہے یعنی مخلوط تعلیم عام کردی جائے جیسا کہ مغربی پاکستان میں ہے۔"

انا اللہ! یہ تاریک خیال تو پاکستان میں کسی طالب علم نہیں، روشن خیال طالبہ کی طرف سے مخلوط تعلیم کا یہ مطالبہ پڑھ دم بخود رہ گیا تھا اور یہ تو بالکل پہلی دفعہ معلوم ہوا کہ پاکستان نے آزادی کے پانچ سالوں ہی میں اسلام اور مسلمانوں کی کوئی اور خدمت کی ہو یا نہ کی ہو لیکن مطالبہ اسلامی پر مبنی پاکستان کو اسلامستان ثابت کر دکھانے کا تنہا یہ کارنامہ کیا کم ہے کہ مغربی پاکستان میں مخلوط تعلیم جاری کردی اور مشرقی پاکستان کی "مومنات غافلات" تک میں اس کا علی الاعلان مطالبہ پیدا کر دیا۔

مخلوط تعلیم خود دنیوی نظر سے بھی تباہ کن ہے

حالانکہ دین تو دین خود دنیا کے حق میں بھی اس تعلیم کے گوناگوں نقائص ومفاسد کا ہر سال ہی مختلف یونیورسٹیوں کے عطائے سند کے خطبوں میں رونا رویا جاتا ہے اور ان کی اصلاح وازالہ کے لئے چھوٹی بڑی کمیٹیوں کمیشنوں کا سلسلہ لگا ہی رہتا ہے، اور تو اور ہماری نئی تعلیم کے ائمہ ومقتدا یعنی خود

Marfat.com

یورپ کے اہل فکر ونظر بھی بے دینی کی اس تعلیم کو دنیا ہی کے حق میں وبال جاننے لگے ہیں، فرانس کے کسی بڑے نامی گرامی نوبل پرائز پائے ہوئے ڈاکٹر کاریل نے ایک کتاب **نامعلوم انسان**[1] کے نام سے لکھی ہے مطلب **خود فراموش انسان** معلوم ہوتا ہے کہ بیشمار علوم وفنون اور ان کی تعلیم اور تعلیم گاہوں کی اتنی ترقی کے باوصف انسان خود اپنی انسانیت سے جاہل ہی رہا۔ کراچی کے ایک اچھے صحیح وسلیم فکر وایمان والے پندرہ روزہ **یقین** (۷ نومبر ۱۹۵۲ء) میں اس کے کچھ اقتباسات نظر سے گذرے تھے، لکھا ہے کہ

> "گو ہمارے پاس دنیا بھر کے علمائے سائنس فلاسفہ اور سریّہ (MISTICS) کے فراہم کردہ مشاہدات کا بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا ہے تاہم خود اپنی (انسانی) ذات وحقیقت کے صرف چند پہلو ہی کچھ گرفت میں آسکے ہیں، پوری طرح انسان کو ہم نے نہیں جانا ہے بس کچھ پراگندہ یا الگ الگ اجزا کا اس کو ایک معجون مرکب سمجھ رکھا ہے اور یہ اجزا بھی خود ساختہ ہی ہیں"۔

علم کا مقصد اولین خود اپنی ذات کی معرفت ہے

ورنہ درحقیقت خود اپنے متعلق انسان کا علم ابتک بہت ہی ادنیٰ وابتدائی درجہ کا ہے"۔ معلوم یہی ہوا کہ انسان کے لئے علم وتعلیم کی راہ سے جس بات کا جاننا سب سے مقدم وضروری ہے کہ خود اپنی انسانی حقیقت اور غرض وغایت کو جاننے پہچاننے اسی سے سب سے زیادہ انجان اور جاہل وغافل ہے!

---

[1] Man the unknown

Marfat.com

عیاں نہ شد کہ چرا آمدم کجا بودم   دریغ و درد کہ غافل زکار خویشتنم

نئی تعلیم کا حشر نئی دنیا والوں کی زبانی

نئی دنیا (امریکہ) جس پر آج ساری دنیا کی نگاہیں سب سے زیادہ رشک و حسد کی پڑ رہی ہیں ڈاکٹر موصوف ہی کے الفاظ میں وہاں کی اس نئی تعلیم کا حشر ملاحظہ ہو کہ ریاستہائے متحدہ (امریکہ) کے

"بچوں اور نوجوانوں کی تعلیم پر جو بے حساب دولت خرچ کی جارہی ہے اس کے باوجود عقل و فہم کی سطح میں کوئی خاص اضافہ نظر نہیں آرہا ہے"۔

بلکہ ان جدید تعلیم یافتوں میں

"نہایت ادنیٰ قسم کے لٹریچر اور نقلی علم و فن کی طرف میلان خصوصیت سے زیادہ پایا جاتا ہے، بچوں کو بہتر سے بہتر صحت بخش حالات میں رکھ کر پرورش کیا جاتا ہے، اسکولوں میں ان پر انتہائی توجہ صرف کی جاتی ہے پھر بھی ان کے ذہنی و اخلاقی معیار میں کوئی بلندی نہیں پیدا ہوتی"۔

اس مشینی دور کے تمدن و تعلیم کا سب سے پر فخر کارنامہ نئی مشینوں کی ایجادات اور آئے دن سائنسی اکتشافات ہیں لیکن ڈاکٹر موصوف کی رائے میں اس طرح

"روز روز نئی نئی مشینوں کی ایجادات کو بڑھاتے چلے جانے سے کوئی فائدہ، حاصل نہ ہوگا۔ اسی طرح طبعیات و کیمیا و فلکیات (وغیرہ کے سائنسی) اکتشافات پر زیادہ زور دینا بھی بیکار ہے"۔

اس کے بجائے اصل ضرورت اب انسان کو

Marfat.com

"خود اپنی اور اپنے ذہنی اور اخلاقی ننگے پن کی طرف توجہ کرنے کی ہے......
ایک طرف ایسے طرز زندگی کو ترقی دیتے چلے جانا جو درحقیقت عظیم الشان انسانی نسلوں کو اخلاقی زوال وانحطاط میں دھکیلتا چلا جا رہا ہے اور ان کے اعلیٰ و اشرف جوہروں کو تباہ کر رہا ہو کوئی دانشمندی کا کام نہیں خود اپنی طرف توجہ کرنا اس سے کہیں بہتر ہو گا کہ زیادہ تیز رفتار سٹیمر، زیادہ آرام دہ موٹر زیادہ سستے ریڈیو دور دراز سحابیوں (ستاروں) کی شکل وساخت کی تحقیق کے لئے دوربینیں بناتے رہیں..... اس سے کون سی حقیقی ترقی (ہماری انسانیت میں) ہو جائیگی اگر ہوائی جہاز نے ہم کو یورپ سے چند گھنٹوں میں چین پہنچا دیا۔ یہ کیا ضروری ہے کہ ہر طرح کی پیداواروں کو برابر بڑھاتے چلے جائیں جن کی بدولت انسان غیر ضروری چیزوں کے استعمال میں زیادہ سے زیادہ پھنسا رہے"

جن علوم وفنون کو ہم ترقی ترقی جانتے اور پکارتے رہتے ہیں، ڈاکٹر موصوف کے نزدیک اس میں شک کیا "شائبہ شک" کی گنجائش نہیں کہ یہ

"میکانکی طبیعاتی اور کیمیائی علوم ہم کو عقل وفہم، اخلاقی نظم وضبط، جسمانی صحت تندرستی، علمی توازن واعتدال اور (سیاسی وسماجی) امن وامان عطا کرنے سے قطعاً عاجز وقاصر ہیں...... بلکہ اُلٹے آدمی میں (ان ترقیوں کی بدولت) خطرناک بیماریاں پیدا ہونے کی استعداد بڑھ گئی ہے.......
اعصاب اور دماغ کو (اس ترقی بازی کی زندگی میں دن رات) مسلسل جھٹکے

Marfat.com

لگتے رہتے ہیں عضوی فساد و اختلال سے غذاؤں میں زہریلے مادے پیدا ہوتے رہتے ہیں جن سے برابر ہم کو متاثر ہوتے رہنا پڑتا ہے۔"

اور تو اور آج ہر جگہ نئے نئے سائنسی طریقوں سے غذائی پیداوار بڑھانے کا جو زور و شور ہے ان ہی ماہر سائنس ڈاکٹر کی زبان سے اس کی برکتوں کا حال بھی سن لیں۔

"غلہ وغیرہ خام غذاؤں میں، اب پہلے کے سے قوت بخش اجزا نہیں رہ گئے ہیں، گیہوں، انڈہ، دودھ، پھل، مکھن وغیرہ کی ظاہری شکل وصورت گو وہی ہو لیکن کثرت پیداوار کی وجہ سے ان کی اندرونی ترکیب بدل گئی ہے کیمیائی کھادوں نے اناجوں کی پیداوار تو بڑھادی ہے مگر زمین کے اجزا میں جو کمی و کمزوری آگئی ہے اس کی تلافی نہ ہونے سے بالواسطہ غلوں اور ترکاریوں کی غذائی قوت ہی میں فرق آگیا ہے۔ . . .؛"

یہ تو جدید تعلیم گاہوں میں پڑھے پڑھائے جانے والے علوم میں سائنس نام جس علم پر عہد جدید کو سب سے زیادہ غرہ ہے اس کی برکتوں کا ایک مخفی گوشہ تھا، باقی میدانِ جنگ میں اس کے ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور جراثیمی ہلاکت آفرینیوں کا پوچھنا ہی کیا خود اس تعلیم و تہذیب کے اہلِ فکر دوستوں کے سامنے بھی اس کا مستقبل یہی ہے کہ تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی"۔

باقی عام نتیجہ اس نام نہاد تعلیم کا اسی "خود فراموش" یا نامعلوم انسان نام والی کتاب ہی میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اس کے سارے طبقات ہی کو اس کے

Marfat.com

اخباروں، سستی کتابوں، ریڈیو اور سنیما کی کثرتوں نے بالکل ذلیل و کمینہ بنا ڈالا ہے" احد یہ کہ عقل و فہم تک بڑھنے کی جگہ اس تعلیم کی راہ الٹے۔

"اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اعلیٰ سے اعلیٰ نصابوں کے باوجود روز بروز بے عقلی و نافہمی ہی عام ہوتی چلی جارہی ہے"۔

پھر اس عقل و فہم کی دشمن تعلیم کے پیدا کیئے ہوئے تمدن و تہذیب کا انجام اس کے سوا سوچا کیا جاسکتا تھا کہ بنی نوعِ انسان کو

"تمام اخلاقی بندشوں قیدوں اور مذہبی ضابطوں سے آزاد کردیا ہے"۔ اور "ہر بری بھلی جائز و ناجائز راہ سے زرطلبی و زراندوزی کی آگ ان کے اندر بھڑکا دی ہے بس اتنی شرط ہے کہ جیل نہ جانا پڑے"۔

آزادی کے بعد سے ہندوستان و پاکستان دونوں جگہ ہی آزادی سب سے زیادہ بڑھ گئی ہے، دونوں جگہ ہر دفتر و محکمہ میں نیچے سے لیکر اوپر تک اسی تعلیم کے فرزندوں کی اسی زرطلبی یا مالی حرص و ہوس نے طرح طرح کی بدعنوانیوں کا بازار اتنا گرم کر رکھا ہے کہ خود حکومت ہر طرح کی طاقتوں تدبیروں کے باوجود ان کی روک تھام سے بے بس ہو رہی ہے۔

آگے خود صاحب یقین کی زبان ایمان "یقین" سے ان سارے معائب و مفاسد کا علاج بھی سنتے چلیں کہ صرف مذہب کی طرف پلٹنا ہی اس کا واحد علاج ہے۔

"کیونکہ مذہب ہی انسان کی توجہ کو آخرت کی طرف موڑکر اس کو مادی ماحول

Marfat.com

(اور اس کی ترغیبات) سے بلند کر دیتا ہے لا مذہب آدمی تو مال و متاع کی فراوانی میں بھی اپنے کو غریب ہی محسوس کرتا ہے۔ بخلاف ایک سچے مذہبی آدمی کے کہ وہ مصیبت میں بھی مسرور رہ سکتا ہے، بڑی سے بڑی دولت و ثروت کا مالک ہونا بھی آدمی کو جب دل کا سکھ چین نہیں دے پاتا تو (ایمان والی) صالح زندگی اس کو قناعت و صحت اور مسرت سب کچھ عطا کرتی ہے۔"

علاج صدفی صد تیر بہدف سہی لیکن اس کا کیا علاج کہ اس تعلیم ہی نے انسان کی عقل و فہم کو اتنا دیوالیہ کر دیا ہے کہ جو علاج تھا اس کو مرض اور مرض کو عین علاج جاننے اور بتلانے لگی اور اتنی موٹی بات تک سمجھنے سے عاری ہے کہ انفرادی و اجتماعی سیاسی و معاشی کم و بیش ہر شر و فساد کی بڑی جڑ ملک و مال، جاہ و اقتدار کی حرص و ہوس ہوتی ہے اور مذہب کی حقیقت انسان کی نظر کو خدا و آخرت کی طرف موڑ کر حب الدنیا راس کل خطیئۃ کی اس جڑ ہی کو سرے سے کاٹ ڈالتا ہے، رہا مذہب کا خالی نام لے کر اس کو بدنام کرنے والوں نے وہ بھی مذہب کی ہزاروں سال کی تاریخ میں جو کچھ تھوڑا بہت ادھر ادھر کہیں کہیں فساد برپا بھی کیا اس کا نام بھی ان فسادات کے مقابل میں کیا لیا جا سکتا ہے جو لا مذہبی کی صرف دو صد سالہ جدید تعلیم اور اس تعلیم کی بھی موجودہ صدی کی صرف آٹھ سال کی دو عظیم اور جہانگیر جنگوں نے دنیا بھر میں مچا رکھے ہیں اور جن سے پیدا ہونے والی تیسری جہاں سوز جنگ کے تصور سے جنگ و امن والے سب ہی لرزہ براندام ہیں کہ وہ ساری دنیا و انسانیت اور اس سارے تمدن و

Marfat.com

ثقافت سب ہی کو بھسم کر کے رکھ دینے والی ہوگی۔

امریکہ کے مشہور روزنامہ نیویارک ٹائمس میں اس موجودہ بیسویں صدی کی برکتوں پر **بے خانماں انسان کی بھیانک صدی** کے عنوان سے ایک مضمون نکلا ہے اس میں اس صدی کی جو برکتیں گنائی گئی ہیں ان ہی میں یہ ہے کہ

"یہ لڑائی جھگڑوں کی صدی ہے کیونکہ یہ جان و مال دونوں کی بربادی تباہی کی ایسی وسیع پیمانوں پر عالمگیر جنگوں کا زمانہ ہے جس کی خوں ریزی کی سابق داستانوں میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔"

آگے اسی مضمون میں ڈاکٹر ایلفی ریس نامی کسی بڑے مستند و ماہر کے حوالہ سے اس بابرکات صدی کو **خانماں برباد انسان کی صدی** کہا گیا ہے کہ "دنیا کی معلوم تاریخ میں نہ کبھی اتنے انسانوں کو ان کے ملکوں سے نکالا گیا اور نہ اس طرح کبھی اپنے گھروں کو چھوڑ کر بھاگنے پر لوگ مجبور کئے گئے، اس صدی کی سب سے نمایاں برکت و خصوصیت یہی تو بتائی گئی ہے کہ "خانہ بدر یا اپنے گھر سے نکالا ہوا انسان اس صدی کا ویسا ہی خاص نشان ہے جیسا کہ ایٹم کا توڑا جانا جس کی بدولت ایٹم بم بنا۔"

دیکھا آپ نے اس جدید تعلیم و تہذیب کی ترقی، اس کے خود گھر کے بھیدی جو ذرا بھی صاحب فکر و نظر ہیں خود ان کی نظر میں اور خود دنیا ہی کے لئے خیر و صلاح سے کہیں بڑھ چڑھ کر شر و فساد کا کیسا مجموعہ و منبع ظاہر و ثابت ہو رہی ہے لیکن دنیا کے

لے ۱۶ر اگست ۱۹۵۳ء منقولہ یقین ۲۲ر ستمبر ۱۹۵۳ء

Marfat.com

حق میں بفرض یہ سراپا خیر ہی خیر ہوتی تو بھی دین کے حق میں جب اس کے مقاصد طرح طرح کی علانیہ بداعمالیوں اور بداخلاقیوں ہی تک محدود نہیں بلکہ عقائد و ایمانیات تک ان کی زد سے محفوظ نہیں تو اسلام اور مسلمان کی نظر میں اس سے بڑھ کر کون سا منکر ہوگا جس کی اصلاح و انسداد پر سب سے زیادہ زور لگانے کی ضرورت ہو؟ جب تک اس تعلیم اور اس کی آوردہ تہذیب و تمدن والوں کا حکومتوں پر غلبہ و تسلط ہے اس وقت تک اس کا کامل و کلی انسداد و استیصال دشوار یقیناً بہت ہے تاہم ناممکن بہر حال نہیں اور ممکن ہو یا ناممکن مسلمان کا کام تو تواصی بالحق کے نظام کے مطابق معروف و منکر کے امر و نہی کی اپنی والی انفرادی و اجتماعی ممکنہ جدوجہد تو کرتے ہی رہنا ہے بازپرس کامیابی و ناکامی کی نہیں امکانی سعی و تدبیر کی ہوگی اور گو فرنگی طرز کے نام نہاد آئینی احتجاجات بھی طرح طرح کے جانی و مالی ایمانی و اخلاقی فسادات کا نام اور اسلامی مزاج کے ناموافق ہی ہیں تاہم جب بہت سے دنیوی سیاسی و معاشی معاملات میں ان آئینی احتجاجات کے رائج الوقت ذرائع سے کام لے کر حکومتی اور غیر حکومتی ادارات سے اپنے واجبی ہی نہیں بارہا ناواجبی مطالبات تک منوائے جاتے ہیں تو اُن کے بجائے ان ہی جائز و قانونی تدبیروں سے پُر مفاسد تعلیم جدید کے دینی و اخلاقی منکرات و مفاسد کی اصلاح و انسداد میں ہی کیوں کام نہیں لیا جا سکتا خصوصاً مسلمان حکومتوں میں عوام کو ساتھ لیکر جائز و مناسب احتجاجی تحریکات کے ذریعہ حکومتوں اور یونیورسٹیوں کے ارباب بست و کشاد کو

Marfat.com

کیوں نہیں مجبور کیا جا سکتا کہ وہ اس تعلیم کو علماً و عملاً اسلامی تعلیمات کے موافق بنائیں اور چلائیں، یا کم از کم ایمان و عمل صالح کی زندگی پر اس کے ناموافق اثرات ہی کی روک تھام کا پورا پورا بندوبست کریں؟ اس کا انتظار کیوں کیا جائے کہ جب تک پوری حکومت ہی کا ڈھانچہ بدل کر نیچے سے اوپر تک اسلامی نہ ہو جائے، اس وقت تک اس سب سے بڑے منکر نام نہاد تعلیم کے ایمانی و عملی منکرات کو آزادی سے پھلنے پھولنے دیا جائے، دراں حالیکہ ایسی تعلیم کے فرزند مسلمان حکومتوں تک پر مسلط ہو کر مصر و پاکستان اور انڈونیشیا ہر جگہ ان کو اسلامی بنانے میں سب سے زیادہ سنگ راہ بلکہ اسلام کے دشمنوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن کر اسلام دشمنی میں ان سے آگے نکل جاتے ہیں۔ مصر میں جو اخوان کے ساتھ اور پاکستان میں مخالفِ قادیانیت تحریک کے ساتھ جو کچھ اس تعلیم جدید کے نام نہاد فرزندانِ اسلام کے ہاتھوں ہوا کیا کوئی غیر مسلم دین دشمن حکومت بھی اس سے آگے جا سکتی تھی! پھر قادیانیت کے فتنۂ ارتداد کو روکنے کے لئے توراست اقدام (ڈائرکٹ ایکشن) کے فاروست حربہ تک سے کام لینے کا جواز سمجھ میں آ گیا لیکن جن کالجوں اور یونیورسٹیوں کی راہ سے کم و بیش پوری کی پوری مسلمان نسلیں عملاً اسلام سے پھرتی اور حریفوں کے کیمپ میں شریک ہوتی چلی جارہی ہیں، ان کو درست کرنے یا ان سے بچانے کی کسی اجتماعی و احتجاجی تحریک کا کیا ذکر، شاذ ہی کسی دیندار سے دیندار مسلمان کو انفرادی طور پر بھی خود اپنی اولاد تک کو ان دین لیوا اور آخرت کش جدید تعلیم گاہوں میں جھونک دینے میں کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ جھجک

Marfat.com

بھی محسوس ہوئی ہو۔ عوام کیا اچھے سے اچھے علما و مشائخ نے اب یہاں تک ترقی کر لی ہے کہ لڑکیوں تک کو بی اے۔ ایم اے کرنا ضروری جانتے ہیں خواہ وہ کالج سے نکلتے نکلتے کمونسٹ ہی ہو کر کیوں نہ کسی خاندانِ "علم و عمل" کا نام روشن کریں اور یہ ضرورت ہی کیا؟ وہ بھی سُن لیں کہ صاحبزادی کو بی اے ایم اے بنائے بغیر بی اے ایم اے داماد نہیں ملتا!

جدید تعلیم کا دھارا سیاسی و قومی اسلام کی طرف

وہ تو خدا بھلا کرے حکومت و سیاست کے ذوق و شوق ہی کا کہ اس کی بدولت پھر بھی دین اسلام کی طرف نہ سہی دنیوی یا سیاسی و قومی اسلام کی طرف اس جدید تعلیم کا دھارا کچھ نہ کچھ مڑ گیا ہے آخرت کی فکر نہ ہو، روزہ نماز کی پرواہ نہ ہو، بلکہ ایمان تک کی خیر نہ ہو لیکن قومی مسلمان بنے رہنے پر اصرار پیدا ہو گیا ہے اس سے ان کو دینی مسلمان بنانے کا بھی بحمد اللہ ایک راستہ نکل آیا ہے جس سے بہت کچھ کام لیا جا سکتا ہے۔ جماعتِ اسلامی تو خیر براہِ راست ہی سیاسی جذبہ کو اپیل کرتی ہے، جماعت الیاسی جیسی خالص تبلیغی جماعت کو بھی جہاں تک جدید طبقات میں کامیابی کا تعلق ہے بڑی حد تک دھارے کا یہی موڑ کام دے رہا ہے لوہا گرم ہے، ایسی جماعتوں کی بڑی دینی خدمت و سعادت ہے کہ اس کو توڑ موڑ کر رُخ دین کی طرف پھیر رہی ہیں۔

قدیم مدرسی نصاب میں مناسب جدید تبدیلی کے ساتھ مثالی درسگاہ کے قیام کی ضرورت

ایک بڑی تعمیری تدبیر خود ہمارے پرانے دینی بڑے دار العلوموں اور ان کے علما کے ہاتھ میں ہے۔ ان مدرسوں میں ابتدا سے انتہا تک دس بارہ سال تک کا نصاب ہوتا ہے جس میں مناسب

Marfat.com

اصلاح ورد و بدل سے بہت آسانی کے ساتھ انگریزی زبان اور بعض جدید علوم مثلاً سیاسیات و معاشیات اور فلسفہ خصوصاً سائنس کو شریک کرلینا چاہیے۔ آخر جو قوم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بنا سکتی ہے اور سیکڑوں ہائی اسکول و کالج چلا سکتی ہے وہ دو ایک دینی مدرسے ایسے نہیں بنا سکتی جن میں سائنس کے تجربہ قانون وغیرہ کے لوازم کے ساتھ کم از کم اتنا ہی انتظام ہو جتنا بی اس سی، ام اس سی تک کے معمولی کالجوں میں ہوتا ہے، البتہ شرط یہ ہے کہ ان جدید علوم و فنون کی حیثیت ضمنی و ثانوی رہے اور غلبہ ہر طرح علومِ دینیہ کا ہو۔ اس سے بھی بڑھ کر مقدم و ضروری شرط یہ ہے کہ تربیت کا انتظام و اہتمام تمام تر دینی اور بالکلیہ اہلِ دین یا صالح و متقی علماء کے ہاتھوں میں ہو اور ارکان و اساتذہ سے لیکر شاگرد پیشہ تک اس کا شدت سے التزام رہے کہ ان تعلیم گاہوں سے کوئی تعلیمی و انتظامی تعلق رکھنے والا ایمان و عمل صالح کی ظاہری و باطنی اقل قلیل مطلوب معیار سے گرا ہوا ہرگز ہرگز نہ ہو۔ ورنہ خالی جدید علوم و فنون کا پیوند لگا دینے سے قوی اندیشہ ان ہی اثرات کے غالب آجانے کا ہے جس کا سب سے بڑھ کر تجربہ عثمانیہ یونیورسٹی خصوصاً اس کے شعبۂ دینیات میں کیا جا چکا۔ اسی کو دُھرانے سے بہتر تو پرانے دینی دار العلوموں کو اپنے پُرانے حال میں پڑا رہنے دینا ہوگا۔

لیکن اگر دینی تعلیم و تربیت اور ایمان و عمل کا کچھ کی پوری نگرانی و حفاظت کے ساتھ جدید علوم و فنون کی بھی واقفیت و مہارت کو پیدا کر دیا جا سکا، تو ایسی دینی درسگاہوں کو کوئی حکومت سرکاری طور پر تسلیم نہ بھی کرے تب بھی انشاء اللہ ان کے

Marfat.com

تعلیم یافتہ اپنی دینی تربیت واخلاقی سیرت کے ساتھ ان جدید علوم میں بھی جدید کالجیوں سے اتنے ممتاز ہوں گے کہ علم وفن یا سائنس وآرٹ کے جس میدان میں بھی وہ اپنے نمایاں جوہر لے کر سامنے آئیں گے، سرکاری اور غیر سرکاری سب ہی ادارات کو جھک مار کر ان کا لوہا ماننا اور سیرت وکردار سے معرا ام ونہاد تعلیم یافتوں کے مقابلہ میں ترجیح دینا پڑے گا جن کے چھوٹوں بڑوں کم وبیش سب ہی کی مفاد پرستیوں، خود غرضیوں، رشوت ستانیوں، اقربا پروریوں اور طرح طرح کی بدعنوانیوں نے ہر حکومت کے ہر چھوٹے بڑے محکمہ کو گندہ اور سارے عوام کو آشفتہ وپراگندہ کر رکھا ہے۔ صحیح دینی تربیت وتعلیم کا خاصہ ہی یہ ہے کہ وہ دل ودماغ اعمال واخلاق سب کو سنوار دیتی ہے۔

ساتھ ہی عمومی امر ونہی کی اہمیت

یہ تو عہدِ جدید کے ایمانی وعملی منکرات کی منکر ترین جڑ تعلیم جدید کے متعلق کچھ معروضات تھے اب اس جڑ کے تناور درخت کی صورت وقوت حاصل کر لینے کے بعد گھر باہر، عورتوں مردوں میں، دفتروں بازاروں میں، کھیل تماشوں میں، فلموں سڑکوں میں، قمار خانوں گھوڑ دوڑوں میں، کلبوں تفریحوں میں، حد یہ کہ اخباروں رسالوں اور کتابوں تک کی راہوں سے فحشا ومنکر کے جو گوناگوں برگ وبار پھیل گئے اور روز بروز پھیلتے ہی جا رہے ہیں، ان کو براہِ راست فوری طور پر روکنے اور پسپا کرنے کی کوئی کارگر صورت بجز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مذکورۂ صدر اسلامی وقرآنی نظام واہتمام کے نہیں رہ گئی ہے جس چھوٹے بڑے ملک ومعاشرہ میں اس نظم ونظام کے تحت منکرات پر انکار کا حق ادا کیا جائے گا ناممکن ہے کہ اس میں اس

Marfat.com

شجرِ خبیث کے برگ و بار سرسبز و شاداب رہ سکیں اور بالآخر آبیاری سے محروم رہ کر اس کی جڑیں بھی خشک نہ ہو جائیں۔

غیر تعلیم یافتہ نسلی مسلمانوں میں دعوتِ خیر کی ضرورت

رہے عام پرانے غیر تعلیم یافتہ نسلی مسلمان ان کا معاملہ تو تعلیم یافتہ قومی مسلمانوں سے بالکل الگ ہے وہ اس معنی میں تو یقیناً "نسلی" ہیں کہ باپ دادا نے جس دین کو قبول کیا تھا اسی کو وہ بھی تقلیدی و اجمالی طور پر مانتے چلے جاتے ہیں۔ تاہم ان کا یہ ماننا نہ کسی قومی سیاسی و معاشی مفاد و منفعت کی بنا پر ہے نہ حکومت کے عہدوں منصبوں ممبریوں اور وزارتوں وغیرہ میں کوئی حصہ لگانے کے لئے، نہ اور کسی طرح کے خود اپنے یا اپنے خاندان والوں کے لئے جاہی و مالی فائدوں کی خاطر۔ البتہ ان میں اجمالی ایمان کے ساتھ نسلاً نسل سے تفصیلی ایمان و عمل صالح کی خرابیاں اور کوتاہیاں، بدعات و خرافات ضرور جاگزیں چلی آرہی ہیں۔ لیکن سچ پوچھئے تو اس کا بھی سب سے بڑا بلکہ واحد سبب معروف و منکر کے اسلامی نظام کی ذمہ دار اولین جماعت ولتکن منکم امت کی اپنی ذمہ داریوں سے مسلسل غفلت و کوتاہی ہے۔ ایسی جماعت کا فریضہ ایک طرف دعوتِ خیر (یدعون الی الخیر) یعنی خیر یا معروف کے تمام ایمانی و عملی شعبوں کے تفصیلی احکام کی دعوت و تبلیغ یا ان سے ان عوام کو واقف رکھنا تھا اور دوسری طرف یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر کے تحت ان احکام پر عمل کا حکم دیتے اور ان میں کوتاہیوں سے روکتے رہنا تھا۔ ہے تو چھوٹا منہ بڑی بات۔ لیکن بات بہرحال وہی ہے کہ دینی تعلیم کے مدرسوں پر مدرسے تو قائم ہونے اور ان سے

Marfat.com

دینی علوم واحکام کے علما ہزار ہا ہزار کی تعداد میں نکلتے رہے لیکن عوام و جہلا میں پھیل کر ان علوم و احکام کو پہنچانے اور ان پر عمل کی نگرانی کا کوئی داعیہ جب ان میں مدرسوں کے اندر پیدا ہی نہیں کیا گیا تو مدرسوں سے باہر آکر وہ اس کو اپنا فرض کیسے جانتے اور بناتے۔

سارے مسلمان مرد و عورت مدرسوں میں داخل ہو کر عالم نہیں بنائے جا سکتے تھے اور جو بنے یا بنائے گئے تھے انھوں نے غیر عالموں یعنی عوام و جہلا تک اپنے علم یا احکامِ دین کو پہنچایا نہیں۔ نتیجہ اس کا جو ہونا تھا وہی ہوا کہ نسلہا نسل سے جہل و جہالت کی تہیں پر تہیں جمتی چلی گئیں اور اب وہ نسلی مسلمانوں کا سوادِ اعظم ہر جگہ نام و نسل ہی کا مسلمان ہو کر رہ گیا ہے، مرض مزمن ہو کر رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا ہے علاج بہت دشوار ہو گیا ہے پھر بھی لاعلاج نہیں۔ مگر علاج ہے وہی ایک ہی کہ منکم امۃ والے علمائے دین جن دینی درسگاہوں میں تیار ہوتے ہیں وہاں کتابیں پڑھتے پڑھاتے اور ان کا امتحان دینے لینے سے زیادہ بہت زیادہ یَدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ جو اس تعلیم و تعلم کا اصل مقصد و مدعا ہے اس کی لگن پیدا کرتے کراتے رہنا ہے، تاکہ اس کتابی و امتحانی سلسلہ سے فارغ ہو کر جس کی حیثیت محض وسیلہ کی ہے مقصد کی نہیں دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اپنے اصلی مقصد و منصبی فرض میں لگ لگا سکیں۔

اصلاح کی فوری تدبیر دینی مدرسوں میں یہ بنیادی اصلاح تو ہر صورت میں اہم واقدم ہے ہی۔ پھر بھی یہ "تریاق از عراق" کا معاملہ ہے۔ فوری تدبیر یہ ہے کہ اس وقت بھی

Marfat.com

ماشاء اللہ ہر ملک خصوصاً ہندوستان و پاکستان میں جو ہزاروں کی تعداد میں چھوٹے بڑے علما اور ذی علم مشائخ موجود ہیں ان میں تھوڑے بہت اہل اخلاص کی سمجھ میں بھی اگر اپنے عالمِ دین ہونے کا یہ فرض منصبی اور مقصد و مقام آجائے تو خود اپنی اپنی جگہ یا جو جمع ہو سکیں ایک جگہ جمع ہو کر موجودہ حالات کے مناسب اپنے محدود دائرہ ہی کی حد تک سہی (جو بہتوں کا خاصا وسیع ہے) ایسا عملی نظام اختیار کرلیں جس میں اسی دائرہ کے محلہ محلہ قریہ قریہ اور گھر گھر تک ایمان و عمل کے تفصیلی احکام پہنچانے (دعوت الی الخیر) اور ان پر عمل کی نگرانی (امر بالمعروف و نہی عن المنکر) کا اہتمام و انتظام ہو تو انشاء اللہ کام چل پڑے گا اور دوسروں کے لئے راستہ کھل جائے گا۔

راقم نالائق و ناکارہ کو تو یقین واثق ہے کہ کسی معتد بہ آبادی میں ایمان و عمل صالح کی اسلامی زندگی کو صد فی صد نہیں کسی معتد بہ درجہ ہی تک ——— مگر خالی نماز روزہ ہی میں نہیں ——— ظاہر و باطن اخلاق و معاملات اور معاشرت سب میں اتنے نمایاں طور پر برپا و مشاہدہ کرادیا جائے کہ لوگوں کو وہاں کے مسلمانوں کے ہر طبقہ میں ——— امیروں میں غریبوں میں، دوکانداروں میں دست کاروں میں، کاشتکاروں میں زمینداروں میں، مزدوروں میں کارخانہ داروں میں، نوکروں میں آقاؤں میں، شوہروں میں بیویوں میں، اولاد میں والدین میں، شاگردوں میں استادوں میں، گھر باہر ہر جگہ ——— اسلامی زندگی چلتی پھرتی جیتی جاگتی نظر آئے تو پھر خدا نے چاہا یہی آبادی خواہ وہ قصبہ ہی کی ہو مدینۃ النبی (فداہ ابی و امی) کا نمونہ و پرتو بن کر اپنے اثرات کو آہستہ آہستہ

Marfat.com

سہی مگر مضبوط قدموں کے ساتھ بڑھا سکتی ہے بلکہ انشاء اللہ یہی مدنی دلرغ بیل صحیح اسلامی حکومت کے قیام وکشش کی بنیاد بن جاسکتی ہے۔

اسلام کی تعلیم پر عمل میں بالخاصہ مقناطیس کی کشش وجاذبیت ہے۔ شرط بس عمل ہی ہے۔ مقناطیس کی جاذبیت بھی جب تک مقناطیس روبرو نہ ہو، خالی جاذبیت پر تقریر وتحریر کی سرگرمیاں یا رسائل وتصانیف کے انباروں سے جاذبیت ہرگز نہیں پیدا ہوسکتی۔ اسلامی ایمان وعمل صالح کی ایسی جامع زندگی والی آبادی ومعاشرہ کسی غیر اسلامی ملک میں محکوم رہ کر بھی، مثلاً آج ہندوستان ہی میں آنکھوں کے سامنے آجائے تو اس کے افراد کو حاکموں سے اپنے حصہ کی انشاء اللہ نوکریوں کی بھیک ہرگز نہ مانگنا پڑیگی نہ الصادق الامین (علیہ التحیۃ والتسلیم) کے اسوہ کی قدیم عملی شہادت صاحب صدق جدید کو ہر دوسرے تیسرے مہینے اکائیوں ودہائیوں بلکہ کبھی کبھی سیکڑوں کے مقابلے میں سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا مقام صفر پر صفر چھاپنا پڑے گا۔ ایسے معاشرہ یا سوسائٹی کے افراد کو حکومت وحاکم نوکریاں دینے کے لئے خود ہی ڈھونڈھیں گے اور اگر کسی چھوٹے بڑے خطہ میں ایسے معاشرہ کی حکومت ——— کہ یہی واقعی اسلامی حکومت ہوگی ——— قائم ہوجائے تو اس کو دیکھنے والے دوسرے ملکوں کے عوام یا شہری خود ہی نام کی جمہوریت واشتراکیت سب کا نام لینا چھوڑ دیں گے اور اسلام کے دامن ہی میں نجات کو یقین کرنے پر مضطر ہوں گے۔ یہ کوئی مفروضہ نہیں مسلمان جب مسلمان تھے تو ان کی تاریخ حکمرانی کے یہ واقعات وتجربات ہیں کہ غیر بھی

Marfat.com

اپنوں کے مقابلہ میں ان کی حکومت ہی کو ترجیح دیتے تھے اور محکومانہ اقلیت میں ہو کر بھی وہ حاکمانہ اکثریت والوں کی آنکھ کا تارہ بن کر رہتے تھے۔ جس کی بعض شہادتیں خود اسی ہندوستان میں مولانا گیلانی سلمہ کی کتاب ہزار سال پہلے سے اوپر کہیں درج ہو چکی ہیں۔

بات میں بات نکلتی چلی آرہی ہے۔ کہنا ہر پھر کر ایک ہی بات ہے کہ دین ہی نہیں مسلمانوں کی دنیا کے بھی تمام انفرادی و اجتماعی سیاسی و معاشی مسائل و مشکلات کا حل و علاج ہے ایک ہی ــــ ایمان و عمل صالح کی اسلامی تعلیمات و مطالبات کے مطابق **مسلمان بننا بنانا** اور زندگی کے ہر چھوٹے بڑے شعبہ میں بننا بنانا۔ تدبیر بھی اس کی وہی ایک اور صرف ایک ہی ہے تواصی بالحق یا معروف و منکر کے امر و نہی کے نظم و نظام کا از سر نو احیا و اجرا جو کم و بیش ہر معاشرہ اور ہر طبقہ کے مسلمانوں میں ہر جگہ ہی بالکلیہ نسیاً منسیاً اور معدوم و معطل ہو چکا ہے۔

کچھ مزید و مکرّر

اس از سر نو احیا و اجرا کی اہمیت کے مدنظر پھر کچھ مزید و مکرر خاص طور پر عملی نقطۂ نظر سے عرض کیا جاتا ہے۔

انبیائی کام کی ذمہ داری اب علمائے امت پر ہے

جس طرح دعوتِ خیر اور معروف و منکر کے امر و نہی کی ابتدا حضرات انبیا اور آخر میں حضرت خاتم الانبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت و ظہور سے ہوئی۔ اسی طرح اس کا بقا و قیام احیا و تجدید ہر لحاظ سے "وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ"

Marfat.com

کے امر کے مطابق ابتدائی و اولین ذمہ داری تمام تر بنی اسرائیل کے انبیا ہی کا سا درجہ و مقام رکھنے والے امت محمدیہ (علیہ السلام والتحیہ) کے حضرات علما کی ہے اور کتاب و سنت ہی کے مطابق عقلاً و نقلاً ہر اعتبار سے اس کا عملی پروگرام یہ ہے کہ

جو علما گزر اوقات کے بقدر فارغ البال ہیں یا ہو سکتے ہیں یا توکل کی ہمت و زندگی رکھتے ہیں ان کا تو دن رات کا کام بالکلیہ ایک طرف دعوتِ خیر یعنی ترغیب و ترہیب کے ساتھ گھر باہر اپنوں پرایوں کو جہاں تک جتنی زیادہ سے زیادہ پہنچ ہو سکے پہنچانا ہے اور دوسری طرف ان احکام پر عمل کی نگرانی جس کا نام معروف و منکر کا امر و نہی ہے۔[1]

دعوتِ خیر کا خصوصی دائرہ

دعوتِ خیر کے یہ احکام خصوصیت کے ساتھ وہ ہوں گے جن کا روزمرہ کی زندگی میں کم و بیش ہر مسلمان سے اسلام کا مطالبہ ہے اور ان میں عقائد و عبادات، معاملات و اخلاق اور معاشرت کے احکام پر زیادہ زور ہو کہ ان سے عام طور پر زیادہ جہل و غفلت ہے۔ اور ان کے بغیر عقائد و عبادات بھی کمزور و بےجان ہی رہتے ہیں۔ نیز مسلمانوں غیر مسلمانوں سب کے دل میں دین اسلام کی برتری و فضیلت، اس کی طرف کشش و رغبت کے لئے خالی دعوتی و اصلاحی تقریر و تحریر بجائے خود کافی ہرگز نہیں، البتہ معاملات اور معاشرت کی اسلامی تعلیمات پر عمل کے ایسے ٹھوس تجربات

---

[1] ایک غلطی خدا جانے بعض اکابر حضرات اور سلف تک کو یہ کیسے لگی کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر صرف حکومت یا حاکمانہ اقتدار رکھنے والوں کا کام ہے حالانکہ اس تخصیص کی دلیل ہی سے کتاب و سنت دونوں خالی نہیں بلکہ تعمیم کے دلائل سے پُر ہیں البتہ ہر حکم کی طرح کچھ قیود و شرائط اس کے بھی ہیں۔

Marfat.com

جو لوگوں کو دنیا والوں کی عام انفرادی و اجتماعی قومی و وطنی خود غرضیوں اور مفاد پرستیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی علانیہ خدا پرستی و آخرت پسندی پر گواہی دینے والے ہوں وہ زبانی و کاغذی دعووں اور دعوت کے بغیر بھی دشمنوں سے اسلام اور مسلمانوں کا اخلاقی لوہا منوا سکتے ہیں۔

معروف و منکر کے امر و نہی کا چرچا بھی ہو اور معروف کی قدر اور منکر کی تحقیر بھی پیدا کی جائے

دینی تعلیمات کی یہ عملی زندگی کسی معاشرہ یا امت و جماعت میں جماعتی حیثیت سے تب ہی رونما ہو سکتی ہے جبکہ ایک طرف اس میں معروف و منکر کے امر و نہی کا چرچا ہو اور دوسری طرف معروف کی پسندیدگی اس کی عزت و عظمت و برتری اور منکر سے بیزاری و ناراضی اس کی کمتری و حقارت کو برابر محسوس کیا جاتا ہو۔ صحاح کی مشہور حدیث بلکہ خود قرآن ہی کی تفسیری روایت ہے کہ

> "بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فساد یہی پیدا ہوا کہ ایک دوسرے سے ملتا اور دیکھتا کہ وہ کسی برائی یا منکر میں مبتلا ہے تو کہتا کہ خدا سے ڈرو اور یہ حرکت چھوڑ دو، یہ جائز نہیں۔ پھر دوسرے دن ملتا اور بدستور اس برائی میں مبتلا پاتا، تو بھی اس کے ساتھ کھانے پینے سے باز رہتا، نہ اٹھنے بیٹھنے سے، نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سب ہی کے دل ایک طرح کے کر ڈالے۔"

یعنی جو پہلے دوسروں کو منع کرتے تھے خود ہی اس برائی میں مبتلا ہونے لگے بالکل نفسیاتی بات ہے کہ جیسے لوگوں سے ہم خلا ملا میل ملاپ رکھیں گے خود بھی آہستہ آہستہ غیر شعوری طور پر ان ہی کے رنگ میں رنگتے جائیں گے۔ بہرحال ارشادِ بالا کے ساتھ ہی حضورؐ نے قرآن مجید کی

Marfat.com

یہ آیات تلاوت فرمائیں کہ

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ ..... فٰسِقُوْنَ ۝ (۵: ۷۸ تا ۸۱)۔

"بنی اسرائیل میں کفر کرنے والے داؤد و عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) کی زبان سے اس بنا پر لعنت زدہ ٹھہرائے گئے کہ وہ گناہ کرتے (شریعت کے حدود سے) تجاوز کرتے (پھر بھی) ایک دوسرے کو بُرے کاموں سے منع نہ کرتے۔ یقیناً ان کا یہ (خاموشی و رواداری) کا طرز عمل بہت ہی برا تھا (بلکہ) بہتوں کو تم ان میں سے دیکھو گے کہ کفر (یا نافرمانی) کی باتیں کرنے والوں سے دوستی کا معاملہ رکھتے ہیں۔ سو یہ اور بھی بہت ہی بُرا ہے جو انھوں نے اپنی عاقبت و انجام کے حق میں کر رکھا ہے"۔

بنی اسرائیل کے اس طرز عمل کی بدولت ملعون و مردود ٹھہرائے جانے پر خود قرآن مجید سے استشہاد فرما کر اصل مدعا حضورؐ کا ظاہر ہے کہ خود اپنی امت کو اس انجام سے ڈرانا اور متنبہ فرمانا تھا۔ چنانچہ آگے ہی ارشاد ہوا اور کس قوت و شدت کے ساتھ کہ

"خوب آگاہ رہو! خدا کی قسم تم معروف کا حکم اور منکر سے منع ضرور کرتے رہنا اور ظالم کا ہاتھ (جہاں تک ہو سکے ظلم سے) روک لینا اور اس کو حق کی طرف پھیر دینا اور اس کو حق ہی پر اچھی طرح جمائے رکھنا ورنہ یاد رکھو کہ (بنی اسرائیل ہی کی طرح) تم سب کے دل

Marfat.com

بھی ضرور اللہ تعالیٰ (نافرمانی پر دلیری میں) ایک ہی طرح کے کر ڈالے گا اور ضرور تم کو بھی
اسی طرح لعنت زدہ کر دے گا جس طرح ان کو کر دیا۔"

ترمذی شریف کی اسی روایت میں خصوصیت کے ساتھ علمائے بنی اسرائیل کے متعلق ہے کہ "وہ بنی اسرائیل کو گناہوں سے روکتے پھر اگر وہ نہ رُکتے تو یہ اُن کے ساتھ میل جول سے احتیاط نہ کرتے بلکہ ان کے ساتھ بیٹھتے اُٹھتے، کھاتے پیتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خدا نے سب ہی کے دل ایک طرح کے کر ڈالے (یعنی سب ہی گناہوں پر دلیر ہو گئے) اور آخر اسی عصیان اور سرکشی کی وجہ سے ان کے انبیا داؤد و عیسیٰ (علیہم السلام) ہی کی زبان سے ان کو لعنت زدہ فرما چھوڑا۔ آگے اسی روایت میں ترمذی ہی میں یہ بھی ہے کہ آپ تکیہ لگائے تشریف فرما تھے اس سے اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے (کہ تمہارے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا یہی معاملہ ہو کر رہے گا) حتیٰ کہ تم ظالموں اور نافرمانوں کو حق کی طرف پھیرتے اور اس پر جماتے رہو۔ ظاہر ہے کہ علما پر اور بھی خصوصیت سے نہ صرف معروف و منکر کے امر و نہی کا فرض عائد ہوتا بلکہ علانیہ منکرات و معاصی والوں کے ساتھ نشست و برخاست میل جول کے تعلقات سے بھی احتیاط زیادہ ضروری ہے کہ اس مداہنت و مسامحت سے نہ صرف ان منکرات والوں کی منکرات پر جرأت بڑھتی ہے بلکہ عوام اپنے مقتداؤں کی ان بے احتیاطیوں کو دیکھ کر فاسقوں و فاجروں کے ساتھ خلا ملا میل ملاپ بلکہ اُن کے معاصی و منکرات میں ہر طرح شرکت و اعانت (تعاون علی الاثم والعدوان) تک جا پہنچتے ہیں۔

Marfat.com

انسان کی انسانی فطرت وبشریت کی یہ کوئی بڑی باریک بات نہیں کہ وہ صحبت خصوصاً نفس پرستی اور ہوا وہوس کی صحبت وقرب سے زیادہ اور جلد اثر پذیر ہوتا ہے۔ بارہا اچھے خاصے نیک سرشت لوگوں کے دلوں میں بھی اس راہ سے بڑی بڑی برائیاں دبے پاؤں اس طرح راہ پا جاتی ہیں کہ غریبوں کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ زہر پیتے چلے جا رہے ہیں۔ دوسرے یہ بھی انسان کی جانی پہچانی معمولی نفسیات ہی ہے کہ سوسائٹی یا سماج یا ہم جنسوں اور ہم چشموں میں جن باتوں کو ذلت وحقارت یا بری نگاہ سے دیکھا جائے آدمی ان کے ارتکاب میں بہت ہچکچاتا ہے۔ پولیس وعدالت خدا وآخرت سے بھی ہر کس و ناکس اتنا نہیں ڈرتا جتنا معاشرہ یا بھائی بندوں میں بدنامی یا ذلت سے۔ تو پھر دین اسلام جس کی تعلیمات قدم قدم پر انسانی فطرت ونفسیات کی دقیق دقیق رعایتوں پر مبنی ہیں، وہ خیر وشر صلاح وفساد یا معروف ومنکر کے معاملہ میں ان سماجی عوامل وموثرات سے چشم پوشی کیسے گوارا کر سکتا اور افراد کو اس کی کھلی چھوٹ دے سکتا ہے کہ جس کا جو جی چاہے من مانی کرتا رہے اور علانیہ فسق وفجور، فواحش ومنکرات تک پر دوسروں کی طرف سے نہ کوئی روک ٹوک ہو، نہ دوستی ورشتہ داری کے تعلقات اور سماجی عزت وذلت نیک نامی وبدنامی میں کوئی فرق آئے۔ قانون وعدالت کی گرفت میں اندھیرے اُجالے ہر وقت ہر جگہ ہر شخص آسانی سے نہیں آسکتا نہ خدا وآخرت ہی کا خیال وخوف عوام الناس میں اس درجہ کا پیدا کرنا آسان ہے کہ وہ ہر برائی کا ہر موقع پر ہاتھ پکڑ لے۔ یہ تو جن میں ہم ہر وقت رہتے سہتے، اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہیں اور جن کی نظروں میں عزت وذلت، نیک نامی و

Marfat.com

بدنامی کا احساس قدم قدم پر کرنا پڑتا ہے، انھیں کے اندر نیکی و بدی، معروف و منکر کے احساس کو اتنا بیدار و جاندار رکھنا چاہئے کہ مجموعی حیثیت سے سوسائٹی علانیہ فواحش و منکرات کو برداشت ہی نہ کر سکے اور حال وقال زبان و عمل ہر طرح ہر طرف سے ان پر بیزاری و ناراضی کا ردعمل ان کے ارتکاب کرنے والوں کو محسوس کرنا پڑے۔ ورنہ جس معاشرہ میں معروف و منکر دونوں کو بے حسی نے کم و بیش ایک سطح پر رکھ دیا ہو کہ نہ معروف پر تحسین و احترام کے جذبات کا کوئی خاص ردِعمل نمایاں ہوتا ہو اور نہ منکر پر ناراضی و ناپسندیدگی کا، تو یہی نہیں کہ ایسے ملک و معاشرہ میں روز بروز معروف کمزور ہوتا اور منکر زور پکڑتا جائے گا، بلکہ عملاً لوگ معروف کا معروف اور منکر کا منکر ہونا ہی بھول جائیں گے اور بالآخر معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھا جانے لگے گا۔ جب معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھا جانے لگے تو ہوتے ہوتے (اعاذنا اللہ) اس کے سوا ہو ہی کیا سکتا ہے کہ معروف سے روکا جائے اور منکر کا حکم دیا جانے لگے! کیا اس روزِ بد کے قریب ہم نہیں آگئے ہیں؟ بلکہ کیا آج بھی بہت سے منکر معروف اور معروف منکر نہیں بن چکے ہیں؟ اور کتنے کھلے کھلے شرکیات و بدعات و فواحش و منکرات ہیں، جن کی بے دھڑک عین دینداری یا تہذیب و ثقافت آرٹ اور کلچر کے خوشنما ناموں سے تعلیم و دعوت دی جانے لگی ہے!

قرآن نے جن اعمال و حرکات کی بدولت سب سے زیادہ گھاٹے ٹوٹے زیان و خسران میں پڑنے کی خبر دی ہے (ھَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا) وہ ایسے ہی لوگوں کی تو ہے جو دنیا پرستی کی ساری برائیوں میں لت پت ہو کر بھی (اَلَّذِيْنَ ضَلَّ

Marfat.com

سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا) اپنی اوندھی عقلوں اور خوش فہمیوں سے سمجھے یہی جا رہے ہیں کہ بڑے کارنمایاں انجام دے رہے ہیں (یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا) کیا دجل ودجالیت کا یہی انتہائی دور دورہ اب دن دوپہر آنکھوں کے سامنے نہیں ہے !

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے سلسلہ میں حدیث کی جو پیشینگوئی نقل فرمائی ہے اور جس کی تفصیل اوپر کہیں گذر چکی، اس میں معروف ومنکر کے امر ونہی کے ترک کا آخری وانتہائی انجام یہی تو فرمایا گیا ہے کہ "تم معروف کو منکر اور منکر کو معروف جاننے لگو گے" جس کا ناگزیر نتیجہ جو ہونا چاہئے وہی ہو کر رہے گا کہ بالآخرہ منکر کا حکم دینے اور معروف سے منع کرنے لگو گے"۔

غرض جو حضرات علما معروف ومنکر کے امر ونہی کی اہمیت اور اس کے ترک و غفلت کے ان نتائج بد کو محسوس فرمائیں ان کا اولین فرض خود اپنی اپنی جگہ اپنی اپنی حد تک بلا کسی جماعت سازی کے احکام دین کو پہنچانا اور امر ونہی کی ترغیبی وترہیبی راہوں سے ان پر عمل کی نگرانی کرنا ہے۔

"تغیر منکر" والی سنت کی تلقین وتاکید

نیز دین کے دوسرے اوامر ونواہی یا احکام کے ساتھ ساتھ معروف و منکر کے امر ونہی کی اہمیت کو "تغیر منکر" والی تعلیم وسنت کے مطابق لوگوں کے ذہن نشین کرنا تاکہ وہ اس کے حدود وآداب کے مطابق اپنے اپنے محل ومقام کے اعتبار سے منکر کی تغیر یا مٹانے اور معروف کے پھیلانے کو بھی نماز روزہ وغیرہ ہی کی طرح اپنی ایک اسلامی ودینی ذمہ داری جانیں۔ لوگ غور نہیں کرتے ورنہ حدیث کی اس

Marfat.com

تعلیم نے تو اس طرح معاصی و منکرات کے مٹانے کو ہر فرد مسلمان کا اپنی اپنی حیثیت و استطاعت کے بقدر زندگی بھر کا ایسا انفرادی فریضہ قرار دیدیا ہے جس سے کوئی فرد کسی حال اور کسی مقام میں اپنے لئے استثنا کی گنجائش نہیں نکال سکتا۔ کون ایسا موقع ہوگا کہ جس میں آدمی منکر کے مٹانے کے لئے ہاتھ یا قوت سے اگر کام نہ لے سکے، تو کم از کم زبان ہی ہلا دے اور اگر اتنی بھی ہمت یا مصلحت نہیں تو دل ہی سے بُرا جان کر، کم از کم اپنے کو اس سے دور رکھ کر اپنی دلی ناراضی و ناپسندیدگی کا اظہار کرکے اپنے ایمان کے ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کو تو بچا لے سکتا ہے۔

اس تعلیم کے معلم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود اپنی سنت سے تینوں صورتوں پر ہاتھ، زبان اور دل تینوں سے منکر کی تغیر یا اس کو مٹانے کی کیسی صاف و واضح رہنمائی و نشان دہی فرمائی ہے۔ ہاتھ یا قوت سے مٹانے کی مثال تو حضرت ابن عباسؓ کی وہ روایت ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھ کر اتنا غضبناک ہوئے کہ خود ہی اس کے ہاتھ سے نکال کر اور چھین کر پھینک دیا اور فرمایا کہ (یہ کیا حرکت ہے) تم میں سے بعض قصداً اپنے ہاتھ میں آگ کی چنگاری رکھ لیتے ہیں! سبحان اللہ حضرات صحابہؓ کی بھی کیا شانِ اطاعت و محبت تھی کہ جب حضورؐ ہٹ گئے تو کسی نے کہا کہ اب اپنی انگوٹھی اٹھا کر رکھ لو پہننے کے بجائے کچھ اور ہی نفع اس سے حاصل کر لینا۔ بیساختہ جواب دیا کہ جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے پھینک دیا ہو میں اس کو خدا کی قسم کبھی ہاتھ نہ لگاؤں گا۔[1]

(سلہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو۔۱۲۔)

Marfat.com

اسی طرح زبان سے روکنے کی مثال تو اس انتہائی درجہ تک کی مل جاتی ہے کہ بظاہر کسی کے پاس سلام کے بغیر چلا آنا زیادہ سے زیادہ ایک معمولی معاشرتی کوتاہی کے سوا کوئی بڑا منکر امر نہیں معلوم ہوتا، پھر بھی اوپر ہی کہیں گذر چکا کہ اس کو بھی کس بلیغ اہتمام سے روکا گیا کہ ایک صحابی بلا اسلام کے حاضر خدمت ہو گئے تو حکم دیا کہ واپس جاؤ اور السلام علیکم

(سلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بالید یا ہاتھ کی قوت کا سب سے موثر و وسیع عام و تام مظہر حکومت یا تلوار کی طاقت ہے، اسلامی حکومت و خلافت کی حقیقت یا اصل غرض و غایت اس قوت و طاقت سے معروف و منکر کے امر و نہی کی خدمت ہی بجالانا ہے —— ان مکنا ھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔

اسی طرح اسلامی جنگ و جہاد نہ بالذات ملک گیری و اقتدار کے لئے ہے نہ تجارتی و استعماری مقاصد و اغراض کے لئے نہ کسی تہذیب و ثقافت یا سیاسی و معاشی دعوت و دعات کو زبردستی دوسروں پر مسلط کرنے کیلئے، نہ اس فرضی نام نہاد آزادی کے لئے کہ کسی دوسرے جغرافیائی ملک و خطہ یا رنگ و نسل والے اپنے ہی جیسے انسانوں کی غلامی سے نکل کر خود اپنے ہی ملک و خطہ والوں کی غلامی میں آجائے جو دراصل نام ہے زمین پر گلی کوچے شر و فساد پھیلانے کا۔ اسی آزادی کا مظاہرہ آج کل کانگو لاؤس اور کیوبا میں کیسی طوائف الملوکی و خونریزی سے ہو رہا ہے۔

اس کے برخلاف اسلام کے جنگ و جہاد کا مدعا بالکلیہ شر و فساد کی طاقتوں کو مغلوب اور خیر و صلاح کی طاقتوں کو غالب کرنا ہے۔ قرآن مجید کی جامع اصطلاح میں اس شر و فساد کی راہ شیطان کی راہ (سبیل الطاغوت) جس کیلئے ہمیشہ سے زیادہ آج کے شیطان دوستوں (اولیاء الشیطان) نے پورے سیارۂ ارض کو میدان جنگ بنا رکھا ہے اور خیر و صلاح کی راہ کی قرآنی تعبیر "سبیل اللہ" ہے، مسلمانوں کو صرف اس راہ کیلئے اور صرف اولیاء الشیطان ہی سے حدود و شرائط کے تابع رہ کر جہاد کی اجازت یا حکم ہے ——
الذین اٰمنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت فقاتلوا اولیاء الشیطان ان کید الشیطان کان ضعیفا۔

Marfat.com

کہہ کر (پہلے اجازت لو کہ) کیا میں آجاؤں ؟۔ ایک اور موقعہ پر کسی صاحب نے اجازت کی درخواست تو کی کہ کیا آجاؤں ؟ مگر "السلام علیکم" نہیں کہا اس پر آپ نے خادم کو حکم دیا کہ جاؤ اور ان کو اجازت لینے کا پورا ادب سکھلا دو کہ پہلے "السلام علیکم" کہیں پھر اجازت مانگیں کہ کیا آجاؤں۔ ان صاحب نے یہ سن لیا اور خادم کی ہدایت کے بغیر ہی پہلے "السلام علیکم" عرض کیا پھر اجازت چاہی کہ کیا آجاؤں ؟

اللہ اکبر جس معاشرہ میں ایسے ایسے چھوٹے چھوٹے آداب معاشرت تک پر ایسی روک ٹوک اور ان کی اتنی کڑی نگرانی کا عملی اہتمام ہو تصور بھی کیا جاسکتا ہے کہ اس میں بڑے سے بڑے فسق و فجور معاصی و منکرات کا علانیہ ارتکاب کرنے والوں کو ایسی کھلی چھوٹ مل سکے، بس دیکھتے رہیں اور زبان تک نہ ہلائیں۔ خصوصاً خطاب خاص سے تو اچھے اچھے علما و صلحا بلکہ ایسے مصلحین و مبلغین تک جنھوں نے اصلاح و تبلیغ کو ماشاء اللہ اپنی پوری پوری زندگیوں کا مشن بنالیا ہے، اپنی خاص مجلس میں بلکہ اپنے خاص زیر نگرانوں کو روک ٹوک گویا ناجائز ہی جانتے ہیں۔ حالانکہ دوسروں کے سامنے روک ٹوک سے دوسروں کو بھی سبق ملتا اور ان کی بھی جہالت و غفلت دور ہوتی ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ طرز اصلاح و تعلیم ہی کا اختیار کیا جائے، اہانت و تذلیل کا ہرگز ہرگز نہ ہو۔ گو اپنے توابع یا زیر نگرانوں مثلاً اہل و عیال شاگردوں مریدوں وغیرہ کے حق میں حسب ضرورت ناراضی و تنبیہ کا طریقہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ بعض مواقع پر ضروری و مؤثر بھی ہوتا ہے کہ اپنی ناپسندیدگی کا مناسب سختی سے اظہار کیا جائے۔

Marfat.com

تیسری صورت یعنی دل سے معاصی و منکرات کی تغیر یا ان سے بیزاری کے اظہار کی بھی ایک مثال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمی سنت سے لیجئے۔ مشکوٰۃ شریف (کتاب الرقاق) کی ایک حدیث میں حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ باہر تشریف لے جا رہے تھے اور ہم لوگ (کچھ صحابہ) ساتھ تھے کہ نظر مبارک ایک قبہ نما بلند مکان پر پڑی تو (بطور نکیر) فرمایا یہ کیا! (یعنی ایسا منکر مکان کس کا ہے) لوگوں نے عرض کیا کہ فلاں انصاری کا ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے تو خاموشی اختیار فرمائی لیکن دل میں (غصہ و ناراضی کے ساتھ اس کو) لئے رہے۔ یہاں تک کہ جب اس مکان کے مالک انصاری کسی وقت حاضر خدمت ہوئے اور لوگوں کے مجمع میں سلام عرض کیا، تو آپ نے ان سے منہ پھیر لیا اور ایسا ایک مرتبہ نہیں بار بار فرمایا کہ جب وہ سلام کرتے آپ منہ پھیر لیتے۔ آخر ان انصاری نے دوسرے صحابہؓ سے جو زیادہ حاضر باش تھے شکایت کی کہ کیا بات ہے؟ میں حضورؐ کے اس طرزِ عمل میں بخدا اپنے متعلق غصہ اور ناراضی کا اثر محسوس کر رہا ہوں؟ لوگوں نے جو بات تھی بیان کر دی کہ حضورؐ ایک دن باہر تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں تمہارے اس بلند قبہ نما مکان پر نظر پڑی تو اس کو ناپسند فرمایا۔ بس اتنا معلوم ہونا تھا کہ وہ انصاری سیدھے اپنے گھر آئے اور مکان کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا۔ پھر جب ایک دن دوبارہ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا تو دریافت فرمایا کہ وہ قبہ کیا ہوا؟ لوگوں نے عرض کی کہ مالک مکان نے حضورؐ کی ناراضی محسوس کر کے ہم سے شکایت کی کہ کیا بات ہے،

Marfat.com

توجو حقیقت ہم کو معلوم تھی کہہ سنائی، جس کے بعد انھوں نے اس کو مسمار کر ڈالا۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک سے بھی اپنی ناگواری اور غصہ کو ان الفاظ میں ظاہر فرمایا کہ "ہر وہ عمارت جو غیر ضروری ہو اس کے مالک کے حق میں وبال ہے"۔

ترجمہ میں جو قوسینی تشریحات درج کردی گئی ہیں معلوم رہے کہ وہ راقم ہذا کی نہیں بلکہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے مشہور و مسلم فارسی ترجمہ مشکوٰۃ اشعۃ اللمعات کی ہیں ان تشریحات سے قطع نظر نفس روایت کے الفاظ سے بھی اتنا بہرحال واضح ہو جاتا ہے کہ ہاتھ یا زبان سے قدرت نہ رکھنے کی صورت میں دل سے بُرا جاننے (یا تغیر بالقلب) صرف یہ معنی نہیں کہ بس زبان بند کر لینے سے فرض اتر گیا، بلکہ جیسا بار بار اوپر عرض کیا جا چکا جہاں تک ہو سکے دل کی ناراضی و بیزاری کو کم از کم معاشرتی بے تعلقی کے ظاہری طرزِ عمل سے ضرور اس منکر کے مبتلا کو محسوس کرانا چاہیے، خصوصاً جب معلوم ہو کہ اس محسوس کرانے کا اس پر کچھ نہ کچھ اثر بھی پڑے گا۔ ہاں اگر ایک طرف اس پر کوئی اثر پڑنے کی توقع نہ ہو اور دوسری طرف اپنے کو کوئی ایسا ضرر پہنچ جانے کا قوی اندیشہ ہو جو ناقابلِ تحمل ہو تو محض انفعالی طور پر صرف دل سے کسی منکر کو بُرا جان لینا بھی انشاء اللہ ایمان کے ادنیٰ و آخری درجہ کو بچانے کے لئے کافی ہوگا۔

منکر کو ہاتھ اور زبان سے روکنے اور بدرجہ مجبوری یا کسی مصلحت و حکمت سے کم از کم دل سے بُرا جاننے اور مناسب طرزِ عمل سے اس پر اظہار بیزاری کے ذریعہ معمولی سے معمولی منکرات تک کو مٹانے اور روکنے کی یہ تینوں نبوی سنت کی عملی رہنمائیاں ہیں

Marfat.com

ان میں ایک بات یہ بھی خیال کرنے کی ہے کہ ان کا تعلق خصوصیت والے یا اکابر صحابہؓ سے نہیں بلکہ بستی (مدینہ طیبہ) کے عام باشندوں یا امت کے عام افراد ہی سے معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ ایک تو وہی ہے کہ بلا کسی خاص تعلق کے صرف عام اسلامی و ایمانی ہمدردی وخیر خواہی کا فریضہ بھی آپس میں ایک دوسرے کو معروف و منکر کا امر و نہی کرتے رہنا ہے اس کے علاوہ حضرات انبیا کا اپنی امت کے تمام افراد سے راعی و رعیت یا نگران اور زیر نگرانوں کا جو خصوصی تعلق ہوتا ہے وہی ذمہ داری و مسئولیت ان کے وارث جانشین حضرات علما پر کم سے کم اپنی بستی اور پاس پڑوس والے عام مسلمانوں کے معاملہ میں عائد ہوتی ہے کہ اپنے پاس آنے جانے ملنے جلنے والے یا چلتے پھرتے راستہ گلی میں بھی کسی مسلمان کو کسی چھوٹے سے چھوٹے منکر میں بھی مبتلا دیکھ لیں تو ہاتھ زبان یا دل سے جس طرح اور جتنا بھی اس کو باز رکھ سکیں رکھیں۔

علما و مشائخ کی ذمہ داری غرض اتنا تو ہر معمولی سے معمولی عالم دین کا عالمانہ و دینی فرض منصبی ہی ہے کہ اس نے دین کے اوامر و نواہی کا جو علم حاصل کیا ہے اس کے امر و نہی کو صرف عملاً ہی لوگوں تک نہ پہنچاتا رہے بلکہ جہاں تک ہاتھ زبان کی یاری یا کم از کم دل کی ناراضی و بیزاری کے اظہار کے ذریعہ ان پر عمل کرا سکتا ہے کرائے۔ باقی بہت سے علما و مشائخ اس گئے گذرے زمانے میں بھی ایسے ہیں جو سیکڑوں ہزاروں کی تعداد میں اچھے خاصے اپنے عقیدتمندوں اور ارادتمندوں کے چھوٹے بڑے حلقے رکھتے ہیں جن پر وہ اسی نوعیت کا اثر رکھتے ہیں جو حضرات انبیا کا خاص اصحاب یا حواریوں پر ہوتا تھا

Marfat.com

لہٰذا ان کی تو خاص طور ہی پر چھوٹے بڑے امر و نہی کے باب میں پوری اور کڑی نگرانی اسی طرح پر واجب ہے جس طرح خود اپنے اہل و عیال کی بلکہ حضرت حکیم الامت مجدد تھانوی علیہ الرحمۃ نے تو مشائخ کی ذمہ داری اور مسئولیت کو والدین و اولیاؒ کی ذمہ داری سے بڑھ کر قرار دیا ہے کیونکہ بچوں پر" گو شرعاً ہماری اطاعت واجب ہے مگر انھوں نے صراحتہً اس کا کوئی التزام و معاہدہ نہیں کیا کہ تم ہم کو تعلیم و تبلیغ کرو اور ہم تمہاری تعلیم پر عمل کریں گے" بخلاف شیخ و سالک یا پیر و مرید کے تعلق کے کہ وہ "نام ہی ہے مرید کی جانب سے معاہدہ اطاعت کا اور پیر یا شیخ کی جانب سے معاہدۂ تعلیم و اصلاح کا" اس لئے مریدوں کو اُن کے چھوٹے بڑے تمام منکرات پر روک ٹوک نہ کرنا صریح خیانت و معصیت ہے" جس میں ترک تبلیغ کے (عام گناہ) کے ساتھ وعدہ خلافی کا (خاص) گناہ بھی شامل ہے" اور اس عام و خاص خیانت و گناہ کے مرض میں صرف عام دوکاندار یا درگاہی پیر ہی گرفتار نہیں بلکہ اچھے خاصے صاحب علم و صلاح مشائخ تک کو دیکھا کہ وہ مریدوں کے افعال پر خاموش ہیں کچھ روک ٹوک نہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیوخ یا تو پیری و مریدی کی حقیقت ہی کو نہیں سمجھتے یا جان بوجھ کر پہلو تہی کرتے ہیں" ۵۲

مخلص مشائخین کی معروف و منکر کے امر و نہی سے غفلت کا سبب

اصل میں مخلص اہل صلاح یا خواص مشائخ جان بوجھ کر پہلو تہی تو کیا کرتے لیکن یہ عام غلطی و غفلت خدا جانے

---

۵۱ یعنی والی و وارث (رغ-م) ۵۲ تجدید تعلیم و تبلیغ ص ۲۴۰

Marfat.com

کیسے پھیل گئی ہے کہ معمولی نماز روزہ کے سوا ایک طرف سلوک و تعلیم کو خواص و مخلصین بھی تمام تر ذکر و شغل وغیرہ کے معمولات میں محدود سمجھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ دوسری طرف معروف و منکر کے امر و نہی کی کتاب و سنت نے جو اہمیت دی ہے اس پر بڑے بڑے علما و صلحا میں بھی عمل و اہتمام اٹھ جانے سے اس کا مامور و منصوص فرض و واجب ہونا ہی ذہنوں سے نکل گیا ہے۔ ورنہ خیال کرنے کی بات ہے کہ یہ حضرات اگر اپنے زیر اثر سیکڑوں ہزاروں معتقدوں مریدوں کو تمام چھوٹے بڑے معروفات و منکرات کی امر و نہی کے ذریعہ نگرانی فرماتے رہیں تو ایک طرف کیسے یہ خود مرید و معتقد پکے اور پورے مسلمان بن جاتے اور دوسری طرف یہی مرید و معتقد دوسروں خصوصاً اپنے توابع یا اہل و عیال وغیرہ کے اعمال و اخلاق یا معروف و منکر حسب استطاعت و موقع ہاتھ زبان یا دل کی نگرانی کرتے۔ اس طرح بالکل فطری و طبعی راہ سے ان سیکڑوں ہزاروں پیروں مریدوں کا اثر نسلا نسل اور لاکھوں لاکھ تک پھیلتا چلا جا سکتا۔ دین فطرت کی تعلیم جس طرح ہر باب میں بے تکلف فطری و طبعی اصول پر مبنی ہے اسی طرح اجتماعی و متعدی اصلاح و تبلیغ کیلئے بھی معروف و منکر کے امر و نہی کا جو جامع نظام خود کتاب و سنت نے عطا کیا ہے آج کل کی مصنوعی جماعت سازیوں والے طرح طرح کے پر مفاسد طریقوں کے مقابلہ میں کیسا سیدھا سادہ بے تکلف و بے خرچ اور بے مفاسد نظام و انتظام ہے۔ ہا غیروں کی نقالی اور احساسِ کمتری کا شکار ہو کر ہم نے گھر کی کیسی کیسی دولتوں سے اپنے کو محروم کر لیا ہے!

Marfat.com

اہلِ مدرسہ علما پر طلبا کی تربیتی ذمہ داری کا فریضہ

ان عام وخاص علما و صلحا کے بعد تیسرا طبقہ ان حضرات علما کا ہے جن کی نگرانی میں چھوٹے بڑے سیکڑوں ایسے دینی مدارس چل رہے ہیں جن میں ہزاروں طلبا علوم دین ہی کی تحصیل وتکمیل میں دس دس بارہ بارہ سال تک اپنی پوری پوری طلب علم کی زندگیاں لگا دیتے ہیں اگر ان کی ایک طرف دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہی دینی تربیت بھی ہوتی رہے بلکہ تربیت وعمل کا علم و تعلیم سے زیادہ اہتمام وانتظام ہو کہ وہی علم و تعلیم کا اصل مقصد ہے اور دوسری طرف برابر ان کے دلوں میں یہ بات بٹھائی جاتی رہے کہ علم دین حاصل کرنے ہی سے ان پر سب سے بڑی ذمہ داری یہ عائد ہو جاتی ہے کہ اپنی اہلیت واستطاعت بھر گھر باہر اپنوں پرایوں سب کو اپنے معلوم احکام دین پہنچاتے اور اپنے اثر و قوت، زبان ودل حال وقال سب سے حسب موقع ومحل ان احکام پر عمل کی نگرانی کرتے رہیں یعنی وہی تواصی بالحق یا معروف ومنکر کے امر ونہی کے انبیائی علم کے انبیائی حقوق وفرائض ادا کرتے رہیں تو کیا ہمارے موجودہ دینی مدارس اور ان سے نکلنے والے یہ ہزاروں علما ہی اپنے لاکھوں مسلمان بھائیوں کو اٹھتے بیٹھتے ملتے جلتے خطاب خاص وعام سے ہر طرح بے تکلف روزمرہ کے دینی احکام سے واقف اور ساتھ ساتھ اوامر ونواہی کے امر ونہی سے ان کی پابندی پر آمادہ نہیں کرتے رہ سکتے ہیں؟

دین کی صاف سیدھی اور روشن راہ

کیا اور کس طرح عرض کیا جائے کہ راقم عاجز کی نظر میں تو دین تمام تر یسر ہی یسر اور آسانی ہی آسانی ہے۔ انفرادی ہی نہیں اجتماعی یا

Marfat.com

ملی راہ بھی نہایت صاف سیدھی اور روشن (سمحا وبیضا) ہی ہے، جس پر چل کر افراد ہی کی طرح پوری ملت بھی بے کھٹکے ملی یا قومی کمال ومعراج کی منزل کو پا سکتی ہے نہ دین کی ملی واجتماعی خدمات کے لئے آج کل کی بیدینی کی راہوں اور بے دینوں کی لائی اور چلائی ہوئی بات بات پر جماعت سازیوں یا کنونشن بازیوں بڑے بڑے جلسوں، جلوسوں، پنڈالوں، دھنواں دھار تقریروں سیکڑوں ہزاروں میل کے سفروں، دوروں اور ان کے لئے جائز وناجائز کی تمیز کے بغیر ہزاروں لاکھوں کے چندوں فنڈوں، ان میں اسرافوں بے احتیاطیوں کی ضرورت اور نہ مصالح سے زیادہ ان راہوں کے دوسرے طرح طرح کے مفاسد میں پڑنا ناگزیر۔ ضرورت اس کی اور صرف اس کی ہے کہ عام وخاص علما اور ان کے اعتماد وتعلق والے خصوصی قلعے (مدرسے) اپنے انبیائی وراثت ونیابت کے مقام ومنصب کو جان پہچان کر اس پر کھڑے ہو جائیں۔ اور "مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" کی مخلصانہ وبے غرضانہ شان سے محض رب العلمین کی ربوبیت یا پروردگاری ودستگیری پر بھروسہ کر کے اپنی اپنی جگہ بلا کسی مصنوعی جماعت سازی وچندہ بازی کی فکر میں پڑے وسعت واستطاعت بھر جہاں تک پہنچ سکے **دعوت خیر** یعنی گھر باہر والوں کو احکام دین (کہ وہی خیر ہیں) پہنچانے اور ان پر اپنی بساط بھر قوت و زبان دل وجان سے چلنے چلانے یا معروف ومنکر کے امر ونہی پر آمادہ ہو جائیں تو بس انشاء اللہ "منکم امۃ" والے علما کے یہی دو کام (يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ" اور "يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ") جہاں تک اللہ تعالی کی مشیت ومرضی ہے اس کی

Marfat.com

نصرت و دستگیری سے امت کے انفرادی و اجتماعی، سیاسی و معاشی سب ہی کام بنتے جائیں گے، جس طرح حضرات انبیا کے گرد چھوٹی بڑی "اصحاب و حواریین" کے مخلصین کی جماعت دفتر و رجسٹر، چندہ و فنڈ کے بغیر جمع ہو جاتی تھی اور پھر جب جتنا اس کو اللہ تعالیٰ کو بڑھانا پھیلانا ہوتا تھا بڑھتی اور پھیلتی جاتی تھی اور اللہ ہی کو منظور یا مقدر ہوتا تھا تو اس بے سر و سامان اور بے یار و مددگار جماعت کو اپنی یاری و مددگاری سے اپنی حاکمانہ خلافت و نیابت بھی زمین کے کسی چھوٹے بڑے خطہ پر عطا فرما دیتا تھا۔

یہی صاف سیدھا سبق تمام انبیا خصوصاً امام الانبیا خاتم النبیین (صلی اللہ علیہم اجمعین) کی سیرت و اسوہ سے ملتا ہے۔ اس کے سوا تمام دوسری راہیں دوسروں کی نقالی، احساس کمتری اور خود اپنے گھر کی دولت سے غفلت اس کی ناقدر شناسی اور احساس کمتری کا نتیجہ ہیں۔ جس میں عوام کا کیا ذکر اچھے اچھے خواص علما و صلحا تک مبتلا ہیں اور جس سے عجیب عجیب خوش فہمیوں اور طرح طرح کے افسوسناک تجربات ہوتے رہتے ہیں۔ ایک اچھے فہیم و صالح تعلیم یافتہ، جنھوں نے حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی کتابیں ہی خوب نہیں پڑھیں ماشاء اللہ بڑی عقیدت بھی رکھتے ہیں کہنے لگے کہ حضرت نے انفرادی صلاح و اصلاح کی تو بڑی خدمات انجام دیں لیکن دین کا کوئی جماعتی و اجتماعی کام نہیں کیا۔ دل میں انا للہ پڑھا اور خاموش ہو رہا۔ خصوصاً اس لئے کہ یہ خیال غالباً ان غریب سے زیادہ ایک مشہور دینی جماعت کے مسلم اہل علم و قلم کے اکابر کی ترجمانی تھی۔ مطلب وہی تھا کہ آج کل کے رنگ میں جس کو اجتماعی کام کہا جاتا تھا وہ نہیں کیا۔

Marfat.com

اجتماعیت کے جدید شکنجوں کی ہلاکت سامانی

اجتماعیت کے کاروبار یہ رنگ ڈھنگ سچ پوچھئے تو مادیت میں شرابور فرنگی بے دینوں کا لایا اور چلایا ہوا ہے۔ مادہ پرستی کے غلو و غلبہ میں مغربی ذہن مشینوں پر مشین بناتے بناتے خود اتنا میکانی (میکانکل) ہو کر رہ گیا ہے کہ انسان کو بھی زیادہ تر ایک جاندار مشین ہی تصور کرنے لگا ہے۔ بات بات پر جماعت سازیوں اور ادارت بازیوں کے ذریعہ سارے افراد کو مختلف چھوٹے بڑے اجتماعی شکنجوں میں کس کر اور مشین ہی کی طرح کا ایک پرزہ بنا کر اس کی ساری انفرادیت و شخصیت کا خون کرتا رہتا ہے۔ حالانکہ انسانی خلقت و فطرت اصلاً میکانکی نہیں، اخلاقی و روحانی ہے جو انفرادی اختیار و ارادہ کی آزادی زیادہ سے زیادہ اور مصنوعی اجتماعی جکڑ بندیوں کو کم سے کم چاہتی ہے۔ ان جکڑ بندیوں کو بالکل ناگزیر صورتوں تک محدود رہنا چاہئے تاکہ انفرادیت و شخصیت کو اپنے پورے اٹھان اور ارتقا کے لئے فضا میسر آسکے۔ بخلاف آج کل کے خصوصاً حکمیت پسندانہ بالکل مختارانہ رجحانات کی جکڑ بندیوں میں روحانی و اخلاقی انفرادیت کا دم ہی گھٹا جا رہا ہے۔

اسلامی تعلیمات پر ادنیٰ و معمولی نظر و فکر سے بھی یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام خارجی یا میکانکی بندشوں سے زیادہ اور بہت زیادہ قدم قدم پر انفرادی اختیار و ارادہ کی آزادی کے ساتھ باطنی و قلبی یا اخلاقی و روحانی تبدیلیوں کا داعی ہے۔ اس کے علاوہ دیکھا جائے تو ہر چھوٹے بڑے کام و مقصد کے لئے جماعتوں پر جماعتیں اور تنظیموں پر تنظیمیں بناتے چلے جانا در اصل اجتماع و اتحاد کے بجائے بہ حیثیت مجموعی پورے معاشرہ کے حق میں

Marfat.com

انتشار و افتراق تحزب و تفرق ہی کا سرچشمہ بنتا چلا جا رہا ہے۔ ہر جماعتی تعلق و تعصب نظر و فکر کے لئے کوئی نہ کوئی قدرۃً ایسا محدود دائرہ بنا دیتا ہے کہ آدمی حق و صداقت کو تمام اپنی ہی جماعت میں دائرہ و منحصر جاننے لگتا ہے اور دوسری جماعتوں سے کچھ نہ کچھ امتیاز و حریفانہ چشمک پیدا ہو جانا نفسیاتی طور پر ناگزیر ہوتا ہے۔ مزید براں جدید طرز کے رائج الوقت جماعتی کام اور ان کے لئے جماعتی نظام عین اپنی ساخت و نوعیت ہی کی رو سے جلسوں، جلوسوں، تقریروں، گشتوں وغیرہ طرح طرح مظاہروں و نمائشوں دکھاوے اور سناوے کے مواقع پر مشتمل ہوتے ہیں جن سے نا تربیت یافتہ عوام و خواص سب ہی کے نفس کو پیٹ بھر غذا ملتی رہتی ہے۔ ان مظاہراتی و نمائشی مفاسد کے غلبہ اور ان میں انہماک کا ایک اثر یہ پڑتا ہے، کہ ان راہوں سے خالص دینی خدمات کرنے والوں خواص بلکہ اخص خواص تک کو دیکھا جاتا ہے کہ انفرادی حقوق و فرائض ـــــ معاملات و اخلاق اور معاشرت ـــــ کے بہتیرے موٹے موٹے قطعی و منصوص اوامر و نواہی میں کچھ ایسی بے حسی کے ساتھ کوتاہیاں فرمانے لگتے ہیں، کہ گویا وہ دینی احکام ہی نہیں، تو پھر ان کے عوام کا پوچھنا ہی کیا! وہ غریب ان مظاہراتی جلسوں، تقریروں کیا، مظاہراتی شب بیداریوں تک سے فریب کھا کر انفرادی حقوق و فرائض کی کوتاہیوں میں گھر باہر ہر جگہ جتنی دور بھی نکل جائیں کم ہی ہوگا۔

Marfat.com

اشتمالیت و اشتراکیت کی فریب کاری

سچ پوچھیئے تو "اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ" (۴۴) کی خود فراموشی و خود فریبی ہی فرنگی و مغربی رنگ کے جماعتی و اجتماعی سیاسی و معاشی کام کرنے والے لیڈروں کی خاص شان ہوتی ہے۔ عوامیت و جمہوریت اشتراکیت و اشتمالیت (سوشلزم) ہی کا دنیا بھر میں ڈھنڈورا پیٹنے اور دنیا بھر سے اونچ نیچ مٹانے والے بڑے سے بڑے مدعیوں کو دیکھئے کہ خود اپنا حق شاہوں شہنشاہوں سے بڑھ کر فرعونی شان و شوکت نمود و نمائش کی اونچائیوں اور بلندیوں ہی کو جانتے ہیں۔ اور تو اور اپنے آئے دن کے مظاہراتی استقبالوں اور ان کے نمائشی و آرائشی انتظاموں ہی پر بے دریغ انتہائی بیدردی کے ساتھ ہزاروں لاکھوں کے وارے نیارے کرتے کراتے رہتے ہیں اور کسی بھوٹے منہ سے نہیں نکلتا کہ یہ ان ہی کاشتکاروں، مزدوروں یا عوام کی گاڑھی کمائیوں پر کیا ظلم ڈھایا جا رہا ہے جن کی پستی و مفلسی کا دن رات رونا رویا جا رہا ہے۔ ابھی ابھی اسی ہندوستان میں کیا شاہِ حجاز و شاہ ایران کی بدنام قرون وسطی والی بچی کھچی شاہی یادگاروں کے استقبال سے کہیں بڑھ چڑھ کر ابھی شاہی و شہنشاہی کے کٹر دشمن فراعنۂ روس (بلگانن و خروشیف) کے شاہانہ استقبالوں پر ہندوستان بھر میں جو لاکھوں لاکھ آتش بازی کی طرح پھونک دیئے گئے وہ انھیں نیچوں کے اونچا کرنے میں نہیں لگا دیئے جا سکتے تھے جن کی خاطر "سوشلسٹک ڈھنگ" کی جنت بنانے والے منصوبوں کے لئے قرض اور بھیک تک مانگنا پڑ رہی ہے۔

Marfat.com

انبیائی دعوت ہی میں جماعت بندیوں اور ان کے فساد کا علاج ہے

انبیائی دعوتوں، ان کے تبلیغی و اصلاحی طریقوں میں بھلا آج کل کی طرح بات بات پر جماعت سازیوں پارٹی بازیوں اور ان کے گوناگوں فتنوں فسادوں کا دُور دُور بھی کوئی نام و نشان ملتا ہے! وہاں تو لے دے کر بس توحید اللہ کی ایک ہی دعوتِ حق ہے اور اس کے ایمان و انکار رد و قبول سے بالکل قدرتی اور غیر مصنوعی طور پر مومن اور کافر دو جماعتیں یا حزب اللہ اور حزب الشیطان دو پارٹیاں از خود وجود میں آجاتی ہیں۔ باقی جو کچھ ظاہری و جزئی اختلافات و امتیازات ہیں یا ان ہی کے اندرونی مراتب و درجات ورنہ دراصل حق و باطل جنگ و صلح کی ساری جدوجہد اور کشمکش کے اصولی محاذ و میدان صرف دو ہی ہیں ایک طرف ہر اعتبار سے باطنی و داخلی وحدت ہی وحدت ہے اور کثرت محض ظاہری و خارجی۔ دوسرا میدان تمام تر شرک و کثرت کا میدان ہے جس کی عین شرکی فطرت کا لازمہ جماعت سازیاں گروہ بندیاں اور نہ ختم ہونے والی تقسیمات در تقسیمات کا جنگل اور پھر جنگل ہی کا قانون ہے۔

اسلامیت یا اسلامی توحید کا تقاضا تو جماعتوں، طبقوں، فرقوں اور گروہوں کو مٹانا یا "جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا" کی محض تعارفی یا انتظامی تقسیمات کو کم سے کم ناگزیر حدود کے اندر محدود رکھنا، نہ کہ الٹے دین و اسلام کے غلط استعمال ہی جتنی تقسیمات و اختلافات پیدا ہو گئے ہیں ان ہی میں اور اسلامیت ہی کے نام لگا لگا کر بے شمار نئے طرز کی جماعت بازیوں کا آئے دن اضافہ کرتے چلے جانا۔

Marfat.com

لیکن اس بدعقلی و بدفہمی کا کیا علاج کہ اللہ و رسول کتاب و قبلہ سب کچھ ایک رکھ کر بھی ایک نہیں رہ سکتے اور روز بروز قومی نہیں بین الاقوامی طور پر بھی آپس میں ایک دوسرے سے دور و نفور ہوتے جاتے ہیں مسلمان ممالک ہی ساری دنیا کے ملکوں اور قوموں سے بازی لئے جا رہے ہیں[1]۔ کتاب اور "بینہ" سب کچھ اگلوں پچھلوں سب سے بڑھ کر دیئے جانے اور رکھنے کے باوجود تفرق و تشتت انتشار و پراگندگی ہی میں سب سے بڑھتے چلے جا رہے ہیں ـــــ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ (۹۸/۴) حالانکہ حکم ان کو بھی سب سے بڑا اپنی سب سے بڑی کتاب سے وہی ایک ملا تھا جو اگلے کتاب والوں کو کہ بس ہر طرف سے کٹ کر ہر طرح ایک اور خالصۃً ایک ہی کی بندگی میں لگ جاؤ۔ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ (۹۸/۵) اور فرقوں یا جماعتوں میں بٹنے اور پھٹنے کے بجائے سب کے سب اللہ ہی کی رسی کو پوری مضبوطی و قوت سے تھامے رہو۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ (۳/۱۰۳)

وقتی تدابیر اختیار کرنے کی گنجائش و صورت بے شک اجتماعی کاموں کے لئے فرنگی طریقوں کی حیثیت سے فی الجملہ وقتی تدابیر کی ضرورت ہے اور مناسب وقت نئی پرانی فرنگی غیر فرنگی ہر قسم کے وسائل و تدابیر اختیار کرنے کی شریعت کی طرف سے اجازت

---

[1] پاکستان و افغانستان مسلمان اور در و دیوار کے پڑوسی ہو کر بھی آپس کی دشمنی و دوری میں ترقی کرتے جا رہے ہیں اور ہندوستان و افغانستان ہزاروں میل دور ہو کر بھی نزدیک سے نزدیک ہوتے جاتے ہیں (یا للعجب!)

Marfat.com

ہی نہیں بعض صورتوں میں واجب بھی ہے۔ البتہ وسائل چونکہ صرف وسائل ہی ہیں مقاصد بہرحال نہیں' اس لئے دو باتوں کا لحاظ ضروری ہے' ایک تو یہ وسائل یا تدابیر نفس شریعت واسلامیت کے اصولی مقصد اور ان کی روح و مزاج کے منافی نہ ہوں دوسرے ان کے مفاسد ان کے مصالح پر غالب نہ ہوں یعنی اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (۲؍۲۱۹) کی صورت نہ ہو ورنہ دنیا میں کون ایسا شر و فساد ہے جس میں کوئی نہ کوئی خیر و خوبی کا پہلو نہ نکلتا ہو۔

فرنگی ہر راہ میں شر ہی پیش پیش ہے!

عجیب بات یہ ہے کہ جدید فرنگی راہوں کی ایک اجتماعیات ہی پر کیا موقوف' اس کی سیاسیات و معاشیات' تمدن و تہذیب کون سی ایسی چیز ہے جس میں انسانی زندگی کے لئے خیر و صلاح سے زیادہ شر و فساد کا سامان نہ ہو۔ اور تو اور سب سے زیادہ آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی ان کی سائنس اور سائنسی ایجادات ہیں۔ مگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس راہ نے کہاں جا پہنچایا ہے کہ جس زندگی اور تہذیب و تمدن کی آسائش و آرائش کے لئے ساری ایجادات تھیں ہائیڈروجن بم راکٹ میزائل وغیرہ کی ایجاد خود اس زندگی اور تہذیب و تمدن ہی کو پورے سیارۂ ارض سے صفایا کر دینے کی دھمکی دے رہی ہے۔ یہ تو خیر ابھی صرف دھمکی ہے اور دھمکی کے خالی آزمائشی تجربات جو وقتاً فوقتاً ہوتے رہتے ہیں' ان کے مضر صحت اثرات سیکڑوں ہزاروں میل دُور بسنے والی انسانی بستیوں بلکہ ان کی آئندہ آنے والی نسلوں تک کی خبر لے لیتی ہیں لیکن موٹر' موٹر سائکل بس وغیرہ سواریاں تو سمجھا جاتا ہے کہ نعمت ہی نعمت ہیں۔ تاہم ان کی خیر و برکت بھی خود انسانی زندگی ہی کے حق میں جہاں تک جا پہنچی ہے،

Marfat.com

اس کا اندازہ صدق (۲۰ فروری ۱۹۵۶ء) میں ذرا ملاحظہ ہو۔ شکاگو سے چلی ہوئی ریوٹر کی (۵ فروری کی) اطلاع ہے کہ ۱۹۵۵ء میں سڑکوں پر حادثات کا شکار ہو کر ملک میں ۳۸٫۳۰۰ انسانوں کی جانیں ضائع ہوئیں۔ اور اس سے بڑی میزان تاریخ کے کسی سال میں نہیں ملتی۔ سڑک کے علاوہ اور مختلف حادثوں سے مرنے والوں کی میزان ۹۲ ہزار تک پہنچی اور زخمیوں کی ۹۲ لاکھ تک! خود صاحب صدق کی درخواست ہے کہ "سڑک اور موٹر، موٹر سائیکل اور بس کی برکتوں کو گنانے والے کیا اچھا ہو کہ کبھی کبھی ان اعداد پر بھی نظر فرما لیا کریں" آگے ارشاد ہے کہ "بہت بڑی جنگوں کا ذکر نہیں باقی معمولی اور چھوٹی جنگوں کے کشتوں اور زخمیوں کی تعداد بھی اتنی ہوتی ہے جتنی اس متمدن ترین ملک میں حفاظت کے بہترین سامان و تدبیر کے باوجود زمانہ امن میں رہی؟" یعنی اس جدید ترقیوں کے "متمدن ترین ملک" کا زمانہ امن بھی غریب غیر متمدن ملکوں کے مقابلہ اور ہلاکت کے معاملہ میں مستقل میدانِ جنگ ہی ہے ؎

زیں رسمہا کہ مردم عاقل نہادہ اند ... در ماندۂ صلاح و فسادیم الحذر

میکانی تمدن کی ترقی جسم و جان کیلئے | خدا و آخرت سے چڑھنے والے تو کیوں سوچنے لگے،
بھی تو آفت ہی بنتی چلی جا رہی ہے | ورنہ ہے درحقیقت یہ بڑے سوچ کی بات کہ جس قدر

یہ چڑھ ترقی کرتی جا رہی ہے اسی قدر اس تمدن کی وہ ترقیاں بھی جو روح و قلب کے لئے نہ سہی کم از کم جسم و جان کے لئے خیر و نعمت معلوم ہوتی ہیں وہ بھی بہت کچھ آفتِ جان بنتی چلی جا رہی ہیں۔ سلامتی تا بہ امکان ان سے دوری ہی میں نظر آتی ہے۔ خصوصاً

Marfat.com

خالص دینی کاموں میں تو اس لادینی تمدن و ترقی کی راہوں کو وسائل و تدابیر کے درجہ میں استعمال سے جب تک بالکل ہی مجبوری و اضطرار نہ ہو بالکل ہی بچنا چاہیے۔ اور ہمارے اہل علم و فہم اگر ذرا ایمانی فہم و فراست سے کام لیں تو انشاء اللہ انبیائی طریق و تدبیری کو بالخصوص نبی الانبیائی اسوہ کو اس عہد میں بھی خطرات و مفاسد سے پاک ہی نہیں بلکہ جن مقاصد کے لئے یہ تدابیر اختیار کی جاتی ہیں ان کیلئے کارگر بھی زیادہ پائیں گے

بے دینی قالب میں دینی مقاصد کی روح کو باقی رکھنے کی کوشش بے سود ہے

اصل یہ ہے کہ جو زندگی و تمدن اپنی ذات و جوہر ہی میں بالکلیہ دنیا پرستی اور دین بیزاری کا نام ہو، اس کے تدبیری چوکھٹوں میں ہم خالص دینی مقاصد کو بے دینی کے مفاسد سے بچا کر فٹ ہی کیسے کر سکتے ہیں۔ نہ یہ بات قابلِ قبول ہو سکتی ہے کہ دین کامل نے خالی اپنے مقاصد کے تجریدی و فلسفیانہ تصورات عطا کر کے ان کی تکمیل و تحصیل کی عملی تدبیروں کے لئے ہم کو غیروں وہ بھی دین بیزاروں کے حوالہ کر دیا ہو اور خود اپنے مقاصد کے مناسب اسباب و وسائل کے معاملہ میں رہنمائی سے محروم رکھا ہو۔

اسلام کا مقصد بھی متعین ہے اور حصولِ مقصد کے وسائل بھی بتا دیئے گئے ہیں!

اس ذرا طویل مگر ضروری جملہ معترضہ کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح مسلمان کا مقصود تمام تر ایمان اور عمل صالح کی اسلامی زندگی کے سوا نہ کچھ ہے نہ ہونا چاہیے، اس طرح اس مقصود کے حصول و طلب یا مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی صلاح و اصلاح کے تدبیری اسباب و وسائل بھی کتاب و سنت کی اسلامی تعلیمات ہی ماخوذ و مستفاد ہونا

Marfat.com

چاہئیں اور جس طرح ایمان و عمل صالح ہی کے ایجابی و سلبی پہلوؤں کی تعبیر معروف و منکر ہے، اس طرح معروف و منکر کے اوامر و نواہی پر اطلاع اور ان کی اتباع کا اس سے زیادہ سہل و سادہ فطری و طبعی موثر و کارگر طریقہ و تدبیر کیا ہو سکتی ہے کہ ایمان و عمل کے ہر معروف و منکر پر امر و نہی معاشرہ کے کم و بیش ہر فرد کا فریضہ اپنے اپنے محل و مقام کے اعتبار سے اور اپنی اپنی استطاعت بھر اس طرح قرار دیدیا جائے جس طرح معروف پر عمل اور منکر سے احتراز خود ہر فرد کا انفرادی فریضہ ہے پس کتاب و سنت پر مبنی معروف و منکر کے امر و نہی کی تعلیم و تدبیر کے مذکورۂ بالا پنج گانہ نظم و نظام کا منشا و مدعا یہی ہے۔

خیال کیجئے کہ جس ملک و معاشرہ میں (۱) سب سے پہلے ایمان و عمل کے معروفات و منکرات کا کامل و تحقیقی علم رکھنے والے علما کے ایک پورے طبقہ کا خاص یہی کام و منصبی فرض ہو کہ چھوٹی بڑی تمام آبادیوں میں اس کے افراد پہنچ اور پھیل کر لوگوں کو خیر و شر یا طاعات و معاصی کے صحیح صحیح احکام پہنچاتے، ان کی بھلائیوں برائیوں کو سمجھاتے بالفاظِ دیگر ان کی ترغیب و ترہیب کے ذریعہ معروف و منکر کا امر و نہی فرماتے رہتے ہوں۔ (۲) پھر اس کی بدولت ہر راعی یا نگراں اپنی رعیت یا اپنی زیر نگرانی خصوصاً اپنے گھر والوں کے معاملہ میں اپنی مسئولیت و ذمہ داری کو محسوس کرکے ہر معروف و منکر کی نگرانی کا اپنی پوری قوت و اثر سے حق ادا کرتے رہتے ہوں اور (۳) عام مسلمان بلا خاص تعلق کے بھی نفس اپنی ایمانی ولایت و محبت بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ یا محض دینی ہمدردی و خیر خواہی کی راہ سے ملتے جلتے، اٹھتے بیٹھتے ایک دوسرے کو

Marfat.com

اپنی اپنی واقفیت واہلیت کے موافق سمجھاتے بجھاتے، روکتے ٹوکتے رہتے ہوں ——
(وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۹-۷۱) تو ایسی سوسائٹی یا سماج کی فضا میں منکرات کو غلبہ کے ساتھ سر اٹھانے کا موقع ہی کیسے مل سکتا ہے ایسی فضا میں تو معاصی و منکرات کی حقارت و کمتری اور ان سے نفرت و بیزاری آپ سے آپ پیدا ہوگی اور علانیہ و بے باکانہ فواحش و منکرات کے ارتکاب کی جرأت ہی مشکل سے کسی کو ہوگی۔ جس کو ہوگی بھی بہت ہی چوری چھپے۔ یہ نہ ہوگا کہ بداعمالیوں اور بدکاریوں کا انفرادی ارتکاب متعدی ہوکر پورے معاشرہ میں آزادی سے اپنے زہر کو پھیلاتا رہے۔ علی الاعلان پھولنے پھلنے کا موقع ایسے ماحول میں صرف حسنات و معروفات ہی کو حاصل ہوگا۔ (۴) تب ہی جاکر مسلمانوں کا معاشرہ بہترین قوم یا خیر امۃ ہوگا جو ساری دنیا کی صلاح و فلاح کے لئے نکالی یا اٹھائی گئی ہے اور جس کا اصل منصب و مقام بلا امتیاز رنگ و نسل قوم و ملک پوری انسانیت کو خیر و صلاح کی راہ پر لگانا اور شر و فساد کے راستہ سے ہٹانا ہے۔

خیر امۃ کے اس منصب و مقام کا منصبی فریضہ ہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر قرار دیا گیا ہے کہ "تم ایسی بہترین امت ہو جو اٹھائی ہی گئی ہے پوری انسانیت (کی بہتری) کے لئے اس طرح کہ ان کو معروف کا امر اور منکر سے نہی کرتے ہو۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (۵) بالآخر جب اور جہاں کہیں اس خیر امۃ کو اس کی خاص امتیازی شان

Marfat.com

خیر ہی کی بدولت زمین پر موعود استخلافی یا سیاسی اقتدار و تمکن یا حکومت اللہ تعالیٰ کی نصرت سے عطا ہو جائے تو اس کی شرط و غرض بھی دونوں ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی کو قرار دیا گیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور ان کی نصرت فرمائے گا جو اس (کے دین) کی نصرت کرتے ہیں۔ اللہ یقیناً بڑی قوت و طاقت والا ہے (بندوں کی طرف سے خدا یا دین کی نصرت کی صورت یہی ہے) کہ جب ہم ان کو زمین پر اقتدار و تمکن بخشتے ہیں تو (خود اپنی صلاح کا بھی اہتمام رکھتے ہیں کہ) نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں (ساتھ ہی دوسروں کی اصلاح کا حق بھی اس طرح پورا کرتے ہیں کہ) ان کو نیکیوں کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے ہیں اور انجام کار سب باتیں اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔"

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ اَلَّذِيْنَ
اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا
بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۔ (۲۲ — ۴۰-۴۱)

اسلامی نظامِ صلاح و اصلاح کا یہ آخری یا پانچواں جز پہلے کے چاروں اجزا ہی کا در اصل لازمہ و تتمہ ہے جس طرح کسی جماعت و معاشرہ کا جو فرد بجائے خود خیر کا بہترین نمونہ ہوتا ہے، وہی دوسرے افراد کو خیر کی تعلیم و تلقین کے لئے زیادہ موزوں ہوتا اور اسی کی بات زیادہ وزنی ہوتی ہے، اسی طرح پوری انسانیت کے لئے بھی وہی قوم یا امت من حیث امت خیر یا معروف کے امر و اجرا اور

Marfat.com

شر یا منکر کی نہی و انسداد کی زیادہ حقدار و ذمہ دار ہوگی، جو سب سے زیادہ خود خیر و معروف کے علم و عمل کی عالم و عامل ہو۔ بالفاظِ دیگر مسلمانوں کا بہ حیثیت قوم و ملت خیر امۃ ہونا ہی دنیا کی تمام دوسری امتوں یا قوموں کی ہدایت و اصلاح کی اب واحد راہ و تدبیر ہے۔ کیونکہ خیر و شر یا معروف و منکر کی کامل و مستند الٰہی تعلیمات کو قیامت تک کے لئے اب اسی امت کی امانت و حفاظت میں دیدیا گیا ہے۔

ہماری شرمناک صورت قرآنی آئینہ میں

مگر ہماری امانت و حفاظت کا حال جب یہ ہو رہا ہو کہ دست بازو یا قوت و طاقت کیا معنی قال و حال یا زبان و دل تک سے معروف و منکر کے امر و نہی کے ان تعمیری عناصر اربعہ ہی کو خیر باد کہہ چکے ہوں جن پر خود مسلمانوں کا اجتماعی و قومی اعتبار سے خیر امۃ ہونا موقوف و مبنی تھا تو پھر دوسری قوموں کو ہم سے کیا سبق مل سکتا ہے بلکہ الٹا نتیجہ یہی نکلنا تھا اور نکل کر رہا کہ دین کے معاملہ میں دنیا کی بدترین قوم یا شر امۃ ساری دنیا پر اس طرح چھاگئی کہ ساری دنیا کے خود مسلمان بھی الٹ کر اس کو بہترین قوم (خیر امۃ) سمجھنے اور اس کے نقش قدم پر چلنے میں اپنی خیر ماننے لگے۔ عملاً بس ہو بہو وہی نقشہ ہمارا ہو رہا ہے جو خود قرآن مجید نے ابتدائے اسلام میں منافقین و یہود کا کھینچا ہے کہ

اَلَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡکُفۡرِ مِنَ	کفر کی باتوں میں دوڑ دوڑ کر گرتے ہیں، زبانوں
الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَلَمۡ	پر ایمان و اسلام کا دعویٰ ہے دلوں میں اس کا
تُؤۡمِنۡ قُلُوۡبُہُمۡ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	نام و نشان نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

Marfat.com

خدا کی باتوں کو توڑ مروڑ یا تحریف کر کے ان کے اصل مطلب سے ہٹا اور اپنے مطلب کا بنا کر لوگوں سے کہتے ہیں کہ ان (محرف) باتوں ہی پر تم سے عمل کرنے کو کہا جائے تو کرو ورنہ نہ کرو۔ . . . .

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا . . .

اللہ تعالیٰ (زنا پاکی پر اڑے ہوئے) ایسے دلوں کو پاک فرمانے کا ارادہ ہی نہیں فرماتا۔ ان کیلئے تو دنیا میں بھی (بوزنہ صفت نقالی اور احساس کمتری کی) رسوائی ہی رسوائی ہے اور آخرت میں تو بڑی سزا ہے ہی۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (۵/۴۱)

کاش پرانے منافقین کے اس آئینہ میں آج ہم خود مدعیان ایمان اپنی صورت دیکھتے اور پہچانتے! خصوصاً جدید تعلیم و تہذیب کے وہ طبقات جن کے ہاتھ میں ہر جگہ مسلمانوں کی قیادت و حکومت آگئی ہے کہ مغرب و مغربیت کی ہر گندگی پر مکھیوں کی طرح گرتے ہیں۔ زبانوں پر اسلام، اسلام کے دعوے اور نعرے ہیں لیکن دل ایمان واسلام کے یقین سے خالی۔ قرآن و حدیث کی "برقی و پرویزی" انتہائی جاہلانہ تحریفات تک پر اتنے جری کہ پوری اسلامیت کو بالکلیہ فرنگیت کے قالب میں ڈھال لینا چاہتے ہیں۔ نہ اس منافقانہ اسلام کی طرف مسلمانوں کو دعوت دینے اور اصل اسلام کی طرف رخ کرنے سے روکنے میں اپنی والی کوئی کسر اٹھا رکھتے ہیں۔ ظاہری طور پر جہاں

Marfat.com

کچھ آزاد ہیں یا نام نہاد آزادی حاصل ہو گئی ہے وہاں بھی اس آزادی کو مسلمانوں کو مسلم یا خیر امت بنانے یا اسلام و اسلامیت کی خدمت میں استعمال کرنے کی جگہ اس سے اسلام دشمنوں ہی کی نقالی و غلامی کا کام لیتے[1] اور آخرت کی بربادی سے پہلے ہی دنیا کی رسوائی خریدتے ہیں: فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ۔ (۲/۸۵)

جدید تعلیم والے تو پھر بھی اپنی تعلیمی ذہنیت ہی کے ہاتھوں خود اپنی اور اپنے سے بڑھ کر اپنے دین و ملت کی رسوائیوں کی اس راہ و روش پر ایک حد تک معذور کہے جا سکتے ہیں لیکن ان جدید (ماڈرن) مولویوں پر کس زبان و قلم سے ماتم کیا جائے، جن کی تعلیم تمام تر دینی دارالعلوموں میں ہوئی۔ کہ اپنی جدت پسندی و روشن خیالی کی داد دینے اور لینے میں تعدد ازدواج و قطع ید وغیرہ کے ایسے مسائل و حدود تک میں يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ کی جرأت سے نہیں چوکتے، جو کتاب و سنت میں منصوص اور عملاً سلف سے لے کر خلف تک متواتر و مسلم چلے آ رہے ہیں۔[2]

---

[1] ابھی ۲۷ مارچ ۱۹۶۱ء کو "مسلمانوں کی خاندانی زندگی" کے نام سے وہاں کے فوجی صدر کی طرف سے جو فرمان صادر کیا گیا ہے اور جو کتاب و سنت اور قریباً چودہ سو سالہ اجماع و تعامل کے سراسر خلاف ہے مگر اعلان یہ کیا گیا ہے کہ اس کا مقصد قرآن پر عمل کرانا ہے۔ انا للہ!

يخدعون الله والذين آمنوا وما يخدعون الا انفسهم وما يشعرون۔

[2] اور یہ تحریفی کارنامے ماہانہ رسالے اور کتابوں پر کتابوں کے ذریعہ اس ملک میں انجام دیئے جاتے ہیں جو ہمیں اسلام کے نام پر لاکھوں مسلمانوں کا خون کرا کے وجود میں لایا گیا ہے!

Marfat.com

بھڑاس نکلتی ہی چلی جا رہی ہے لیکن کیا کیا جائے کہ حق جوئی کے بجائے خودرائی اور خدا پرستی کے بجائے دنیا پرستی کے غلبہ و استیلا نے دین کے کھلے کھلے حقائق و بدیہیات کو بھی خود بہتیرے اہل دین کی نظر میں ایسا نظری بنا دیا ہے کہ دین اپنے گھر ہی میں "غریب" و بیگانہ ہو کر رہ گیا ہے۔ اس کی ذمہ داری سچ پوچھئے تو بہت کچھ معروف و منکر کے نظم و نظام کے تعطل ہی پر ہے۔ جس معاشرہ کے لوگ عملی زندگی میں نہ خود معروف کو جاننے پہچاننے کی فکر کرتے ہوں، نہ دوسروں کو پہچنوانے کا کوئی انتظام و اہتمام رہ گیا ہو اور منکر پر انکار و نکیر کا، اس میں معروف کا حشر اس کے سوا ہو ہی کیا سکتا ہے کہ وہ نامعروف و اجنبی ہو کر رہ جائے اور بالآخر حدیث ہی کی اس پیشین گوئی کی تصدیق ہونے لگے کہ معروف منکر اور منکر معروف کی جگہ لے لے، نہ صرف عمل میں بلکہ علم میں بھی۔ یعنی لوگ معروف سے انجان ہو کر منکر ہی کو معروف جاننے اور اس کا امر کرنے لگیں۔

ہم کو جسمانی صحت کا تو بڑا خیال ہے مگر ایمانی صحت کی ذرا بھی فکر نہیں!	قریب قریب یہی صورتِ حال اب اس معاشرہ و امت کی آنکھوں کے سامنے ہے جو خود اپنے ہی اندر نہیں،

دنیا کی تمام دوسری قوموں کے اندر بھی معروف و منکر کے امر و نہی کے لئے خاص طور پر مامور و مبعوث تھی۔ کوئی بالکل غیر و اجنبی یا معمولی ملنے جلنے والا بھی کسی بیماری آزاری یا کسی جانی و مالی خطرہ سے دوچار ہو تو اس پر آگاہ کر دینا اور اپنے علم و تجربہ میں کوئی دوا و تدبیر ہو تو بتلا دینا معمولی بھلا آدمی بھی اپنی بھلمنساہٹ یا آدمیت و شرافت کا

Marfat.com

تقاضا جانتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ دنیا کی بیماری و خطرہ کو بیماری و خطرہ جانتا ہے لیکن دین یا ایمان و عمل صالح کی بیماریوں اور خطرات میں بیگانوں کیا دوستوں عزیزوں بلکہ اپنے بال بچوں تک کو مبتلا دیکھنے والوں کتنوں کو اتنی بھی پرواہ ہوتی ہے، جتنی ان کے معمولی کھانسی بخار کی۔ صاحبزادے بلکہ اب تو بہنوں کی صاحبزادیاں بھی اگر اسکول نہ جائیں، امتحان کی تیاری نہ کریں، اس میں پاس نہ ہوں تو باز پرس، ڈانٹ ڈپٹ سب کچھ ہوگی۔ لیکن روزہ نہ رکھیں، نماز نہ پڑھیں، مسجد کا دروازہ نہ جھانکیں، جھوٹ سچ کی پرواہ نہ کریں، بے دینوں بد دینوں کی سوسائٹی میں بگڑتے رہیں، سینما بینی سڑکوں پر آوارہ گردی کرتے رہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ بی۔ اے۔ ایم اے بھی ہوتے رہیں تو ماں باپ گھر بھر سب ہی باغ باغ! خود اپنے قریبی عزیزوں، دوستوں کے تجربات یہاں تک ہیں کہ نماز روزہ کا ذکر ہی کیا صاحبزادہ بی اے، ایم اے ہوتے ہوتے روشن خیالی کی معراجِ کفر و ارتداد کی باتوں تک جا پہنچے پھر بھی خاصے اچھے دیندار والدین کو ایسی اولاد کا غم نہیں حالانکہ یہی صاحبزادہ اگر ذرا کسی مہلک مرض میں مبتلا ہوں تو یہی والدین جان و مال سب کی بازی لگا دیتے ہیں۔ بات وہی ہے کہ دین کی صحت و مرض بیماری و ہلاکت یا معروف و منکر کی شعوری اہمیت و وزن ایسے دیندار والدین کے قلب میں بھی دنیاوی زندگی کے معمولی نفع و ضرر کے برابر بھی مشکل ہی سے ہوتی ہے۔ اس کا بڑا سبب بھی یہی ہے کہ جس چیز کی برائی بھلائی کا شعور و احساس بہ حیثیت مجموعی پورے معاشرہ میں مردہ ہو چکا ہو اس کے کچھ افراد اگر اپنے ذاتی عمل کی حد تک معاشرہ کی عمومی روش سے

Marfat.com

کچھ الگ بھی ہوں تو اس کی وجہ بالعموم کوئی اتفاقی و استثنائی عادت کی سی "لَمَّا یَدۡخُلِ الۡاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ" والی نیم جان ہی ہوتی ہے نہ کہ دل میں جاں گزیں یا شعوری ایمان و یقین کی زندگی و سرگرمی کی طرح فعال و جاندار، جولانیاں دوسروں میں بھی صحتمند زندگی ہی کے آثار و افعال دیکھنا چاہتی ہے۔

افسوس کہ علما و خواص کا ایمان تک محض انفعالی ہو کر رہ گیا ہے۔	اب تو عوام کیا علما و خواص تک کا ایمان کچھ نیم جان اور انفعالی ہو کر رہ گیا ہے کہ بڑے بڑے خاندانی علما و

مشائخ کے گھروں میں بھی یہی عبرتناک تماشہ دیکھا جاتا ہے۔ ابھی ایک دو پشت پہلے باپ دادا مسلم عالم و بزرگ تھے لیکن بیٹوں پوتوں کی وضع قطع صورت شکل باپ دادا سے کیا ملتی، نماز روزہ کے معمولی واجبات و فرائض اور بہتوں نے ایمان و اعتقاد تک سے آزادی حاصل کر لی ہے۔ اس کے بعد اسلامی معاملات و اخلاق اور معاشرت کا ماتم ہی کیا یہی نہیں کہ اولاد کی معاملاتی بدعنوانیوں پر کوئی موثر مواخذہ نہیں بلکہ جان کر بھی ایسی اولاد کے ایسے معاملات میں بواسطہ یا بلاواسطہ معین و مددگار ہیں، جن سے ان کی بدمعاملگیوں کی اور ہمت بڑھتی ہے۔ رہیں اخلاقی و معاشرتی کوتاہیاں تو ڈھونڈے ہی سے اب ویسا کوئی عالم و بزرگ ملے گا جس کی مجلس خود ہی کبر و ریا حسد و غیبت، حرص و ہوس، نفس و نفسانیت، جاہ طلبی و زر پرستی کی باتوں سے گرم نہ رہتی ہو تو اہل و عیال یا اپنے توابع اور عام مسلمانوں کی روک ٹوک کا سوال ہی کیا! کہاں حدیث میں آتا ہے کہ "معروف و منکر کے امر و نہی یا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا آدمی اور جو کچھ بھی

Marfat.com

گفتگو کرتا ہے اس کے حق میں بڑی ہی بری ہوتی ہے" کہاں عوام و جہلا نہیں ہمارے خواص و علما کی مجلسوں کو بھی جا کر دیکھ لیجئے بالعموم ان ہی باتوں خصوصاً منکرات پر روک ٹوک سے خالی ہوں گی۔ جو حضرات خاص طور پر مسلمانوں کی اصلاحی خدمات ہی میں مشغول ہیں ان کی بھی خاص مجلسوں کو معروف و منکر کے خصوصی امر و نہی سے آپ خالی ہی پائیں گے۔ بیشک نرمی سے کہئے، حکمت و دانائی سے کہئے، تنہائی میں سمجھائیے لیکن کہئے تو ایمان و عمل صالح کے ہر چھوٹے بڑے معروف و منکر کے معاملہ میں۔

بہت سے منکرات کو ہم معمولی اور ناقابل توجہ سمجھنے لگے ہیں۔ ایک اور بڑی غلطی اور غلط فہمی بہت سے منکرات و معاصی کے صغیر و خفیف یا چھوٹے اور ہلکے ہونے کے استخفاف بلکہ استحقار کی پھیل گئی ہے حتیٰ کہ ماڈرن علما کی زبانوں پر ان کا "محقرات امور" تک ہونا آجاتا ہے!! اور بعض حضرات تو ان کی اصلاح کو نظر انداز کر دینا ہی عین اصلاحی حکمت و دانش خیال فرماتے ہیں۔ حالانکہ معصیت چھوٹی ہو یا بڑی ہے بہر حال وہ معصیت یعنی خدا کی نافرمانی یا اس کی ناراضی کا سودا۔ اور خدا کی چھوٹی سی چھوٹی ناراضی کو چھوٹا سمجھنا اور چھوٹا سمجھ کر بھول چوک سے نہیں دیدہ و دانستہ بے جھجک برابر خریدتے رہنا۔ خود ہی سوچئے کہ کتنی بڑی بے باکی و جسارت بلکہ خدائے ذوالجلال کی عظمت و جلال کی صریح عملی نفی ہے۔ یہی راز ہے کہ چھوٹے چھوٹے گناہوں کو جان بوجھ کر برابر کرتے رہنا یا صغائر پر اصرار خود کبیرہ یا بڑا گناہ یا بڑی نافرمانی بن جاتا ہے۔ ذرا خود اپنی فطرت کو ٹٹولئے کہ جس کی جتنی زیادہ عظمت و محبت آپ کے قلب میں ہوتی ہے اتنا ہی زیادہ آپ اس کی

Marfat.com

چھوٹی سی چھوٹی ناراضی و نافرمانی سے بھی طبعاً کتنا بچتے اور دور رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ذرا ذرا سی باتوں میں آپ اس کی خوشی و خوشنودی کا منہ دیکھتے رہتے ہیں۔ پھر سوچئے تو سہی کہ ایمان و اسلام کا دعویٰ کرنے والے کی نظر میں اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون معظم و محبوب ہو سکتا ہے یا ہونا چاہئے۔

"جمال پسندی" کا فطری جذبہ دین ہی کے معاملہ میں سرد ہو جاتا ہے

ایک اور انسان کی بالکل فطرت ہی کا مطالبہ ہے کہ وہ مقدور بھر اپنی چھوٹی سی چھوٹی چیز کو بھی ناقص یا داغدار رکھنا دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ کھانے پینے، رہنے سہنے ہر معاملہ میں اپنی والی "خوب سے خوب تر" ہی کی جستجو میں لگا رہتا ہے۔ دنیا کی ادنیٰ سے ادنیٰ مرغوب و مطلوب شئی میں کمال ہی کا طالب و حریص رہتا ہے۔ بلکہ جب پورے کمال کا ساعی ہوتا ہے تب ہی جا کر اس کو تھوڑا بہت دلخواہ درجہ نصیب ہوتا ہے۔ پھر کیا قناعت کی مشق کے لئے دین اور دین کی باتیں یا خدا و رسول کی رضا و ناراضی کے اوامر و نواہی رہ گئے ہیں۔ ایک اور مثال بہت موٹی لیجئے کہ کسی دولتمند ہزاروں لاکھوں کے مالک کے اگر دس پانچ روپے جیب سے گرتے رہتے ہوں تو کیا وہ ان کو برابر گرتے یا کسی اور طرح بے پرواہی سے ضائع جاتے دیکھتا رہے گا۔ ایسا کرنے والا اگر دولتمند ہو بھی تو مفلس ہوتے دیر اس کو بھی نہ لگے گی۔

بات یہ ہے کہ دین کی دولت کا دولت ہونا کیا سچ پوچھئے تو دین کی حقیقت ہی ہماری نظر سے غائب ہے۔ جب دنیا کی چند روزہ زندگی —— وہ بھی ایسی کہ ٹھکانا ایک روز کیا ایک سانس کا نہیں —— اس کی ضروریات ہی نہیں فضولیات تک کی چھوٹی

Marfat.com

چھوٹی چیزوں کے بناؤ سنوار میں اپنی والی ہم کوئی کور کسر لگی نہیں رکھتے، تو دین جس کی حقیقت یوم دین یا آخرت کی نہ ختم ہونے والی زندگی ہے اُس کے بناؤ بگاڑ، ترقی وتنزل، نقص وکمال کے کسی معاملہ کو حقیر وخفیف یا چھوٹا اور ہلکا جاننا، خدا ورسول کی عظمت ومحبت کی شان سے قطع نظر بجائے خود خالص طبعی وفطری نقطۂ نظر کے بھی سراسر منافی ہے۔ کوئی سلیم الفطرت انسان اپنے صاف وشفاف کپڑوں پر ذراسی نجاست کی چھینٹ یا داغ دھبہ لگ جانا اتفاقی طور بھی پسند نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ ایسے دھبوں کو چھوٹا جان کر سارے لباس پر ان کی گل کاریاں بے فکری سے کرتا رہے۔ دین کی قدر وقیمت اور یوم دین کی حقیقت پر نظر رکھنے والے کو تو اپنی آخرت کے سدا بہار ایک پھول پتی کے برباد ہونے کا بھی اتنا غم ہوتا ہے کہ قرون اولیٰ کے صحابہ وتابعین کا نہیں، اس گئی صدی کے اواخر اور اسی ہندوستان کا ذکر ہے کہ دیوبند کے ایک بزرگ حاجی محمد عابد صاحبؒ کو:۔

"ایک روز بہت رنجیدہ دیکھا گیا۔ کبیدگی وافسردگی کی یہ حالت تھی کہ جیسے کسی جواں مرگ پر ہو۔ جب سبب دریافت کیا گیا تو بہت اصرار کے بعد معلوم ہوا کہ اٹھائیس سال بعد آج جماعت صبح کی تکبیر تحریمہ فوت ہو گئی۔"[1]

گر زباغِ دل خلالے کم بود
بر دلِ سالک ہزاراں غم بود

---

[1] سوانح قاسمی جلد دوم از مولانا گیلانی رح ص ۲۴۱ -

Marfat.com

خداکی "رحمانیت" کا غلط تصور بھی صراطِ مستقیم سے ہٹائے ہوئے ہے!

ایک اور زبردست بڑا شیطانی نرغہ وفریب خوف ورجا کے ایمانی اعتدال وتوازن کے بجائے خارجیت کے دوسرے سرے پر رجائیت ومرجیئت کا غلو وغلبہ ہے جس نے سلف سے خلف تک اچھے اچھے اہلِ علم کو صراطِ مستقیم سے ڈگا دیا۔ یعنی خدا کی رحمت ورحمانیت، عفو وکرم پر بھروسہ کرکے معاصی ومنکرات پر دلیر ہو جانا۔ بشر بشر ہی ہے فرشتہ نہیں۔ وہ ایمان وعمل صالح کے اونچے سے اونچے مقام پر پہنچ کر بھی بشریت کے تقاضوں اور لغزشوں سے معصوم نہیں بن جاسکتا کہ خدا کی رحمت ومغفرت سے بے نیاز ہو جائے بلکہ سچ یہ ہے کہ حق تعالیٰ جل جلالہ کی عظمت وکبریائی کے سامنے حضرات انبیا علیہم السلام بھی باوصف معصومیت اپنے ایمان وعمل کے انتہائی کمالات کو بھی ہیچ در ہیچ ہی پاتے اور نجات ومغفرت کے لئے پناہ اس کے فضل وکرم ہی کے دامن میں ڈھونڈتے اور پاتے ہیں۔ باقی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کو بہانہ بناکر بڑے چھوٹے کسی طرح کے معاصی ومنکرات پر دیدہ ودانستہ نفس کو مسلسل ڈھیل دیتے رہنا اس کا سبب تو جیسا کہ حضرت امام غزالیؒ کی تشخیص ہے کفرِ خفی یا پھر حماقت جلی ہے ارشاد[1] ہے کہ

"تو دو[2] ہی وجہ سے اپنے نفس کو ڈھیل دیتا ہے ایک کفر خفی اور ایک حماقت صریح۔

کفر خفی یہ ہے کہ یوم حساب پر تیرا ایمان کمزور ہے اور ثواب وعقاب سے تو ناواقف ہے،

---

[1] مولانا علی میاں سلمہ کی تازہ تصنیف "تاریخ دعوت وعزیمت" سے مستفید ہو رہا تھا کہ ص ۱۶۴ پر یہ برمحل ارشاد ہاتھ آگیا۔

Marfat.com

اور صریح حماقت اللہ تعالیٰ کی تدبیر مخفی اور اس کے استدراج کا خیال کئے بغیر
اس کے عفو و کرم پر اعتماد ہے۔ حالانکہ (دنیا و معاش کے معاملات میں) تو روٹی
کے ایک ٹکڑے، غلہ کے ایک دانے اور زبان سے نکلے ہوئے ایک کلمہ کے لئے خدا پر
بھروسہ کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتا، بلکہ اس کے حصول کے لئے ہزار جتن کرتا ہے
اور اس جہالت کی وجہ سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مصداق
ہو کہ الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق
من اتبع نفسہ ھواھا وتمنی علی اللہ الامانی (ہوشیار ہے جو اپنے
نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے عمل کرے اور احمق وہ ہے جو
اپنے نفس کو اپنی خواہشات کے پیچھے لگا دے اور اللہ پر آرزوئیں باندھتا رہے"۔)

واقعی اسلام کا دعوی کرنے والے اُن دانشمندوں کی یہ منطق و ذہنیت عجیب ہی عجیب ہے، کہ دنیا کی مسافرانہ زندگی کے ادنیٰ ادنیٰ اغراض و مقاصد کے لئے بھی ہزار جتن کرتے ہیں لیکن آخرت کی ہمیشگی والے وطن کی خیر و فلاح کے معاملہ میں خدا کے رحم و کرم اور عفو درگذر پر اعتماد و تکیہ کافی جانتے ہیں!

ہر گناہ ایک بیماری ہے اور غفلت اس کو مہلک بنا دیتی ہے۔

کہنا یہی ہے کہ معاصی و منکرات چھوٹے ہوں یا بڑے ہیں سب بیماریاں ہی۔ بارہا چھوٹی سی بیماری مسلسل غفلت و بے فکری کی بدولت بڑی سے بڑی بیماری کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ چھوٹی چھوٹی بیماریاں اگر جسم بھر میں یا اکثر اعضاء و جوارح میں پھیل جائیں تو

Marfat.com

بھی زندگی کے مقاصد و مشاغل سے آدمی بڑی حد تک ناکارہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ داڑھ میں درد ہو، آنکھوں میں آشوب ہو، پاؤں میں لنگ ہو، ہاتھ کی انگلیوں میں ورم ہو تو بتائیے کہ ایسا آدمی زندگی کا کونسا کام ٹھیک کر سکتا ہے۔ اسی طرح دین کی چھوٹی چھوٹی بیماریاں ہی اگر عقائد و دیانات، عبادات و معاملات و معاشرات، غرض! ایمان و عمل صالح کے سارے اعضاء و جوارح میں پھیل گئی ہوں اور ان کو چھوٹا یا ہلکا جان کر پیہم ان سے بے پرواہی برتی جا رہی ہو، تو یہ صغائر خود ہی کبائر نہ بن جاتے تو بھی ان میں مبتلا کیا صحت مند دینی زندگی کے حقوق ادا کر سکتا ہے۔ چہ جائیکہ بہ حیثیت مجموعی ایمان و عمل صالح کا سارا تن بدن کم و بیش صغائر و کبائر سب سے داغ داغ ہو رہا ہو، تو اسلامی تعلیمات کے وہ دینی دنیوی، انفرادی و اجتماعی برکات و ثمرات جو خود اسلام کی کتاب میں قدم قدم پر ایمان و عمل صالح کی صحتمند زندگی ہی کے ساتھ مشروط و موعود ہیں ان کے بجائے زیان و خسران یا گھاٹے ہی گھاٹے کے سوا کچھ ہاتھ لگ سکتا ہے۔

تقریروں، تحریروں، کتابوں، رسالوں میں دن رات ہم عہدِ رسالت و خلافتِ راشدہ کے واقعات اور تاریخ کو دہراتے رہتے ہیں حالانکہ اس عہد سعادت میں زبان و قلم چلانے کا تو کہنا چاہیئے کہ نام ہی نہ تھا، سارا زور ایمان پر مبنی، عبادات و معاملات، اخلاق اور معاشرت کے چھوٹے بڑے اوامر کے اتباع اور نواہی سے اجتناب پر تھا۔ اور یہ اتباع و اجتناب بھی خود غرضانہ یا اپنی ہی ذات تک محدود نہ تھا بلکہ دوسروں کو معروف و منکر کا امر و نہی کرنا بھی خود اپنا ہی عمل صالح جانتے اور اس کے واجبات و

Marfat.com

مستحبات کا اپنے کو اس طرح مامور و مسئول یا ذمہ دار و جواب دہ جانتے جس طرح خود اپنی ذات کے اعمال و افعال کا۔ کبائر کے عام ارتکاب کا تو ان قرون خیر میں سوال ہی کیا۔ سیکڑوں ہزاروں میں ایک آدھ سے بھی ان کا صدور ہو جاتا تو ایمانی حس و ادراک اتنا بیدار و جاندار اور خدا و آخرت کا خوف اتنا شدید کہ اس کے مقابلہ میں عورتیں تک خود اپنے جرم کا اقرار کر کے باصرار سنگ ساری کی عبرتناک موت قبول کر لینا آسان جانتی تھیں۔

دوسروں کو امر و نہی کی جو کچھ نوبت آتی تھی وہ زیادہ تر چھوٹی چھوٹی کوتاہیوں پر ان بظاہر چھوٹی چھوٹی باتوں پر روک ٹوک کا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ زبان اور دل سے جیسا اہتمام تھا۔ تینوں کی مثالیں اوپر گذر چکی ہیں۔

استیذان یا حصول اجازت بظاہر ایک معمولی معاشرتی ادب کا معاملہ ہے لیکن متفق علیہ روایت بخاری و مسلم دونوں میں یہاں تک ہے کہ "اگر بلا اجازت تم کو کوئی جھانکے بھی اور تم اس کو کنکری مار دو جس سے اس کی آنکھ ہی کیوں نہ پھوٹ جائے تو تم پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔" عام عادت ہے کہ دروازہ پر کوئی آواز یا دستک دے اور پوچھو کہ کون ہے؟ تو جواب میں صرف "میں" کہہ دینے کی عادت ہے۔ ایک دفعہ حضرت جابرؓ نے ایسا ہی جواب دیا تو آپؐ نے نہایت ناگواری سے فرمایا کہ "میں کیا" اصاف نام لے کر بتلانا چاہیے کہ فلاں ہوں۔

Marfat.com

صحابۂ کرام میں چھوٹی چھوٹی باتوں کی نگہداشت

معلم کتاب وحکمت علیہ التسلیم والتحیہ کی اسی نبوی تعلیم وتربیت کا اثر حضرات صحابہ میں یہ تھا کہ خدا ورسول کی نافرمانی و ناراضی کی چھوٹی سی چھوٹی بات بھی ان کی نظر کے سامنے آجاتی تو اس کو نظر انداز نہ کرنا کسی حال میں بھی گوارا نہ فرماتے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جن کی عظمت آج حکومت کے متوالوں کی نظر میں زیادہ تر اُن کے ایک کامیاب صاحب حکومت و سیاست کی ہے، دیکھو کہ ان کی نظر بھی ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی کتنی رہتی تھی جن کو ہماری بڑی بڑی اصلاحی دعوتوں اور نامی گرامی دینی مدرسوں کے اچھے اچھے صاحب علم وصلاح ذمہ دار بھی اتنی چھوٹی جانتے ہیں کہ طلبا کیا اساتذہ تک کو معمولی و زبانی تنبیہ تفہیم تک کے درخور نہیں خیال فرماتے۔ آپ کو شہید کیا جا چکا ہے' آخری وقت ہے، عین اس حالت میں اسی نام نہاد "چھوٹی" بات پر بھی امر ونہی کا یہ خیال کہ کوئی نوجوان ٹخنوں سے نیچی ازار میں سامنے آجاتا ہے تو فرماتے ہیں کہ "بیٹا ازار ٹخنوں سے اونچا رکھا کرو، اس میں صفائی بھی اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری بھی"۔ ان ہی فاروق اعظمؓ کا قول ہے کہ کسی کو اس کے عیب پر مطلع و متنبہ کر دینا، اس کو ہدیہ دینے کے ہم معنی ہے۔ ہدیہ کا حکم وحکمت یہ ہے کہ اس سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے — تھادوا تحابوا — لیکن آج بالعموم سب سے زیادہ نامحبوب ونامرغوب بلکہ مبغوض ہدیہ کسی دینی معروف ومنکر کا امر ونہی ہے جو بارہا محبت کے بجائے اُلٹے نفرت کا سبب ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر کسی نوکری چاکری یا جاہ ومال وغیرہ کے

Marfat.com

کسی دنیوی نفع وضرر سے کسی کو آگاہ کردو تو البتہ تم کو اپنا بہت بڑا دوست وخیر خواہ جانے گا!

حضرت امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں جہاں مسجد وبازار وغیرہ مختلف مقامات ومواقع کے منکرات گنائے ہیں وہاں راستہ کے منکرات میں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں تک شامل ہیں کہ کوئی راستہ میں خربوزہ کے چھلکے یا اتنا پانی ڈالدے جس سے لوگوں کے پھسلنے کا ڈر ہو تو اس کو بھی روکنا چاہیئے۔ جانور پر کوئی اس کے برداشت سے زیادہ بوجھ لادے جارہا ہو تو اس کو بھی منع کرنا واجب ہے۔

خیر القرون کے بعد بھی مدت تک امر ونہی کا اہتمام رہا

خدا ہی بہتر جانتا ہے یا تاریخ کے جاننے والے کچھ بتا سکتے ہوں کہ امت محمدیہؐ کی تاریخ میں یہ افتاد کب سے پڑی کہ اس فاروقی ہدیہ کا اب راستہ گلی یا غیروں پرایوں میں کیا خود اپنوں اور اپنے گھروں میں نہ خوش دلی سے کوئی دینے والا ہی ملتا ہے نہ لینے والا۔ اگرچہ خلفائے عباسیہ کے زمانے ہی میں کم وبیش ہر طرح کے منکرات ومفاسد پھیل چکے تھے، تاہم امام صاحب ہی نے ایسے واقعات نقل فرمائے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک معروف ومنکر کے امر ونہی کا فریضہ مسلمان معاشرہ میں آج کل کی طرح نسیا منسیا نہیں ہو چکا تھا۔ ایک طرف خود ان خلفا تک کو لوگ ٹوک دینے کی جرأت رکھتے تھے۔ دوسری طرف عوام میں بھی ایک دوسرے کو روک ٹوک کرنے والا پائے جاتے تھے۔

"خلیفہ مامون کو معلوم ہوا کہ ایک شخص بلا خلیفہ کے حکم واجازت کے لوگوں میں

Marfat.com

معروف و منکر کا امر و نہی کرتا ہے۔ خلیفہ نے بلوا کر پوچھا کہ تم بلا ہماری اجازت کے ایسا کیوں کرتے ہو۔ مامون اس وقت کرسی پر بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا جس کا کوئی حصہ گر کر اس کے پاؤں کے تلے آ گیا تھا۔ اس نے کہا کہ پہلے اپنا پیر خدا کے ناموں پر سے ہٹا لیجیے پھر جو کچھ فرمانا ہو فرمائیے۔ مامون مطلب نہ سمجھا اور بار بار پوچھتا رہا کہ کیا کہتے ہو؟ آخر چوتھی بار اس شخص نے کہا کہ یا تو آپ خود اٹھا لیں یا مجھ کو اجازت دیں کہ میں اٹھا لوں۔ اجازت دی تو اس نے پاؤں تلے کی کتاب کی طرف اشارہ کیا تب خود مامون نے کتاب کو اٹھا کر چوم لیا۔ اس کے بعد پھر اس شخص سے سوال کیا کہ تم امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیوں کرتے ہو؟ یہ تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے کہ

جب ہم ان کو زمین پر اقتدار عطا کرتے ہیں تو الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف لوگوں کو معروف و منکر کا امر و نہی کرتے ہیں۔ ونھوا عن المنکر۔ (۲۲/۴۱)

اس نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین آپ نے بجا فرمایا لیکن ہم (عوام یا رعایا) اس معاملہ (یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر) میں آپ ہی کے مددگار ہیں۔ اور اس کا انکار وہی کرے گا جو کتاب و سنت سے ناواقف ہو، خود اللہ تعالیٰ ہی کا ارشاد ہے کہ

مسلمان مرد ہوں یا عورت سب ایک دوسرے المومنون والمومنات بعضھم کے مددگار و خیر خواہ ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے اولیاء بعض یامرون بالمعروف کو معروف و منکر کا امر و نہی کرتے ہیں۔ وینھون عن المنکر۔ (۹/۷۱)

Marfat.com

اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی مثال عمارت کی سی ہے جس کی ایک اینٹ دوسری کو سنبھالتی ہے ـــــ المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً ـــــ تو جو شخص کتاب وسنت کے احکام (یا اوامر و نواہی) کے جاری کرنے میں آپ کی مدد کرے، اس کا شکر گذار ہونا چاہیے۔"

یہ اور اس قسم کی جو دوسری حکایات امام صاحب نے ذکر فرمائی ہیں ان ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خیر القرون اور خلافت کے بعد بھی مدتوں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اسلامی انتظام ونظام کی اس اہمیت کا کچھ نہ کچھ احساس واہتمام عام مسلمانوں تک میں موجود تھا کہ اس کو صرف علماء وحکام کا فریضہ نہیں جانتے تھے، بلکہ خود قرآن کی اس آیت (اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ) کی رو سے جس کو راقم ہذا بار بار دہراتا آیا ہے معروف ومنکر کے امر و نہی یا نگرانی کو ہر مسلمان کی ایمانی واسلامی ذمہ داری جانتے تھے اور المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً کی حدیث کی رو سے تو سچ پوچھئے مسلمان اجتماعی حیثیت سے ایسی عمارت بن ہی نہیں سکتے جس کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کو تھامے ہو، جب تک امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ذریعہ اپنے اپنے محل ومقام کے مناسب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی ایمان وعمل صالح کی اینٹ کا سہارا نہ بنا رہے۔ معروف ومنکر کی حقیقت ہی اس کے سوا کیا ہے کہ وہ نام ہے معاشرہ میں ایمان وعمل صالح کی اسلامی زندگی کے تمام چھوٹے بڑے احکام یا اوامر ونواہی کے عملی اجرا کا۔ [1]

(سلہ حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

ایک خصوصی معاشری اصلاح کی کوشش عام ہونی چاہئے	یاد بخیر۔ تھانہ بھون ہی کی یاد نے ایک اور بہت بڑے فساد کی یاد تازہ کردی جس کا تعلق بھی دراصل معروف و

منکر ہی کے امر و نہی سے ہے۔ مراد ذات البین کا فساد ہے۔ معاشرہ میں کتنی گوناگوں دینی و دنیوی، جانی و مالی، انفرادی و اجتماعی تباہیاں اور بربادیاں آپس کے بگاڑ اور

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

لہ اس سراپا منکرات کو الحمدللہ خورد و بزرگ بہت سے علما و صلحا سے تعلق کی سعادت نصیب رہی مگر پوری زندگی میں عمر میں صرف ایک خورد مگر علم و صلاح میں بزرگ ایسے ناصح ملے جن سے تجربہ ہوا کہ دین واقعی سراسر نصیحت و خیر خواہی (الدین النصیحۃ) ہے۔ یہ خود راقم احقر کی وضع و قطع کی بعض ظاہری کوتاہیوں سے لے کر اولاد کی تربیت تک کے معاملات میں خورد اور خوردبین رہ کر اس وقت تک برابر ہر چھوٹی سی چھوٹی بات کی طرف متوجہ فرماتے رہے، جب تک احقر کے عذرات معقول و مقبول ہونے کا اطمینان نہ فرمالیا۔ یا اس نے اپنی رائے و عمل سے رجوع نہ کرلیا، یا رجوع سے مایوس نہ ہوگئے۔ بے کہے رہا نہیں جاتا کہ یہ واحد استثنائی مثال سب سے کم عمر ایک تھانوی تربیت یافتہ ——— نام بھی لے دینے ہی کا جی چاہتا ہے ——— حضرت مولانا سید ابرار الحق صاحب سلمہ (ہردوئی) کی ہے۔ ان کا ناصحانہ و خیر خواہانہ معاملہ حسب تعلق کم و بیش سب ہی اہل تعلق سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس اسلامی اخوت، دینی نصیحت اور ایمانی نگرانی و ولایت کی جزائے خیر بال بال بے حساب عطا فرمائے کہ نہ صرف اپنی ذات تک بلکہ اپنی تبلیغی و اصلاحی دعوت الحق کے ذریعہ اللہ کی کتاب اور اس پر مبنی رسولؐ کی سب سے اہم لیکن مردہ اصلاحی سنت کے نظم و نظام کو از سر نو زندہ فرما رہے ہیں۔ لیکن دوسری طرف بعض تھانوی نسبت والے اکابر ہی کا یہ بھی تجربہ ہوا کہ اپنی اولاد و توابع معتقدوں مریدوں تک سے اپنی طبعی کمزوری یا ان کی وجاہت وغیرہ سے متاثر ہو کر چشم پوشی و خاموشی ہی نہیں اختیار فرماتے، ہم نوائی تک فرما دیتے ہیں اور صریح منکرات پر مطلع ہو کر بھی بہ لطائف الحیل ان کی اصلاح سے گریز فرماتے ہیں حالانکہ پیری و مریدی کے تعلق کو خود حضرت مجدد وقت حکیم الامت علیہ الرحمہ نے اولاد و والدین یا میاں بیوی کے تعلق سے بھی زیادہ ذمہ داری و مسئولیت قرار دیا ہے۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

جھگڑوں ہی کا وبال ہوتی ہیں جو بارہا چھوٹی چھوٹی باتوں سے شروع ہو کر بڑی سے بڑی دشمنی تک جا پہنچتی ہیں۔ عمر بھر کی محبتیں عداوت میں تبدیل ہو جاتی ہیں، پرانے پرانے دوست ایک دوسرے کے جانی دشمن ہو جاتے ہیں۔ بھائی بھائی کا گلا کاٹنے پر آمادہ بلکہ بیٹا باپ کے اور باپ بیٹے تک کے خون کا پیاسا ہو جاتا ہے جس کا توڑ ایک ہی ہے

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) کہ بیعت کی حقیقت ہی مرید کی طرف سے صریح معاہدۂ اتباع کی ہے اور پیر کی طرف سے صریح معاہدۂ اصلاح ہے اس لئے مرید کی اصلاح کے معاملات میں چشم پوشی و خاموشی دراصل کھلی خیانت و بدعہدی ہے۔ ارشاد ہے کہ

> "ایک وہ ہیں جنھوں نے اطاعت کا ہم سے صریح معاہدہ نہیں کیا ہے جیسے بی بی بچے کہ گو شرعاً ان پر ہماری اطاعت واجب ہے مگر انھوں نے صراحتاً اس کا کوئی التزام و معاہدہ نہیں کیا کہ تم ہم کو تعلیم و تبلیغ کرو، ہم تمہاری تعلیم پر عمل کریں گے۔
> مگر ایک ایسا تعلق ہے جن میں دوسرا شخص ہماری اطاعت کے صریح التزام کا عہد کرتا ہے یعنی پیری و مریدی کا تعلق۔ کیونکہ پیری و مریدی نام ہی ہے مرید کی جانب سے معاہدۂ اطاعت کا اور پیر یا شیخ کی جانب سے معاہدۂ تعلیم و اصلاح کا۔ صرف ہاتھ میں ہاتھ لیکر سبق پڑھا دینے کا نام پیری و مریدی نہیں جیسا کہ آج عام طور پر سمجھ لیا گیا ہے کہ بس ایک مرتبہ سبق پڑھ لیا اور مرید ہو گئے، اب نہ پیر کے نزدیک تعلیم ضروری نہ مرید کے لئے اتباع۔ مجھے اس میں کلام ہے کہ اس طرح کسی طالب علم کو چپکے سے جلد مرید کر لینا جائز بھی ہے یا نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں مرید کی اس غلطی کی گویا توثیق ہے کہ ہاتھ میں ہاتھ دینا ہی بیعت کی حقیقت ہے۔"

مرید غریبوں کا سوال ہی کیا، تجربہ و تحقیق کر کے دیکھ لیجئے تھانوی حلقہ کے باہر پیر ہی شاذ و نادر ایسے ملیں گے جو بیعت کی حقیقت ہاتھ میں ہاتھ دینے سے زیادہ کچھ جانتے اور بتاتے ہوں۔ باقی مرید کے معروف و منکر یا اصلاح کی ذمہ داری کا احساس ابھی دیکھئے ہی دیکھئے (باقی حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

کہ اصلاح ذات البین جو دراصل معروف و منکر ہی کے امر و نہی کی ایک صورت ہے اس کا معاشرہ میں رواج و اہتمام اس درجہ عام ہو کہ عزیزوں دوستوں تعلق والوں میں جہاں باہم دو شخصوں میں کوئی کشمکش و کشیدگی شروع ہو، بات بڑھنے اور جڑ پکڑنے سے پہلے ہی سلجھانے اور ملانے کی کوشش لازم ہے۔ ابتدا میں کامیابی آسان ہوگی۔

مگر یہ کوشش کرے کون؟ ہمارے بہتیرے مسلمان بھائیوں کا تو الٹے خاص مذاق ٹھہرانا اور فساد ڈلوانا ہی ہوتا ہے۔ جو اس حد تک نہیں جاتے، ان میں بھی بہت زیادہ وہ ہوتے ہیں جو لوگوں میں آپس کے بگاڑ کا تماشہ دیکھ کر لطف ضرور اٹھاتے اور موقع پاکر آگ کو بھڑکا دینے سے نہیں چوکتے۔ بعض اچھے اچھے تہجد و تسبیح والوں کو بھی اس کارخیر میں کمی کرتے نہیں دیکھا۔ بڑا ولی ان کو سمجھنا چاہیئے جو محض غیر جانبدار تماشائی بنے رہنے پر قناعت کر لیتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس تماشہ کو تاسف و تکلیف کے ساتھ

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) خود تھانوی پیروں میں کمیاب ہوتا جارہا ہے حالانکہ تھانوی پیران پیر کی نظر میں یہ صریح خیانت و معصیت ہے۔

"جس میں ترکِ تبلیغ کے ساتھ وعدہ خلافی کا گناہ بھی شامل ہے کیونکہ حقیقت بیعت کی رو سے جس طرح مرید کی طرف سے اطاعت کا وعدہ ہوتا ہے اسی طرح شیخ کی طرف سے اصلاح کا۔ حیرت ہے کہ مقتضی موجود ہے اور موانع سب مرتفع، پھر بھی پیر صاحب مریدوں کے افعال پر خاموش ہیں، کچھ روک ٹوک نہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیوخ یا تو پیری کی حقیقت نہیں سمجھے یا جان بوجھ کر پہلوتہی کرتے ہیں۔" (تجدید تعلیم و تبلیغ ص ۱۴۰ دا۱۴)

کم از کم تھانہ بھون میں پیری و مریدی کی حقیقت کا یہ سبق اتنا رٹایا جاتا تھا کہ جان بوجھ کر پہلوتہی کے سوا اتنی جلد اس سبق کے بھولنے کا حسن ظن بہت ضعیف الحافظہ حضرات ہی سے کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

دیکھتے ہیں۔ باقی ایسا تو شاذ ہی کوئی اللہ کا بندہ ہوتا ہوگا جس کو اپنے خاص دوستوں عزیزوں میں بھی اصلاح ذات البین کی کوئی خاص فکر ہوتی ہو، اور ایسے تو بڑے بڑے دینداروں میں بھی عنقا کا حکم رکھتے ہیں، جو اس کو دین و آخرت اجر و ثواب کا کوئی بڑا کام جانتے اور خود اس میں کوئی خاص بڑی دلچسپی لیتے اور کوشش فرماتے ہوں، کم از کم راقم عاجز کو تو مدت العمر میں ایک ہی آدھ ایسی مثال ملی وہ بھی ادھوری، نیم دلانہ کوشش و دلچسپی کی۔

"حکیم الامت" کی امتیازی شانِ اصلاح

ہاں اس بارے میں بھی اگر کوئی بالکل استثنائی تجربہ ہوا تو وہی تھانہ بھون والے بدنام "سخت گیر و سخت مزاج" حکیم الامت کا اپنے ہی ایک نہیں کئی خانگی معاملات میں اور کیا کہوں کہ شان ہر معاملہ میں عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ[1] والے نبی الامت (فداہ ابی وامی) ہی کی ایسی سراپا رافت و رحمت کی کہ اس وقت بھی یاد سے دل بھر آرہا ہے! ایک معاملہ میں تو ایک قریب ترین عزیز نے پوری مسل اس مجرم کے جرائم کی مرتب کرکے خدمت میں بالا بالا بھیج دی تھی۔ یہ تو کیا ہوتا کہ اس سیہ کار کے ساتھ کسی حسن ظن کی بنا پر کوئی یکطرفہ رائے قائم اور فیصلہ صادر فرما دیتے۔ طول طویل پوری فہرستِ جرائم ملاحظہ فرمائی اور گویہ نالائق نام لیوا حاضر تھانہ بھون ہی میں تھا مگر ایک درمیانی واسطہ سے مسل اس

---

[1] ترجمہ بھی آیت کا تھانوی مفسرین کے قلم سے درج ہے کہ "حضور کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گذرتی ہے اور تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند یا حریص رہتے ہیں، اور یہ حالت تو سب ہی کے ساتھ بالخصوص مومنوں مسلمانوں کے ساتھ تو بڑے شفیق و مہربان ہیں"۔

Marfat.com

تاکید کے ساتھ بھیجی کہ اس کو پڑھ کر اطمینان سے جواب تحریراً ہی عرض کر دوں۔ ایک دوسرے اس سے زیادہ سنگین معاملہ میں تو بلا احقر کی کسی درخواست کے خاص ہدایات اور اہتمام کے ساتھ مخدومہ محترمہ پیرانی صاحبہ مدظلہا تک کو درمیان میں ڈال کر اصلاح فرمائی۔ اصلاح ذات البین کو دین کے ایک اہم حق عباد کی طرح فریقین کے حقوق کی پوری رعایت و اہتمام کے ساتھ ادا کرنے کی کسی دوسری جگہ ان دو سے نہ پہلے کوئی تیسری مثال ملی نہ بعد میں۔ اگر ملیں تو بعض تھانوی اکابر تک کے ہاں بالکل بالعکس مصلحت پسندانہ گریز کی، اور مصلحت بھی کسی فریق کی ناراضی کے سوا کچھ سمجھ میں نہ آئی۔ باقی اور جن ایسے اہل اصلاح سے نیازمندی کی سعادت حاصل ہے جن کے تقویٰ و تقدس کے یوں اور بہت سے تجربات کی بنا پر بہت معتقد و معترف ہوں لیکن جہاں تک اصلاح ذات البین کا تعلق ہے، وہ کیا، جو بڑی بڑی مستقل اصلاحی خدمات ہی کے لئے ماشاء اللہ اپنی زندگیوں کو وقف فرمائے ہوئے ہیں، وہ بھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بجز عام تقریری و تحریری صورتوں کے خاص انفرادی طور پر نہ معروف و منکر کے امر و نہی کو مامور خیال فرماتے ہیں نہ اصلاح ذات البین کو اصلاحی کام۔

حالانکہ حضرات انبیا علیہم السلام کے ہاں تحریر و تصنیف کے "بے پایاں دفتروں" کا ذکر ہی کیا خطاب عام کے ساتھ تقریروں یا خطبوں کا مجموعہ جمعوں کے علاوہ خود خاتم النبیین صلی اللہ علیہ اجمعین کا ہمارے آج کل کے بہت سے گھنٹوں تقریر فرمانے والے انشا گفتار خطیبوں کی شاید دو ہی ایک تقریروں کے مساوی ثابت ہو۔ ورنہ حدیثوں کے

Marfat.com

سارے مجلدات تمام تر انفرادی خطاب خاص یا مجلسی ملفوظات ہی کی نوعیت رکھتے ہیں۔ یعنی ایمان و عمل صالح کی دعوت و تعلیم بھی زیادہ تر انفرادی خطاب کے رنگ میں ہوتی تھی، اور معروف و منکر کے امر و نہی کی شان بھی یہی تھی۔ یہ مطلب بالکل نہیں کہ تصنیف و تالیف یا طول طویل تقریریں حرام ہیں، لیکن لادینی و سیاسی پروپگنڈا بازوں کی طرح ان کی اتنی بھرمار کہ قلم و زبان کی دراز نفسی ہی گویا اصلی کام ہے، یہ یقیناً دین اور دینی و انبیائی طرز و طریق اور روح و مزاج کے خلاف ہے۔ انبیائی دعوت و اصلاح تعلیم و تبلیغ امر و نہی کا اصل طریق انفرادی و مجلسی یا خطاب خاص ہی کا رہا ہے۔ موٹی بات یہ ہے کہ جس چیز کی تعلیم و اصلاح ہم خطاب عام سے ضروری جانتے اس کے خلاف جب اپنی آنکھوں کے سامنے گھر باہر دوستوں عزیزوں ملنے جلنے والوں کو کرتے دیکھیں تو اس کے لئے آنکھیں بند کئے رہنا کیسے جائز ہوگا کہ عام جلسوں، تقریروں یا کتابوں مضمونوں کے ذریعہ تو کہتے ہی رہتے ہیں اور آئندہ بھی کہتے رہیں گے!

اصلاح "ذات البین" کی قرآنی و حدیثی اثاث

بہرحال اس وقت ذکر خاص ذات البین کی اصلاح کا چل رہا تھا یہ تو اور بھی بالکلیہ فریقین ہی کو انفرادی طور پر سمجھانے بجھانے یا کوئی حاکمانہ جاہی و مالی یا اخلاقی اثر حاصل ہو، اس سے عملاً کام لینے ہی کا معاملہ ہے خود قرآن میں دیگر عنوانات کے علاوہ خاص امر ہی کے عنوان سے جو حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں کسی سے لڑائی جھگڑا یا شر و فساد پیدا ہو تو اس کی اصلاح خود ہی کر لیا کرو (فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ) (۵) دوسری جگہ خصوصیت کے ساتھ

Marfat.com

مسلمانوں کو حکم ہے کہ "مسلمان (اپنے پرائے) سب ہی بھائی بھائی ہیں لہذا جن دو بھائیوں میں کچھ جھگڑا فساد پیدا ہوجائے اس کو (جہاں تک تمہارے امکان میں ہو) دور یا اس کی اصلاح کردیا کرو" (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ (۴۹/۱۰)) تو کیا اس حکم کا اصل مطلب یہ ہے کہ "اصلاح ذات البین" پر انشا پردازانہ کوئی مقالہ وکتاب لکھ دیا کرو یا کوئی انشا گفتارانہ دھواں دھار تقریر کسی جلسہ ومجمع میں کردیا کرو! یا مطالبہ یہ ہے کہ جہاں دو شخصوں یا دو فریقوں میں کوئی نزاع وفساد دیکھو تو ترغیب وترہیب اثر ودباؤ وغیرہ کی جو صورت بھی اپنے بس میں ہو اس سے کام لے کر اصلاح کی عملی کوشش کیا کرو۔ اصلاح بین الناس ہی کے حکم کا صدقہ ومعروف کے حکم کے ساتھ ذکر ہے اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ (۴/۱۱۴) یعنی صدقہ ومعروف ہی کی طرح اصلاح بین الناس بھی ایک خیر ونیکی ہی کا کام ہے جس کو خود بھی کرنا چاہئے اور دوسروں سے بھی کرنے کو کہتے رہنا چاہئے۔

ایک متفق علیہ حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ "ہر شخص کے ہر ہر جوڑ بند یا عضو پر ہر سورج نکلنے والے دن یعنی روزانہ صدقہ عائد ہے"۔ ظاہر ہے کہ یہ صدقہ صرف مال یا روپیہ پیسہ کا نہیں ہوسکتا کہ اس کی ہر شخص کو کہاں استطاعت ہوتی ہے اس لئے آگے مثالاً کئی ایسی چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جو مفلس سے مفلس کے بھی اختیار میں ہیں۔ ان میں سب سے پہلے یہی ہے کہ دو شخصوں کے درمیان انصاف وصلح کرا دینا بھی صدقہ ہی ہے، کسی کو سواری پر سوار ہونے میں مدد دینا یا اس کا سامان لدوا دینا بھی

Marfat.com

صدقہ ہے۔ کوئی اچھی بات کہہ یا بتلا دینا بھی صدقہ ہے اور ہر قدم پر جو نماز کے لئے (مسجد جانے میں) اٹھتا ہے وہ بھی صدقہ ہے اور راستہ سے کسی تکلیف کی چیز (کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔ ظاہر ہے کہ صبح اٹھنے سے لے کر رات کو سونے تک جو یہ صدقہ وخیرات ہم پر عائد فرمایا گیا ہے جس طرح اس سے مراد نہ صرف مالی صدقہ ہے اسی طرح صرف زبانی وقلمی دعوت وتبلیغ بھی نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اچھی بات کہہ دینے (الکلمۃ الطیبہ) کی صرف ایک فرد خطاب عام والی تقریر وتحریر بھی ہو سکتی ہے ورنہ اصل مدعا ہر فرد کو وقت وموقع اور اپنی استطاعت کے اعتبار سے دوسروں کی کوئی نہ کوئی عملی خدمت واعانت کرتے رہنا ہے۔

خصوصاً اصلاح بین الناس کی اہمیت تو شارع علیہ السلام کی نظر میں یہاں تک ہے کہ لوگوں میں ملاپ کرانے کے لئے اگر کوئی بھلائی کی بات خلاف کہہ دینے یا "دروغ مصلحت آمیز" سے کام لینا پڑے تو وہ بھی جائز ہے بلکہ ایسا شخص سرے سے دروغ گو ہی نہیں —— لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس فینمی خیرا او یقول خیرا[1] —— ایک اور بخاری ومسلم ہی کی متفق علیہ طویل روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ بنی عمرو بن عوف میں باہم کچھ جھگڑا ہے تو آپ خاص کر کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر اُن میں صلح کرانے تشریف لے گئے جس کی وجہ سے نماز میں کچھ تاخیر ہو گئی۔[2]

---

[1] و [2] ریاض الصالحین باب اصلاح بین الناس۔

Marfat.com

آج کل اس اصلاحی کوشش میں دقت

خود جا کر یہ فرض و سنت ادا کرنے کو تو جانے دیجیے۔ راقم عاجز کو اچھے اچھے مشائخ و علما کا تجربہ یہ ہے کہ درخواست کرنے پر بھی گریز فرماتے ہیں، جس کی وجہ کبھی برسرِ ناحق فریقین کی ناراضی سے بچنا ہوتا ہے اور زیادہ تر یہ کہ ایسا فریق ثالث بالخیر کے منصفانہ یا شرعی فیصلہ کو قبول کرنے ہی پر تیار نہیں ہوتا۔ انتہا یہ کہ حضرت مولائی و مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ جیسے وقت کے مشہور و مسلم شیخ اور سب سے بڑے دینی دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث نے خود راقم احقر کو اسی طرح کے ایک سلسلہ میں تحریر فرمایا کہ

> ”مجھ کو تو حکمیت کا نہایت تلخ تجربہ متعدد مرتبہ ہوا ہے۔ فریقین فیصلے سے پہلے تو بہت اعتقاد ظاہر کرتے ہیں مگر جب فیصلہ کر دیا جاتا ہے تو جس فریق کی خواہش کے مطابق نہیں ہوتا تو مخالف ہو جاتا ہے اور تسلیم کرنے سے منکر ہو جاتا ہے جس سے تمام محنت بے کار ہو جاتی ہے بالآخر میں نے حکم بننے سے انکار کر دیا۔ جب اس پر بھی زیادہ اصرار ہوا تو میں نے رجسٹری کی شرط لگائی۔ مگر افسوس کہ رجسٹری شدہ حکم نامہ کے بعد بھی فیصلہ پر ایک فریق فیصلہ کے بعد راضی نہ ہوا اور مقدمہ بازی کی لعنت پیش آئی۔[1]“

---

[1] مقدمہ بازی کی لعنت کو پوچھیے ہی نہیں۔ خود راقم ہذا کو اپنی شامتِ اعمال اور فتنۂ احوال کی بدولت اس کے کئی کئی تجربات ایسے ہوئے اور ہو رہے ہیں کہ آپ بیتی نہ ہوتی تو یقین آنا دشوار ہوتا۔ مدعی ہونے کی ہمت تو کہاں سے لاتا اس کے مقابلہ میں ہزاروں کے نقصانات اٹھاتا ہوں جانتا رہا۔

ایک طوالت ہی کو لیجیے کہ کسٹوڈین کی طرف سے ایک دعویٰ محض ایک مہربان کی عنایت سے دائر ہو گیا، اس کا سلسلہ ۱۲، ۱۳ سال سے چل رہا ہے اب دو سال سے ہائی کورٹ میں ہے (باقی بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

اناللہ وانا الیہ راجعون! سوچنے کی بات ہے کہ ایسے بزرگ کے مقابلہ میں اس کی عقیدت کے مدعیوں کو ایسی ڈھٹائی کی جرأت کیسے ہوئی۔ یہ نہیں کہ اس ڈھٹائی والے کچے شہدے ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے نماز روزہ بلکہ تہجد و تسبیح والے بھی یہی کرتے ہیں' بات وہی حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ والی یاد آتی ہے کہ دینداروں نے بھی دین خالی نماز روزہ یا اور ترقی کی تو بس عرفی عبادات کے اوراد و نوافل ہی کو سمجھ رکھا ہے۔ باقی اخلاق و معاملات یا حقوق عباد کو دین کی فہرست سے خارج دنیا کے معاملات جان کر اپنے کو آزاد قرار دے لیا ہے۔ اس کے تجربات آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔ جس کو بھی کچھ معاملاتی سابقہ لوگوں سے پڑتا ہے بلا استثنا سب سے شہادت اسی کی ملتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ "دین کامل" کے متعلق محض پوجا پاٹ کا دین ہونے کی خوش فہمی پیدا کیسے ہوئی؟

موجودہ صورتِ حال کی ذمہ داری علماء و مشائخ کی مداہنت پر ہے!

جواب ایک ہی ہے۔ دین کامل یا پورے دین کے پورے احکام اوامر و نواہی کے جو عالم اور انبیائی امانت و وراثت کے جو حامل و وارث تھے پہلے خود ہی دنیا طلب ہو کر اپنے دنیوی معاملات میں دینی

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) پھر عدالتی قانون کی ساخت کچھ ایسی ہے کہ کمزور سے کمزور بلکہ بے بنیاد دعوی کر کے آپ سالہا سال طوالت تو دے ہی سکتے ہیں' اور اگر جعل فریب جھوٹی گواہیوں' کلا کے محنتانوں اور رشوتوں کا حق ادا کرتے رہیں تو کامیاب ہو جانا بھی بے بنیاد سے بے بنیاد دعوی میں بالکل بعید نہیں ورنہ غریب مظلوم کے جان و مال وقت و قوت سب کا دیوالہ نکلوا دینا تو بالکل یقینی ہے۔
سنے سنائے نہیں ہیں تو ذاتی تجربات کی بنا پر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ قانون اور اس کی عدالتیں سراسر ظلم کے اڈے ہیں بلکہ اس کی تعلیم گاہیں ہیں۔ تفصیل اس کی سبق آموزی کے لئے کچھ اپنے "اسباق زندگی" میں کی ہے۔

Marfat.com

ہدایات سے تہاون وغفلت برتنے لگے۔ لازماً ان کے عام مواعظ اور خاص اصلاحی تعلیمات میں بھی یہ حصہ کم وحذف ہوتا رہا۔ بالآخر گھر باہر، اپنوں پرایوں کو خطاب خاص سے روک ٹوک کا دروازہ بند ہو کر رہا۔ وہی بنی اسرائیل والی صورت کہ پہلے ان کے علما منکرات کی روک ٹوک کرتے، پھر بھی وہ نہ مانتے تو بے تکلف میل جول، کھانے پینے، دوستی عزیز داری وغیرہ کے تعلقات جاری رکھتے۔ علماء بنی اسرائیل کی طرح کیا آج ہمارے علما و مشائخ اسلام کی مداہنت کا دانستہ یا نادانستہ ایک بڑا سبب یہ نہیں ہوتا کہ روک ٹوک سے دعوت وعقیدت میں خلل پڑ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ سب کچھ سہی واقعہ بہرحال اپنی جگہ پر ہے کہ کتاب وسنت کی کھلی کھلی نصوص وتصریحات پر مبنی معروف ومنکر کے امر ونہی کا جیتا جاگتا پورا نظامِ ہدایت واصلاح مردہ ومعطل ہو کر رہ گیا ہے۔

اس کے بعد اول تو عوام کے لئے روزمرہ کے ضروریاتِ دین یا اوامر ونواہی کے جاننے ہی کی کیا صورت رہی۔ کچھ تھوڑے بہت جانتے بھی ہوں تو جب گھر باہر پورے معاشرہ میں ان کے فعل وترک پر کسی طرح سماجی عزت وذلت، نیک نامی وبدنامی کا سوال نہ رہ گیا ہو تو پھر ان سے بے اعتنائی کے آخرکار ڈھٹائی تک پہنچ جانے کا سوال کوئی بڑا سادہ لوح فطرت بشری سے جاہل ہی اٹھا سکتا ہے۔

موجودہ مصلح علما وصلحاء کی فروگذاشت

پرانے مولوی مشائخ تو بچارے اب پُرانے ہو چکے۔ "اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انھیں کچھ نہ کہو۔" لیکن ہمارے نئے (ماڈرن) علما وصلحا ہی نہیں، ماشاء اللہ پوری امت کی صلاح واصلاح کی پوری للہیت واخلاص

Marfat.com

اور دل وجان کے ساتھ ہمت لے کر اٹھنے والے بھی خدا ہی جانتا ہے کہ اس سادہ لوحی میں کیسے مبتلا ہیں کہ سارا زور بالکل ماڈرن پروپگنڈہ ہی کے رنگ والی دھواں دھار تقریروں اور دفتر کے دفتر تحریروں ہی پر اس طرح صرف فرما رہے ہیں کہ نہ خطاب عام وخاص سے ایمان وعمل صالح کے مہمات کی دعوت وترغیب نہ ان کے مفاسد کی اصلاح کا اہتمام۔ کلمہ توحید کی لفظی اصلاح و تصحیح کی ضرورت واہمیت میں بھی کلام ہرگز نہیں۔

توحید الٰہ پر زور دینے کی ضرورت ہے

لیکن جب تک **توحیدِ الٰہ** کی معنوی حقیقت پر، جس کی تفصیل اوپر ابتدا ہی میں عرض ہو چکی، مستقل و مسلسل زور پر زور نہ دیا جاتا رہے یہ شجر بے ثمر ہی رہے گا۔ اس کلمہ کا جوہری مطالبہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ عہد و اقرار ہے کہ اس کے سوا زمین و آسمان کی کسی مخلوق کے آگے نہ بندگی و عبادت کا سر جھکایا جائے گا نہ حاجت روائی و استعانت کا ہاتھ اٹھایا جائے گا۔ بس لے دے کر ایک اور صرف ایک ہی کے آگے جھکنا اور صرف اسی سے مانگنا ہے۔ جب تک عبادات و استعانت یا الٰہیت والوہیت کا یہ انحصاری رشتہ بالکلیہ نہ سہی کم از کم کسی معتد درجہ تک "الا اللہ" کا عہد و پیمان کر کے صرف اللہ ہی کے ساتھ وابستہ نہ ہو جائے اسوقت تک ہر نفع و ضرر، عطا و منع کے معاملہ میں ظاہری اسباب و تدابیر ہی پر آدمی جائز و ناجائز حلال و حرام کی تمیز کے بغیر بالکلیہ اعتماد و بھروسہ کرنے یا ان ہی کو تمام تر الٰہ بنا لینے کے سوا آخر اور کر ہی کیا سکتا ہے؟

Marfat.com

ساتھ ہی "یقین آخرت" کی تخلیق ضروری ہے

اس لا الہ الا اللہ یا توحیدِ الٰہ پر اعتماد و ایمان سے بھی کچھ بڑھ کر ہی آخرت پر یقین و اذعان لازم ہے۔ انسان اپنی بالکل انسانی و فطری وعاقبت اندیشی یا مستقبل ہی کے کسی بڑے نفع و ضرر کی امید و بیم کی بنا ہی پر نقد یا حاضر کے چھوٹے نفع و ضرر سے قطع نظر کرسکتا ہے ورنہ پھر تو نقد کو ادھار پر چھوڑنا "کار خردمنداں" ہرگز نہیں، سراسر حماقت ہی کا سودا ہوگا۔

لیکن کیا اور کس سے عرض کیا جائے۔

کہ ہمارے نئے پرانے علما و مصلحین سب ہی نے ایمانیات کے ان ہی سب سے بڑے مطالبوں سے قطع نظر فرمالیا ہے۔ علوم و فنون ادب و شاعری، تعلیم و تہذیب، سیاست و معیشت تمدن و ثقافت سب ہی پر اسلام و اسلامیت کے ٹھپّے لگا لگا کر زبان و قلم دونوں سے سیلاب و طوفان اٹھا رکھا ہے لیکن توحیدِ الٰہ اور آخرت پر ایمان و ایقان جو پورے اسلام و اسلامیت کی جان ہے اس کی تعلیم و تبلیغ پر زور کے خوردبینی ذرات بھی اس سیلاب و طوفان میں ڈھونڈھنے ہی سے ہاتھ آتے ہیں! اگر اللہ واحد اور یوم دین ہی کی دعوت و تلقین کو زبان و قلم دست و بازو سب کی دینی خدمات میں ان کی واجبی اولیت و اہمیت کا حق نہیں دیا جاتا تو پھر دین کے نام سے بھی علم و ادب، سیاست و معیشت، انسانیت و ثقافت کا ڈھنڈورا پیٹنا دراصل دنیا ہی کا بوزنہ وار پروپیگنڈہ ہے۔

غیبی ایمان میں شہادتی یقین عمل صالح ہی سے پیدا ہوتا ہے

لیکن ایمان بہر حال نام غیب ہی پر ایمان کا ہے۔ اس غیب میں شہادتی یقین کی طاقت عمل صالح کی شہادت ہی سے

Marfat.com

پیدا ہوتی ہے جس قدر ایمانی تقاضوں یا توحید و آخرت کے ایمانی مطالبوں پر اصول و فروع جزئیات و کلیات سب میں اوامر و نواہی پر عمل زیادہ سے زیادہ ہونا جائے گا۔ اور اوامر و نواہی پر عمل یا ان کے فعل و ترک کا اہتمام معاشرہ میں ان پر طا قتور امر و نہی ترغیب و ترہیب تعظیم و تمیز ہی پر موقوف ہوتا ہے خصوصاً جن اوامر و نواہی یا احکام کا تعلق غیبی و ایمانی نفع و ضرر سے ہو کیونکہ شہادتی یا دنیاوی نفع و ضرر تو اکثر آنکھوں کے سامنے اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے کا نقد انقد ہی سودا ہوتا ہے۔ اس میں ہم چشموں یا معاشرہ کی نظر میں پسند و ناپسند عزت و ذلت یا اس کی طرف سے روک ٹوک کی حاجت زیادہ نہیں ہوتی۔ بخلاف آخرت کے نفع و ضرر یا خدا کی رضا و ناراضی کے اوامر و نواہی کے کہ ان میں تو معاشرہ کی طرف سے امر و نہی روک ٹوک یا پسند و ناپسند عزت و ذلت کا ردعمل اتنا سخت و نمایاں ہونا چاہئے کہ افراد علانیہ یا ڈھٹائی کے ساتھ اس سے قطع نظر نہ کر سکیں۔ چوری چھپے کوئی کچھ کر لے تو وہ اور بات ہے۔ اس کا اثر متعدی نہ ہوگا۔ بس یہی معروف و منکر پر امر و نہی کی اصل حقیقت و حکمت اور کتاب و سنت پر مبنی اس کے نظام کی ایمانی و عملی اہمیت ہے۔

ازلی و ابدی مستقل غیبیات و ایمانیات والے دینی نفع و ضرر کے معاملات کا ذکر ہی کیا، خود اس دنیا کے ایسے معاملات جو ذرا تل اوٹ ہوں آدمی ان کے ساتھ پہاڑ اوٹ ہی کا معاملہ کرتا ہے۔ نہ دنیوی پولیس و عدالت یا قانون و حکومت کا ڈر کام دیتا ہے، نہ گرفت و افشا کا احتمال و اندیشہ۔ دنیا کی سیدھی راہ پر بھی دین یا خدا و آخرت یا پھر

Marfat.com

سماج و معاشرہ کا خوف و خیال ہی چلا سکتا ہے۔ عقل میں کسی طرح نہیں آتا کہ آج کل کے نام نہاد عقلا کی عقل اتنی گٹھل کیسے ہوگئی کہ اتنی موٹی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر خدا و آخرت سے ہماری بے عقلی کو بیزاری ہے تو کسی اور طرح معاشرہ ہی میں بھلائی برائی عزت و ذلت، رغبت و نفرت کا احساس اتنا جاندار و بیدار کردو کہ افراد رائے عامہ کے دباؤ کو آسانی سے ٹھکرا نہ سکیں۔ کبھی کبھی خیال ہوتا ہے کہ عقل ان کی اتنی کیا ماری گئی ہوگی، البتہ دین بیزاری یا بے معنی نا مذہبیت کے دعوئے افتخار ہی نے آنکھوں پہ پٹی باندھ رکھی ہے ورنہ ان جدید عقلائے روزگار میں سے کسی کسی کی کبھی کبھی ذرا آنکھ کھل جاتی ہے تو روشنی کے اقرار پر مضطر ہو جاتا ہے![1]

---

[1] پرسوں ہی کے اخبار میں اسی اقراری شہادت کی تازہ تازہ مثال خود ہمارے بھارت دیس اور صوبہ (یوپی) کے کسی غیر ذمہ دار ہما شما کی نہیں وزیر مال صاحب کی زبانی سُن لیں۔

اخبار کی تین کالمی جلی سرخی یہ ہے کہ "رشوت خوری کا استیصال سماج کے موجودہ ڈھانچے میں آسان نہیں"۔ پولیس عدالت اور خود انسداد رشوت ستانی کے مستقل افسروں وغیرہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کیوں آسان نہیں؟ اور بے بسی کی نوبت یہاں تک ہے کہ

"جب میں خود اپنے قریب کے ساتھیوں کو جن کے ساتھ بچپن سے میں نے کام کیا ہے اور جن کی قربانیاں بھی ہیں اور خود اپنے خاندان والوں نیز اپنے شناساؤں کو دیکھتا ہوں اور اب ۵۳ سال کی عمر کو پہنچ چکا ہوں تو میں ایسا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ رشوت خوری ختم ہوگئی"۔

اب ذرا کان لگا کر سکولرزم کی اس بے بسی کا اصل سبب آگے سُنیں:

جو چیز بد دیانتی اور رشوت خوری کو روکتی ہے وہ خوفِ خدا ہے، یا دوسری دنیا کا خیال لیکن آج سوسائٹی کا جو رنگ ہے اس میں خدا یا دوسری دنیا کا کوئی مقام نہیں رہا ہے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

اسلامی وقرآنی اصطلاح میں معروف نام ہی ہے خصوصیت کے ساتھ خدا کی خوشنودی اور آخرت کی بہبودی والی جانی پہچانی پسندیدہ نیکی یا عمل صالح کا اور منکر خدا کی ناراضی اور آخرت کی بربادی کے ایسے ناپسندیدہ وفاسد عمل کا جس کو معاشرہ میں اس درجہ مردود واجنبی بنا دیا گیا ہو، کہ لوگوں میں عموماً اس کے جاننے پہچاننے ہی سے انکار

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) روزانہ اسکولوں کالجوں میں ہم خدا کے انکار کی باتیں پڑھتے ہیں اور یہ سنتے ہیں کہ انسان بس ایک مٹی کا پتلا ہے۔"

شاید سکولرزم کی لاج رکھنے کے لئے آگے ایک دوسری تدبیر ارشاد ہے کہ

"دوسری چیز برائی سے روکنے والی اگر کوئی ہے تو ایمانداری، ایمانداری کی خاطر اور برائی سے بچنا برائی کی خاطر، سو ایسی تربیت ہمارے بچوں کو کہاں دی جاتی ہے ایک لیکھ پال سے لیکر وزیر تک اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر بتائے کہ کیا ایسی تربیت اس کے گھرانے میں دی جاتی ہے، ہرگز نہیں۔"

گڑ کھانے اور گلگلوں سے پرہیز کرنے والی عامیانہ ہندی مثل یاد آتی ہے، بے خدا و آخرت کے ایمانداری ایمانداری کی خاطر یا نیکی برائے نیکی کی بودی منطق کا عملی جواب اس "بدی برائے بدی" سے کیوں نہ دیا جائے جو آج "آرٹ برائے آرٹ" کی عریانیوں' ترقی پسند ادب وشاعری کی فحاشیوں، کلچر یا ثقافت کی سخافتوں، آزمائشی بیاہوں، بن بیاہی ماؤں، قانونی یا رضامندانہ زناکاریوں اور گلی کوچوں میں پھینکے ہوئے، مرے ادھ مرے' زنائی بچوں وغیرہ طرح طرح کی ترقیوں کی صورت میں ہر ترقی یافتہ و ترقی خواہ ملک میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہی ترقی پر ہے۔

اس کے علاوہ "نیکی برائے نیکی" کی شاعری یا فلسفہ "برائے شعر گفتن" یا آرام کرسی کی حد تک تو خوب بہت خوب ہے لیکن حقائق و واقعات عملی دنیا میں اتنے شاعر و فلسفی کتنے بن جاسکتے ہیں جو مثلاً رشوت ہی کے ٹھوس مادی منافع کو محض "شعریت" و تفلسف کے پیچھے گنواتے رہیں۔ ہاں ہمارے وزیر با تدبیر نے ایک تیسری تدبیر جو تجویز فرمائی وہ بلاشبہ سب سے زیادہ عملی اور کارگر تدبیر ہو سکتی ہے۔ (باقی برصفحۂ آئندہ)

Marfat.com

کیا جاتا ہو۔ یہ صورت نہ خالی انجمن بازیوں، جماعت سازیوں سے پیدا ہو سکتی ہے نہ بڑے بڑے جلسوں، کانفرنسوں کی صرف پنڈال کے اندر گونجنے والی خطیبانہ تقریروں سے

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اور وہ ہے سوسائٹی کا ڈر کہ اگر ہم نے برائی کی تو سوسائٹی میں بدنام ہو جائیں گے لیکن جب سوسائٹی کا حال یہ ہے کہ جب بے ایمان کی بھی عزت کی جاتی ہے تو پھر کسی کو بے ایمانی کرنے میں سوسائٹی کا ڈر کیا ہو سکتا ہے"۔

بات بالکل پتہ کی ہے کہ آدمی عادۃً بے تکلف اور آسانی سے ایسی ہی چیز کو ترک و اختیار کر سکتا جس کی سوسائٹی میں روک اور چلن ہو یا جس پر نیک نامی و بدنامی، پسند و ناپسند، عزت و ذلت کا سماج کی طرف سے علانیہ نمایاں طور پر اظہار ہوتا ہو۔ اس سے بھی بڑھ کر پتہ کا وزیر صاحب ہی کا اقرار بے بسی ہے کہ

"جب حال یہ ہے تو حکومت کے بس میں کس طرح ہے کہ وہ سوسائٹی کا مزاج بدل دے جب خدا دل میں نہیں، پڑوس میں دیوار حائل ہے اور پولیس تھانہ سات کوس، تو پھر ہو کہ سات کوس پر پولیس رشوت سے روکے کیسے ممکن ہے"۔ ؎

ماشاء اللہ سکولر حکومت کی نمک خواری کا حق وزیر صاحب نے ادا کیا ہو، نہ کیا ہو، لیکن حق کی تلخ گوئی اور صاف گوئی کا حق بال بال ادا فرمادیا کہ سوسائٹی کے اس مزاج کو بدلنا سکولر حکومت کے بس کا روگ نہیں۔ اس کا علاج صرف خدائی حکومت ہی ہو سکتی ہے کہ کوسوں منزلوں باہر کی پولیس و عدالت کے ڈر کی جگہ دلوں کے اندر خدا و آخرت کا خوف و خیال پیدا و پائدار کیا جائے کہ اس خوف و خیال کی استواری نہ صرف سب سے زیادہ آدمی کو بجائے خود رکنے میں مؤثر ہو سکتی ہے بلکہ ہر شخص حسب تعلق اور اپنی بساط بھر دوسروں کو بھی روکے گا۔ باپ یا گھر کا سردار گھر والوں کو، بھائی بھائی کو، دوست دوست کو، پڑوسی پڑوسی کو، بلکہ راہ چلتا اجنبی اجنبی تک کو اس طرح روکے اور بچائے گا جس طرح کنویں تالاب میں گرنے والے کو بچانے پر مضطر ہو جاتا ہے۔ سماجی عزت و نیک نامی ان سے بچنے بچانے والوں ہی کا حصہ و حق ہوگی اور جس معاشرہ میں رشوت خوار موٹر نشین کی رسوائی اور ایماندار خاک نشین کی پیشوائی ہوتی ہو اس میں ناممکن ہے کہ بے ایمانی و بددیانتی پھل پھول سکے۔

؎ قومی آواز ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء

Marfat.com

نہ محض انشاپردازانہ رسالوں، کتابوں وغیرہ کے دفتروں انباروں سے۔ اس کی ایک ہی تدبیر معروف ومنکر کے امرونہی کا کتاب وسنت پر مبنی وہی ہمہ گیر مفصلہ بالا نظام و انتظام ہے کہ اپنے پرائے جس کو جب جہاں کسی چھوٹے بڑے منکر میں مبتلا دیکھا جائے، اس کو بروقت وبرمحل ہی بطرزِ مناسب روک ٹوک تفہیم وتنبیہ کی جائے۔ نیز منکرات پر اصرار کرنے والوں کو شادی وغمی، دوستی وقرابت، ملنے جلنے وغیرہ تمام سماجی تعلقات و مواقع میں محسوس کرایا جائے کہ سوسائٹی ایسے افراد کو ناپسندیدگی یا چشم پوشی کیا معنی علانیہ ذلت وحقارت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ ایک طرف فواحش ومنکرات میں مبتلا موٹر وشوفر بنگلہ وگملہ والوں کو معلوم ہو کہ بھائی بندوں یا سماج میں ان کو کوئی اچھی لڑکی ملنا دشوار ہوگا، دوسری طرف دال روٹی سے خوش پیدل چلنے والے دیندار ودیانت دار کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر لوگ اپنی لڑکیاں دیتے ہوں اور وہ لڑکیاں ایمانداری کی دال روٹی کو بے ایمانی کے پلاؤ زردہ سے زیادہ قبول کرنے والی ہوں۔ منکرات کے ردو انکار کا یہ معاملہ جس معاشرہ وملت میں بھی تمام معاشرتی تعلقات وتقریبات میں ظاہر ہوتا ہو اس میں پولیس وعدالت سے نڈر بدمعاشوں کو کیا خدا وآخرت سے بداعتقادوں کو بھی کھلے بندوں اپنی بدمعاشیوں اور بداعتقادیوں کے مظاہروں کی ہمت نہیں پڑسکتی۔

ذکر اصل میں معروف ومنکر ہی کے ذیل میں ایک بہت بڑے انفرادی سے بڑھ کر اجتماعی معروف ومنکر یعنی ذات البین کے فساد اور اس کی اصلاح کا آگیا تھا۔ اس فساد کی بڑی جڑ دراصل ہمارے بہت سے دینی واخلاقی معاصی ومنکرات ہی ہیں۔ معروف ومنکر کے

Marfat.com

امر ونہی کی بدولت جو معاشرہ نفس و نفسانیت ضد و عداوت وغیرہ کے معاصی و منکرات سے جتنا پاک ہوگا، اولاً تو باہمی لڑائی جھگڑے اتنے ہی کم ہوں گے دوسرے جو ہوں گے بھی ایسے دیندار و دیانت دار معاشرہ کے فریقین میں شریعت و انسانیت کی راہ سے آسانی سے صلح و اصلاح ہوجائے گی۔ اور "مقدمہ بازی کی لعنت" تک نوبت کم ہی آئے گی۔ بس شرط وہی ہے کہ ایک طرف تو نفس و نفسانیت حرص و ہوس کی راہ سے ناجائز و ناحق باتوں پر لڑائی جھگڑا کرنے والوں کی دوستوں عزیزوں وغیرہ کسی کی طرف سے کسی طرح اعانت و ہمت افزائی قطعاً نہ ہو۔ دوسری طرف جو لوگ اپنی نزاعوں کا فیصلہ ہر طرح سمجھانے بجھانے کے باوجود شریعت و معقولیت کی راہ سے کرنے کرانے پر راضی نہ ہوں، ان کے خلاف سماجی ناپسندیدگی و بیزاری کا اظہار ہی نہیں مظاہرہ بلکہ بضرورت مقاطعہ ہونا چاہئے۔ بلکہ جن لوگوں میں کچھ دینی ہمت و حمیت زیادہ ہے، جن کو فریقین پر کوئی جاہی و مالی یا اخلاقی اثر اور دباؤ حاصل ہے، ان کو تو اس سے کام لے کر ظلم و زیادتی والے فریق کو دبانے میں پورا پورا کام لینا چاہئے، یا جیسا خود حدیث ہی میں آتا ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑ لینا چاہئے، یعنی قدرت ہو تو ظلم و زیادتی سے باز رہنے پر مجبور کردینا چاہئے۔ اوپر کہیں پوری حدیث گذر چکی ہے جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ حضورؐ نے قسم کھا کر فرمایا کہ تم معروف کا امر اور منکر سے نہی ضرور بالضرور کرتے رہنا اور ظلم کا ہاتھ پکڑ کر ظلم سے باز رکھ کر ضرور بالضرور اس کو حق و انصاف کی طرف پھیرنے یا اس پر مجبور کرتے رہو، ورنہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم سب کے دلوں کو ظلم و زیادتی کے منکرات کے

Marfat.com

معاملہ میں بے حس اور پھر اس طرح لعنت زدہ فرما دے گا، جس طرح بنی اسرائیل کو فرما دیا۔ خدا کی پناہ کیا آج ہم اس ملعونیت کے درجے کو نہیں پہنچ گئے ہیں۔

بخلاف اس کے جس ملت و معاشرہ میں پوری سماجی و اخلاقی طاقت سے منکرات و مظالم کا ہاتھ پکڑ لیا جاتا ہو اور اپنا پرایا کوئی اس کا ساتھ دینے والا نہ ہو، اس میں کوئی ظلم و زیادتی اس نوبت تک جا ہی مشکل سے سکتی ہے کہ کسی ظالم کو عدالت تک جانے کی جرأت یا مظلوم کو ضرورت رہے۔ اگر کوئی بدبخت ایسی ہمت کرے بھی تو ایسے معاشرہ میں گواہی شاہدی وغیرہ سے اس کی ہمت بڑھانے والے کا ملنا دشوار ہو گا۔ سوسائٹی کی پسند و ناپسند عزت و ذلت کی طاقت حکومت کی پولیس و عدالت سے کہیں زیادہ زبردست ہوتی ہے۔ مسلمان معروف و منکر کے اسلامی نظام کو برپا کر کے اپنے اندر اس کی معاشرتی یا سماجی طاقت پیدا کر لیں تو نہ صرف یہ طاقت ہی بہت کچھ اسلامی حکومت کا کام دے گی بلکہ یہی طاقت صحیح اسلامی حکومت کے قیام و اقامت کی صحیح راہ ہو گی۔ ایسے منظم و مضبوط معاشرہ پر اس کی مرضی کے خلاف اپنی پرائی حکومت زیادہ دنوں چل ہی نہیں سکتی۔ باقی گاڑی کو گھوڑے سے آگے جوتنے اور اسلامی حکومت کے بغیر بھی مسلمان معاشرہ جتنا اسلامی بن سکتا ہے بنانے سے پہلے اسلامی حکومت کے دعوے و دعوت کی گاڑی چلانے کی کوشش صرف فتنہ و فساد یا ناکامیوں اور خودکشیوں ہی کی دعوت ہو سکتی ہے اور ہوتی رہی۔ اتنے چھوٹے منہ سے اتنی بڑی بات نکالنا ہو گی تو سخت جسارت و ملامت کی بات۔ تاہم عرض کئے بغیر رہا نہیں جاتا کہ کربلا سے لے کر

Marfat.com

بالاکوٹ و شاملی، بلکہ تازہ تازہ مصر کی اخوانی تحریک تک کے انجاموں کے دیگر اسباب کے ساتھ خود دینی فہم و نظر کے اعتبار سے یہ بہت بڑا سبب نظر انداز کیسے کر دیا جائے کہ ملک و معاشرہ بہ حیثیت مجموعی یا اس کی اکثریت اپنی انفرادی و اجتماعی استطاعت کے اندر بھی **اسلامیت** والے ایمان و عمل صالح کی طاقت ضعیف کیا عملاً ضائع کر چکی تھی۔ ان دعوتوں اور تحریکوں کی اٹھانے والی بعض عظیم شخصیتوں کی مجاہدانہ عظمت سے حاشا و کلا انکار نہیں، نہ مجتہدانہ خطاؤں سے کوئی غیر نبی معصوم ہے۔ سوال صرف اس پورے ملک و معاشرہ کی (نہ صرف جماعت دعوت کی) بہ حیثیت مجموعی ایمان و عمل صالح والی صلاحیت و صلاح کا ہے کیونکہ زمین پر خدائی حکومت چلا سکنے کی صلاحیت و اہلیت والوں ہی سے استخلاف فی الارض یا حاکمانہ اقتدار کا وعدہ ہے۔

گذری ہوئی تاریخ تو تاریخ ہی ہو چکی خواہ بعید کی ہو یا قریب کی، اس میں زیادہ کاوش و نزاع بھی ایمان و عمل صالح کا صحیح مزاج و مذاق نہیں۔ یہ ہر طرح نالائق و ناکارہ، عاجز و درماندہ، اپنے گئے گذرے ٹوٹے پھوٹے ایمان کی بنا پر الحمد للہ ثم الحمد للہ اس کا بے شائبہ شک و ریب ایمان رکھتا ہے کہ اسلامی حکومت یا خلافت کے حصول و قیام کی بھی اسلامی راہ بالذات و براہ راست اس حکومت کی طلب و دعوت ہرگز نہیں بلکہ پہلے ایمان و عمل صالح کی انفرادی و اجتماعی معتدبہ درجے کے اسلامی زندگی برپا کرنا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ ہی کے نزدیک اور اس کی حکمت و مصلحت ہوگی تو بلا ہمارے مطالبۂ حکومت کے وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ خدا سے وعدہ خلافی کا احتمال بھی ایمان

Marfat.com

نہیں کفر کی شان ہے "اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ"۔

بلکہ سچ پوچھئے تو یہ کچھ اسی قسم کی بے ادبی و بے تمیزی ہے کہ کوئی بادشاہ اپنے کسی غلام سے وعدہ کرتا ہے کہ تم میری فرمانبرداری و رضا جوئی کا حق ادا کروگے تو میں تم کو فلاں عہدہ یا جاگیر سے نوازوں گا تاکہ اس کے حقوق و فرائض بھی تم میری راہ و رضا کے موافق ادا کرسکو۔ غلامانہ جاں نثاری کا فرض یہ ہوگا کہ وہ ہر خیال و خواہش کو ذہن و دماغ سے نکال کر تن من دھن سے اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں اس طرح لگ جائے کہ نہ دن کو دن جانے، نہ رات کو رات۔ نہ کہ اس کے بجائے براہِ راست موعود عہدہ و جاگیر ہی کی سعی و طلب، فکر اور دھن میں لگ جائے۔ ایسے موعود و مشروط انعام و اکرام کی واحد و صحیح فکر و تدبیر اس کے سوا کچھ نہیں کہ بے چون و چرا وفاداری کے ساتھ کسی چھوٹے سے چھوٹے حکم یا امر و نہی میں اس بادشاہ کی خوشی و خوشنودی حاصل کرنے میں اپنی والی کوئی کسر نہ اٹھا رکھے۔ چہ جائیکہ ایسا بادشاہوں کا بادشاہ جس کے علم نامحدود، کوئی چھپی سے چھپی چیز اس سے چھپی نہیں، جو اس کا اندیشہ ہو کہ شاید وہ میری جانبازانہ اطاعت کوششوں پر پوری طرح مطلع نہ ہو یا میرے دشمن و بدخواہ کچھ لگائی بجھائی میں کامیاب ہوجائیں۔ علم ہی کی طرح اس کی قدرت بھی نامحدود لہٰذا اس کا بھی وہم نہیں کیا جاسکتا کہ عین وعدہ پورا کرنے کے وقت کوئی ہاتھ پکڑلے یا اور کسی وجہ سے وہ عاجز و مجبور ہوجائے یا خود اس سے بادشاہی چھن جائے یا مر ہی جائے، اس لئے کسی نہ کسی صورت سے جلد از جلد یاددہانی کرکے وعدہ پورا کرلینا چاہئے۔

Marfat.com

جب اس طرح کے کسی احتمال کی گنجائش نہیں بلکہ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہے کہ وہ سراپا رحم و رحمت کرم و شفقت ہے۔ خصوصاً اپنے فرمانبرداروں اور اطاعت شعاروں کے حق میں، نیز ہماری اہلیت و صلاحیت، ہمارے دینی و دنیوی نفع و ضرر اور ہر طرح کی مصلحت کو بھی وہ ہم سے زیادہ جاننے پہچاننے والا ہے۔ اس کا وعدہ اٹل ہے۔ کسی بھول چوک کا دور دور امکان نہیں، تو پھر نہ گھبراہٹ کی ضرورت، نہ جلدبازی کی۔ ضرورت صرف ایک ہی بات کے ہمہ تن اہتمام کی ہے کہ جب وہ ہم پر ہمارے اختیار و وسعت سے زیادہ کوئی تکلیف نہیں ڈالتا تو بس ضعف و معذوری، محکومی و مجبوری کے جس ناموافق سے ناموافق حال میں بھی ہم ہوں اپنی وسعت و استطاعت بھر بندگی و طاعت میں کوتاہی و غفلت سے کام نہ لیں۔ بس اتنا ہی ایمان و عمل صالح کی زندگی کا آسان سیدھا سادہ مطالبہ ہے جس کے پورا کرنے پر اس کے اٹل وعدہ کی حکمت و مشیت بھی لازماً پوری ہو کر رہے گی۔

پھر قلم بظاہر موضوع سے بہک گیا۔ مگر بظاہر ہی۔ ورنہ مطلب وہی ہے کہ ایمان و اسلام کا اصل مطالبہ براہِ راست حکومت طلبی کا نہیں بلکہ محکومی کی بدتر سے بدتر حالت میں اپنے اختیار بھر ایمان و عمل صالح کی زندگی اختیار کرنا اور دوسروں پر جن پر جتنا اختیار ہاتھ زبان یا دل سے ہو اس کے موافق ان کو بھی امر و نہی کے ذریعہ اس زندگی پر چلانے میں کسی ڈھیل یا کمی و کوتاہی سے کام نہ لینا۔ کام کی ہمت و عزیمت رکھنے والوں سے اس ناکارہ کا سارا اصرار لے دے کر یہی ہے کہ وہ نام کی اسلامی یا غیر اسلامی جس بُری

Marfat.com

بھلی حکومت میں بھی ہوں، اختیاری اعمال صالحہ یا اوامر و نواہی کے معاملہ میں انفرادی و اجتماعی غفلتوں اور کوتاہیوں کو دور کرنے کی جدوجہد ہی ہر حال میں دین کی مقدم جدوجہد جانیں۔ اور اوامر و نواہی کے لئے جدوجہد امر و نہی کے کسی ہمہ گیر نظام و انتظام کے سوا سوچی ہی کیا جا سکتی ہے اور اس سوچنے کو ہمارے ناقص علم و فہم کے حوالہ کرنے کے بجائے جس نے اپنی رضا و ناراضی کے اوامر و نواہی کی کامل کتابِ **ہدایت** عطا فرمائی ہے اسی نے اسی کتابِ ہدایت میں ساتھ ہی ساتھ ایسا کامل و ہمہ گیر **نظامِ ہدایت** بھی عطا فرمادیا ہے جس کے ذریعہ ہر کس و ناکس پڑھے اَن پڑھے کو ایک طرف امر و نہی کے ضروری ضروری احکام معلوم ہوتے رہ سکتے ہیں اور دوسری طرف ان پر عملی ترغیب و ترہیب ہوتی رہ سکتی ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جس طرح **صاحبِ کتاب** (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کتاب کے تمام احکامِ ہدایت کی قولی و عملی تشریح فرمادی ہے، اس طرح معروف و منکر کے امر و نہی کے پورے نظامِ ہدایت کا قولی و عملی اسوہ چھوڑا ہے۔

باقی اس محرومی کا علاج ہی کیا کہ سب کچھ گھر میں ہوتے ہم غیروں کے آگے ہاتھ پھیلاتے اور ان کے دروازوں پر دریوزہ گری کرتے پھریں بلکہ ان کی بوزنہ صفت نقالی ہی کو اپنا سرمایۂ فخر و ترقی جاننے لگیں! حالانکہ ان غریبوں کا خود حال یہ ہے کہ ٹھوکریں کھاتے کھاتے کبھی کچھ آنکھ کھُل جاتی ہے تو "بتوں کی دغا" خدا کی یاد" پر مضطر کردیتی ہے۔ ابھی اوپر ایک وزیر با تدبیر کی تازہ تازہ فریادیں آپ وہی دو باتیں

Marfat.com

تو سُن چکے جس کی تفصیل و تفہیم راقم آثم کی اس ساری درازنفسی کا خلاصہ ہے یعنی ایک طرف معاشرہ میں خدا و آخرت کا خوف و خیال پیدا کرنا، دوسری طرف جاہ و مال دولت و ثروت کے بجائے معاشرہ میں عزت و ذلت، برتری و کمتری، نیک نامی و بدنامی کا معیار نیکوکاری و بدکاری کو بنانا۔ جس سوسائٹی میں بھی بدی اور بدوں کو اپنی ذلت و حقارت قدم قدم پر اپنوں، پرایوں سب میں محسوس کرنا پڑے، اس میں موٹر، شوفر، نوکر چاکر، کوٹھی بنگلہ سب کچھ رکھ کر بھی بدوں اور بدکاروں کو جینا اجیرن ہی ہو کر رہے گا۔ بنانے والے کی حکمت نے انسان کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ وہ ہم جنسوں اور ہم چشموں کی عزت بھری نگاہ کا مال و متاع سب سے کہیں زیادہ بھوکا ہے۔ بلکہ مال و متاع کی فراوانی بھی سچ پوچھئے تو زیادہ تر اس بھوک ہی کے لئے چاہتا ہے کہ لوگوں میں اس کی بدولت نام و نمود یا عزت و برتری حاصل کرے تو پھر وہ رشوت و خیانت وغیرہ ناجائز طریقوں سے ایسا روپیہ کیوں چاہنے لگا، جس کی بدولت موٹر و بنگلہ خریدنے سے کہیں زیادہ گھر باہر رسوائی و بدنامی خریدنا پڑے۔

ایک فسادِ ذات البین یا آپس کے لڑائی جھگڑوں ہی کو لے دیکھئے کہ ان میں سے کتنوں کی بنیاد کسی ایک یا دونوں فریقوں کی کچھ نہ کچھ ظلم و زیادتی، شر پسندی اور خود غرضی ہی ہوتی ہے۔ اگر ان چیزوں سے کسی سماج میں پوری طرح سماجی نفرت و بیزاری کا مظاہرہ کیا جاتا ہو اور اُن کے مرتکب کو شادی و غمی وغیرہ کے تمام معاشرتی تعلقات و تقریبات میں اپنی کمتری و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہو تو فرمائیے اتنے ڈھیٹ یا بے حیا

Marfat.com

کتنے ہوں گے، جو ان کا چوری چھپے نہیں کھلے بندوں دن دوپہر کچہری دفتر ہر جگہ مسلسل ارتکاب کرتے رہیں۔ کوئی بجائے خود اتنی ڈھٹائی اور بے شرمی پر آمادہ بھی ہو جائے تو ایسے شر و فساد سے بیزار معاشرہ میں اس کا ساتھ اور رشوت دینے والے اور وکلا کے دفتروں سے لیکر کچہری کے کٹہروں تک جھوٹ اور فریب کا طومار باندھنے والے کتنے ملیں گے جو اس شر و فساد اور ظلم و زیادتی کی رسی دراز ہونے دیں۔

میں تو کہتا ہوں کہ معروف و منکر کے اسلامی احکام اور ان کے امر و نہی کے اسلامی نظام کا، بلکہ معروف و منکر کی نفس اصطلاح و تعبیر ہی کا منشا و مدعا تمام تر یہی معلوم ہوتا ہے کہ معروف کو جاننے پہچاننے یا پسند کرنے کے سوا منکرات کو ان پر انکار و نکیر کے ذریعہ عملاً اتنا مکروہ و مبغوض بنا دیا جائے کہ معاشرہ میں ان کا جاننے پہچاننے یا پسند کرنے کیا معنی نام لینے والا ہی ملنا دشوار ہو جائے۔ یہی حقیقت حُب لِلّٰہ اور بُغض فی اللہ کے حکم کی بھی ہے کہ لوگوں یا اُن کے اعمال و افعال سے ہماری محبت و نفرت دوستی و دشمنی کا ہر تعلق صرف دو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و نا رضا پسند و ناپسند، فرمانبرداری و نافرمانی کی بنا پر ہو۔ اور میں کیا کہتا ہوں یہی تو انبیائی تعلیم و اسوہ ہے جو نبی کیا نبیوں کے باپ ابوالانبیا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کر کے دکھایا کہ باپ تک سے بغض و عداوت کا اعلان کر دیا۔ حتیٰ کہ بجز ان کے حق میں دعائے استغفار کے وہ بھی بر بناءِ وعدہ اور کوئی تعلق نہ رکھا، اس سے بڑھ کر یہ کہ اس ابراہیمی عمل کو ہم مسلمانوں کے لئے خصوصیت کے ساتھ "اسوۂ حسنہ" ٹھہرایا گیا کہ:۔

Marfat.com

"تمہارے لئے ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں کے عمل کا یہ بہت اچھا عملی نمونہ ہے کہ ان سب نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو بھی تم خدا کے سوا اپنا معبود بناتے ہو سب سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں کہ جب تک تم خدائے واحد پر ایمان (اور اسی کی بندگی و فرمانبرداری کے لوازم کو) قبول نہ کرو ہمارے تمہارے درمیان ہمیشہ ہمیشہ کھلے کھلے بغض و عداوت ہی کا معاملہ رہے گا البتہ ابراہیم کی زبان سے باپ کے حق میں اتنی بات نکل گئی تھی کہ تمہارے لئے استغفار کی دعا کروں گا پھر بھی محض زبانی دعا سے زیادہ کوئی اختیار قطعاً خدا کے آگے نہیں رکھتا کہ مثلاً دعا قبول ہی کرا لوں یا عذاب سے تم کو بچا لوں)"۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ۔

(۴/۶۰)

جب اعلانی و اعتقادی کفر موجب بیزاری اور باعث عداوت و بغض قرار دیا گیا ہے تو کیا علانیہ عملی کفر یا کافرانہ زندگی کو کھلی چھوٹ اور آزادی دیدی جا سکتی ہے بلکہ ایک اعتبار سے تو زبان سے اقرار و ایمان اور عملی انکار و طغیان زیادہ سخت و اشد ہے کہ اس سے خود ہماری طرف سے علانیہ ایمان کے استخفاف و تحقیر کے علاوہ

Marfat.com

غیروں اور کھلے کافروں کی نظر میں اور بھی اسلام کی عزت و وقار کو بٹہ لگتا ہے اور اس کی طرف کسی رغبت کے بجائے اُلٹے نفرت ہوتی ہے۔ اپنی تباہی و بربادی کے ساتھ دوسروں کی ہلاکت و خسران کی یہ کتنی بڑی ذمہ داری ہے، اسلام کی دعوت و تبلیغ کی راہ میں سب سے بڑا سنگ گراں خود ہم مسلمانوں کی غیر اسلامی زندگی ہو رہی ہے۔

اہم کام معروف و منکر کے امر و نہی کے شعور کی بیداری ہے

غرض دینی و دنیوی صلاحی و اصلاحی، دعوتی و تبلیغی جس پہلو سے بھی دیکھئے اہم و اقدم کام معروف و منکر کے امر و نہی کے انفرادی و اجتماعی شعور و احساس کو زندہ و برپا کر کے مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی کو از سرِ نو اسلامی زندگی اور مسلمان معاشرہ یا خیر امت بنانا ہے۔ اس کے بغیر خالی زبان کی درازی یا کاغذ کی ناؤ سے مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کسی کے بھی دین و دنیا کا بیڑا کسی طرح بھی پار نہیں لگ سکتا۔ زیادہ مقدم و موثر امر و نہی کا انفرادی شعور و احساس ہے یعنی وہی المؤمنون والمؤمنات بعضہم اولیاء بعض: ہر مرد و عورت اپنی نفسِ ایمانی ولایت و ہمدردی یا نگرانی و ذمہ داری کا یہ فرض محسوس کرنے لگے کہ راہ چلتے بھی کسی کو کسی دینی و اخلاقی خامی و کوتاہی میں مبتلا پائے اس سے روکنے اور بچانے میں "ہاتھ زبان یا دل" سے جو اور جتنی سعی و تدبیر کر سکتا یا اپنے محل و مقام کے لحاظ سے جس قسم کا کوئی مادی و اخلاقی اثر یا دباؤ ڈال سکتا ہو، اس سے کام لینے میں کوئی کمی نہ کرے۔

یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اندھے کی لاٹھی چلانے لگے۔ الحمد للہ کہ علمائے امت

Marfat.com

حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے دین کے دوسرے اوامر و نواہی کی طرح خود امر و نہی کے احکام کلیات و جزئیات اصول و فروع، کتاب و سنت ہی کی روشنی میں مرتب فرما دیئے ہیں ان ہی کو ہر برے بھلے ماحول کے چوکھٹے میں بے تکلف فٹ کیا اور وقت و موقع مناسب کام لیا جا سکتا ہے۔ بس کلی اصول اس باب میں وقت کے حکیم و مجدد حضرت حکیم الامت تھانوی علیہ الرحمۃ کا سامنے رکھنا چاہیئے کہ جسمی بیماریوں کی طرح دینی واخلاقی بیماریاں بھی بیماریاں ہی ہیں اور جس طرح ہم کو جسم کے بیماروں کے ساتھ تو ہمدردی و شفقت لیکن بیماریوں سے تکلیف و نفرت ہوتی ہے اور حسب تعلق و طاقت ہم ان کو دور کرنے کی دوا دوش میں کوئی کسر لگی نہیں رکھتے۔ نہ بیمار کو اس کے حال پر چھوڑ دینا گوارا کرتے ہیں۔ بعینہ یہی معاملہ معاصی و منکرات کے بیماروں کے ساتھ نقلاً ہی نہیں عقلاً بھی کرنا چاہیئے کہ جیسا اور جتنا ان سے تعلق ہو اور جتنی ان کے فلاح و بہبود کی ہم فکر و تدبیر کی طاقت رکھتے ہوں، اس میں کمی نہ ہو بلکہ جس طرح معمولی انسانیت کا تقاضا ہے کہ راستہ چلتے ہم کسی غیر سے غیر کو بھی کسی تکلیف و مرض میں پائیں تو جو کچھ برمحل اس کی مدد کر سکتے ہوں کریں۔ یہی تو مطلب و مطالبہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے معروف و منکر کے امر و نہی کو راستہ تک کے حقوق میں داخل فرما دینے کا ہے۔ کتنی بڑی رحمت و شفقت ہے۔

اور اس شفقت و خیر خواہی کے تقاضے ہی سے حسب ضرورت بیمار کو کڑوی سے کڑوی دوائیں بھی پلانا پڑتی ہیں، بد پرہیزیوں سے زبردستی روکنا پڑتا ہے۔ گھر میں علاج و

Marfat.com

پرہیز، دیکھ بھال کا حق خود اپنے سے نہ ادا ہو سکتا ہو تو اسپتال بھیجنا پڑتا ہے۔ ڈاکٹروں کا مشورہ ہو تو سخت سے سخت اپریشن کرانا پڑتے ہیں۔ اپنی وسعت بھر بلکہ قرض و دام کر کے دوا و علاج کے مصارف پورے کیئے جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس وقت تک ہوتا رہتا ہے جب تک مریض کے جانبر ہونے کی کچھ بھی آس رہتی ہے۔ بلکہ معالجوں کے جواب دینے کے بعد بھی ہماری محبت و شفقت جواب نہیں دیتی اور جب تک بیمار کی سانس چلتی ہے کچھ نہ کچھ دوا دعا برابر چلتی رہتی ہے۔ یہ سب کس زندگی یا اس کی آرام و راحت کو بچانے کے لیئے، جس کی نسبت یقین کامل ہے کہ سو دو برس بھی چلتی رہے تب بھی ایک نہ ایک دن چل ہی بسے گی تو پھر ایمان والوں کو ایمان ہی سے سوچنا اور بتلانا چاہیئے کہ کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی کے بناؤ بگاڑ یا سود و زیاں فلاح و خسران کی خاطر ہم کو خود اپنے اور اپنے اہل و عیال اعزہ و احباب کے لئے کیا کچھ نہ کرنا چاہیئے اور جان و مال کی کونسی فکر و تدبیر اٹھا رکھنی چاہیئے۔

ہماری پہلی حیلہ بازی بعضے بڑے بڑے علم و صلاح والوں اور اچھے اچھے دیندار دوستوں عزیزوں کو دیکھا کہ اولاد کو دینی تعلیم کی طرف شروع شروع میں جوش و خروش کے ساتھ لے چلے۔ ابتدا حفظ قرآن سے کرائی لیکن آدھا سونڈھا یاد کرا کے ہی ہمت ہار دی کہ کیا کریں، نہیں چلتا چلاتا۔ اور پھر نہ جانے کس ذہنیت کے تحت بیدینی و بددینی کی علمی و عملی راہوں پر اتنا آزاد اور بے لگام چھوڑ دیا کہ عمل کیا ایمان تک کی خبر نہ رہی۔ ابھی چند دن پہلے ایک خاندانی مشہور بڑے صاحب علم و قلم بزرگ د

Marfat.com

محترم دوست کے بھائی کا کچھ اس سلسلہ میں ایک تعزیت نامہ ملاحظہ ہو:

"میرا خاندان چند پشت اوپر سے علما و فضلا و صوفیا کا تھا۔ علاقہ پر اس خاندان کے زہد و تقویٰ کا بڑا اثر تھا بڑی عزت تھی کہ میرے اور بھائی صاحب کے بعد آنے والی نسلوں نے اس خاندانی وراثت و وقار کو یک قلم لات ماردی اور سب کے سب لارڈ کرزن ہیں، فرنگی صورت، فرنگی معاشرت۔ ہم لوگ خاموش دیکھ رہے اور دم بخود ہیں بلکہ علاقہ بھر دم بخود ہے۔ مگر ہم نے ٹکر نہیں لی آزاد چھوڑ دیا۔ اس پالیسی سے کم از کم کوئی دماغی کوفت تو نہیں ہے۔ میاں روپیٹ کر ان سب کو ہم اک بار بیٹھے ہیں۔

بس ہر وقت میرا اور بھائی صاحب کا یہی رونا گانا ہے، یہ ایک عالمگیر وباہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔"

برادر گرامی قدر سلمہ سے سوال صرف اتنا ہے کہ کیا اس طرح ہم اپنی اولاد کو کسی خطرناک وہلک بیماری میں مبتلا یا اس کو ہاتھ میں زہر کا پیالہ لئے منہ کی طرف بڑھاتے ہوئے آزاد چھوڑنا پسند کریں گے اور کیا ادنیٰ ایمانی ہمت و حمیت کے بھی یہ شایانِ شان ہے کہ "اپنی دماغی کوفت" کو بچانے کے لئے اولاد کو اگر اسلام کا سپاہی نہیں بنا سکتے تو اسلام دشمن کیمپ میں جاتے رہنے کا دم بخود تماشہ دیکھنے کی پالیسی اختیار کرلیں۔ پھر یہ پالیسی بہتوں کی انفعالی حدود ہی تک نہ رہتی، بلکہ اس دین دشمنِ راہ کے ساتھ عملاً اس درجہ تعاون اور ہمت افزائی کا معاملہ ہوتا ہے کہ محض دنیا کے لالچ میں ان " فرنگی

Marfat.com

صورت، فرنگی سیرت و فرنگی معاشرت والے "لارڈ کرزنوں ہی کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اپنی دامادی کا شرف بخشا جاتا ہو۔ بلکہ اس "لارڈ کرزنی" میں مزید ترقی کرنے کرانے کے لئے ان بے غیرتوں بے شرموں کی طرف سے صرف جہیز میں موٹر و بنگلہ تک کی فرمائشیں نہیں ہوتیں، بہتیرے خود "لارڈ کرزن" کے گھر جا کر پورا پکا "ولایت مآب" بننے بنوانے تک کی شرط لگاتے ہیں۔ تعجب ان بے حمیت و غیرت فروش دنیا پرستوں پر نہیں کہ ان کا تو "کالج کے چکر" سے لے کر "صاحب کے دفتر" تک پوری زندگی کا کاروبار ہی دنیا ہی رہ جاتی ہے تعجب پر تعجب ایسے دینداروں، نماز روزہ بلکہ تسبیح و تہجد والوں کی عجیب و غریب ذہنیت پر ہے کہ ان کی نظر میں بھی دینی و اخروی زندگی اور اس کا بناؤ بگاڑ اتنا کم وزن ہو چکا ہے کہ اس پر بھی دینی تعلیم و تربیت والوں کے بجائے فرنگی تعلیم و ترقی والوں ہی کو ڈھونڈھتے اور مقدور بھر ان کے بے حیائی و زرطلبی کے بیہ مطالبات پورے کرتے ہیں۔

دوسری عذر تراشی | دوسرا عذر وہی "عالمگیر وبا" والا ہے کہ "اس کو کوئی روک نہیں سکتا" لیکن کیا طاعون ہیضہ وغیرہ کی جان لیوا وباؤں میں بھی یہی کہہ کر ہم تسلی حاصل کر لیتے ہیں اور کیا ان سے بچنے بچانے کی مقدور بھر کوئی کوشش اٹھا رکھتے ہیں؟ پھر کیا ایمان لیوا وباؤں سے بچنا بچانا ہزار درجہ زیادہ جان توڑ کوششوں کا متقاضی نہیں؟ جواب اپنے ہی گریبانوں میں سر ڈال کر دینا چاہئے کہ یہی نہیں کہ جان لیوا وباؤں کے مقابلہ میں ان ایمان لیوا وباؤں سے بچنے بچانے کی پاسنگ بھر بھی کوشش کرنے والے

Marfat.com

ہم میں سے کتنے ہوتے ہیں! اور اس کے بجائے اُلٹے دین دشمن و ایمان سوز آگ میں جان بوجھ کر جان و مال سب پر کھیل کر محض چند روزہ زندگی کے جاہی و مالی عہدہ و نوکری کی حرص و ہوس میں اپنی جیتی سے جیتی اکلوتی اولاد تک کو خوشی خوشی جھونک دینے والے کتنے ہوتے ہیں! مراد خصوصیت سے بطور مثال اسکول و کالج ہیں۔ اس روز روشن حقیقت سے کوئی اندھا ہی ہوگا کہ خدا بیزاری کے ان وبائی مرکزوں سے کوئی ازلی خوش قسمت و سعادتمند ہی "عمل صالح" تو الگ رہا "ایمان صحیح" بھی اپنا سلامت لے کر باہر آتا ہوگا! خود اس تعلیم جدید کے ایک بڑے مستثنیٰ فرزند سعیدؒ[1] کی شہادت حرف

---

[1] ڈاکٹر رفیع الدین صاحب نے اپنی کتاب "قرآن اور علم جدید" میں بلاشبہ تاریخ اسلام کے اس سب سے بڑے فتنہ کی تفصیل اور اس کی طرف توجہ دلانے کا حق ادا کر دیا ہے (جزاہ عن الاسلام و امتہ) لیکن موصوف کا یہ خیال کہ اس فتنہ کو جدید علم و فلسفہ کے مقابلہ میں کھینچ تان کر صرف قرآن کا کوئی فلسفہ بنا کر روکا جا سکتا ہے، ان کی ماشاءاللہ ایسی فلسفہ ساز ذہانت و صلاحیت کا جوش ہی جوش ہے! ان سے بڑھ کر حیرت ہی حیرت ہمارے مولانا علی میاں سلمہم کے اس جوش پر ہے کہ اس "نئے طوفان" کا زور تحریر و تقریر کے کلامیاتی طوفان یا تحقیقاتی و نشریاتی مجالس سے توڑا جا سکتا ہے۔ اس طوفان کے اٹھانے میں اہل باطل ہم سے ہزاروں درجہ آگے ہیں اور رہیں گے۔ ہم ان سے کبھی بازی نہ لے جا سکیں گے۔ بے شک اس کاغذی یا الفاظی مقابلہ کا فرض بھی فرض کفایہ کے درجہ میں امت پر عائد ہے لیکن بجائے خود یہ کافی ہرگز نہیں۔ بقول حضرت دریابادی "صاحب صدق" اگر الفاظ کے زور سے سب کو قائل کر دینا ممکن ہوتا تو امام رازیؒ کے بعد دنیا میں کوئی ملحد یا دہریہ باقی ہی کیوں رہ جاتا۔" (۲۹ جولائی ۱۹۶۰ء)

اس فتنہ کا تدبیری توڑ صرف گیلانی اقامت خانوں کی تجویز ہے مگر وہ ٹھوس عمل اور جفاکاری کا کام ہے اس لئے اس کی داد تو خود ہمارے علی میاں سلمہم کے علاوہ بھی ہندوستان سے لیکر پاکستان تک سب ہی نے دی لیکن عمل کیلئے کوئی قدم آگے نہ بڑھا۔ سب سے بڑھ کر خود اس ناکارہ ہی نے اسکی تفصیل کچھ مکتوبات گیلانی کے مقدمہ میں لکھی ہے۔

Marfat.com

حرف ناقابلِ انکار ہے کہ "اس نوعیت کا فتنۂ ارتداد اسلام کی ساری تاریخ میں بھی کبھی رونما نہیں ہوا۔

تیسرا بہانہ | ایک تیسرا بہانہ یہ ہے کہ دینی مدرسوں اور دارالعلوموں میں پڑھنے والوں یا عالم بن کر نکلنے والوں میں بھی سچے پکے دیندار جب شاذ و نادر ہی اب نظر آتے ہیں تو دین کے ساتھ دنیا بھی کیوں کھوئی جائے؟ بہت بڑی حد تک یہ بالکل سچ ہے جس کی کچھ تفصیل و توجیہ اوپر کہیں گذر چکی۔ بایں ہمہ ان کی اکثریت نہ صرف ٹوٹے پھوٹے نماز روزہ کی پابند ہوتی ہے بلکہ ایسے ازلی بدبخت و شقی ان میں شاذ و نادر ہی ملیں گے جن کا ایمان ہی متزلزل یا سرے سے رخصت ہو چکا ہوگا۔ اور دولتِ ایمان کی قدر و قیمت پہچاننے والے جانتے ہیں کہ ایمان ضعیف سے ضعیف اور بے عمل سے بے عمل بھی ہفت اقلیم کی سلطنت سے زیادہ قیمتی ہے۔

چوتھی شکایت | ان شیطانی وساوس کو شہ دینے والے حیلوں میں ایک یہ بھی ہے کہ بہتوں کو دیکھا کہ اولاد کی دینی تعلیم و تربیت میں اپنی جان لڑا دی مگر نتیجہ الٹا رہا۔ جواب ایسے سارے حیلوں بہانوں کا ایک ہی سوال ہے کہ کیا کسی وبا یا وبائی آب و ہوا سے بچنے بچانے کی فکر و اہتمام کو غیر ضروری و لایعنی ٹھہرانے کے لئے کوئی عقلمند بھی اس عذر کو عاقلانہ قرار دے گا کہ فلاں فلاں ہر طرح کی فکر و تدبیر، دوا علاج کے باوجود اس وبا کا شکار ہی ہو کر رہا! اس طرح کی تمام دینی بے پرواہیوں اور کوتاہیوں کا بڑا بنیادی سبب یوم دین یا آخرت کی زندگی کا عملاً مدنظر نہ رہنا ہے۔ خفی و اجمالی ایمانِ آخرت (جس کو اوپر کہیں سلبی بھی کہا گیا ہے

Marfat.com

ایمان آخرت گئی گزری حالت میں بھی مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت کو نصیب ہے لیکن دنیا کے معاملات میں آخرت کا سود و زیاں نفع و نقصان مدنظر اچھے اچھے دینداروں میں کم ہی نظر آتا ہے۔

ان حیلہ جوئیوں کی وجہ! غرض اگر جسم و جان کی دنیوی بیماریوں کی طرح روح و ایمان کی دینی بیماریاں بھی بیماریاں ہی ہیں اور دنیوی بیماریوں سے صرف دنیا کی فانی زندگی کو خطرہ ہے اور دینی بیماریاں دین و آخرت کی غیر فانی و ابدی زندگی کی ہلاکت و تباہی کا سامان ہیں، تو یوم دین و آخرت پر ایمان رکھنے والوں کو خود ہی سوچنا چاہیئے کہ دنیوی سود و زیاں کے بالمقابل دینی فلاح و خسران کا معاملہ کتنی زیادہ جان توڑ کوشش کا مقتضی ہے۔ لیکن عام صورت حال کیا بالکل برعکس نہیں کہ دنیا کے لئے پیسہ پیسہ پر جان دی جاتی ہے اور دین پیسہ پیسہ پر فروخت کیا جاتا ہے!

بس گھر باہر اپنوں پرایوں سب کے حق میں ہر چھوٹے بڑے معروف و منکر کے امر و نہی کی نوعیت و حیثیت بالکل وہی ہے جو کسی چھوٹی بڑی بیماری میں مبتلا بیمار کی دوا پرہیز کے معاملہ میں حسب تعلق زیادہ سے زیادہ سعی و تدبیر کی۔ البتہ درجات میں دونوں کے اتنا زمین و آسمان کا فرق و تفاوت ہے کہ اگر ایک طرف خالص دنیوی سود و زیان کے لحاظ سے ہفت اقلیم کی دولت و حکومت یا زندگی بھر کے فقر و فاقہ کا سوال ہو اور دوسری طرف ایک دن کیا، ایک گھڑی کے اخروی ثواب و عقاب کا، تو سرے سے آخرت کے منکر و کافر یا اس کے علم و شعور سے انتہائی جاہل و غافل مومن کے

Marfat.com

سوا کون دانشمند آخرت کے چھوٹے سے چھوٹے نفع وضرر کو دنیا کے بڑے سے بڑے نفع وضرر کے مقابلہ میں نظر انداز کرنا گوارا کرے گا۔ یا آخرت کی چھوٹی سی چھوٹی اور دم بھر کی بیماری کو دنیا کی زندگی بھر کی صحت وتندرستی کے معاوضہ میں قبول کرے گا! ایسے سرپرستوں یا والدین سے بڑھ کر اولاد کا دشمن کون ہوگا جو جہنم نہیں، دنیا ہی کی کسی آگ کی طرف اٹھنے والے اس کے ہر چھوٹے بڑے تیز وسست قدم کو اگر سمجھا بجھا کر روکنے پر قادر نہیں تو زبردستی روکنے کو عین محبت وشفقت، ہمدردی وخیر خواہی نہ جانے گا۔ گو بالآخر نافہم ونادان اولاد کی خودکشانہ ضد ووالدین کے معالجانہ وخیر خواہانہ جبر پر غالب ہی آ کر رہے۔

یہ جبر وزبردستی تو بدرجۂ مجبوری اور بالکل آخری چارۂ کار ہوگا۔ ورنہ جس ملک و معاشرہ میں صرف زبان ودل سے معروف ومنکر کے امر ونہی کا حق ادا کیا جاتا ہو، یعنی ایک طرف ہر چھوٹے بڑے معروف کی اس کے درجہ کے مطابق زبانی تعلیم وترغیب ہوتی ہو اور معروف کے اختیار کرنے سے معاشرہ میں سرخروئی وسربلندی حاصل ہوتی ہو اسی طرح دوسری طرف ہر چھوٹے بڑے منکر پر اس کی حیثیت کے مناسب روک ٹوک ہوتی ہو اور اس کے مرتکب کی رسوائی وبدنامی تو ایسی سوسائٹی میں منکرات کا علانیہ ارتکاب کسی بڑے پیمانے پر جڑ ہی کیسے پکڑ سکتا ہے۔

اعمال کا کیا ذکر جبکہ توحید کے لالے پڑے ہیں

لیکن بار بار کہے بغیر رہا نہیں جاتا، عقائد واعمال کے دوسرے اصول وفروع کلیات وجزئیات کا نام ہی کیا لیا جائے، توحید جو سارے ایمان واسلام کی جان وبنیاد اور اس کا سب سے بڑا امتیاز ہے اور جس کے دشمن انکار والحاد سے بڑھ کر

Marfat.com

شرک و شرکیات کے عقائد و رسوم ہیں۔ ان شرکیات میں غیر اللہ کی نذر و نیاز سے لے کر سجدہ، رکوع اور طواف تک کا کونسا عبادت و استعانت کا مشرکانہ عقیدہ و عمل ہو گا جس میں ہمارے لاکھوں کروڑوں بھائی جاہل و عوام ہی نہیں، خاصے پڑھے لکھے خواص تک گرفتار نہیں۔ اور جن کا اعتقاد و عمل درگاہوں تعزیوں وغیرہ کے ساتھ بعینہٖ وہی نہیں جو پکے سے پکے مشرکوں کا اپنے دیبی دیوتاؤں کے ساتھ، دلیل بھی کم و بیش بعینہٖ وہی کہ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ اور یُقَرِّبُنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔ یعنی ہم اُن کو خدا نہیں کہتے مانتے، البتہ خدا کے پاس یہ ہماری سفارش اور اس کے تقرب کا وسیلہ ہیں۔

میں تو اپنے نادان مسلمان بھائیوں کے جب ان مشرکانہ تصورات و افعال کو دیکھتا ہوں، تو ان کو غیر مسلم مشرکوں سے ممتاز کرنے والی کوئی دل لگتی دلیل و تاویل ڈھونڈے نہیں پاتا! جہلا و عوام کو جانے دیں، کتنے علما و مشائخ ہیں جو کھلے کھلے شرکیات کے نفسِ شرک ہونے تک پر متفق نہیں۔ بلکہ غضب پر غضب ہے کہ خود قرآن و حدیث سے اس مشرکانہ ضلالت کی تائید و تاویل گھڑ گھڑ کر یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا کی شہادتیں فراہم کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ شرک و شرکیات کی نجاست و گندگی کے ساتھ نہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و نصرت جمع ہو سکتی ہے اور نہ اس کی تائید و فضل کے بغیر مسلمانوں کی دینی و دنیوی، انفرادی و اجتماعی، سیاسی و معاشی صلاح و اصلاح کی کوئی سعی و تدبیر کارگر ہو سکتی ہے۔ دین و ایمان کا راس المال تو توحید ہی ہے۔ جب وہی سلامت نہیں تو دوسروں کے لئے جو بظاہر سود و فلاح ہے مسلمان کے حق میں وہ بھی سراسر زیان و

Marfat.com

خسران ہی ثابت ہو کر رہے گا۔

جو حضرات علماء و صلحا انفرادی یا جماعتی طور پر صحیح عقائد کے حامل اور اپنی ذات کی حد تک شرک و بدعیات سے مجتنب ہیں وہ بھی اپنی تقریروں تحریروں مجلسوں اور ملاقاتوں میں ان پر نہی و نکیر اب شاذ و نادر ہی فرماتے ہیں۔ اور سیاسی لیڈروں کی طرح زیادہ تر آئے دن کے فروعی مسائل و جزئیات ہی میں اُلجھے رہتے ہیں۔ امت کی ایمانی و عملی گوناگوں خامیوں، کوتاہیوں اور غفلتوں پر توجہ کرانے یا انفرادی و اجتماعی طور پر خطاب خاص و عام کے ذریعہ عقائد و اعمال کی اصلاح کی کسی منظم و مستقل سعی و تدبیر کے بجائے بس جدید رنگ کے جلسوں، کانفرنسوں یا میلادی جشنوں میں کچھ جدید ہی رنگ کی تقریروں، یا رسائل و اخبارات وغیرہ میں اسی رنگ کی تحریروں پر قناعت فرماتے ہیں جو بالکل ایسا ہوتا ہے جیسے کسی مریض کو دوا دینے کی جگہ اس کو صحت و مرض پر لکچر دیئے جائیں۔

خلاصہ یہ کہ ایمان و عمل صالح کے اصول و فروع، جزئیات و کلیات کسی کے معاملہ میں نہ اب ہمارے عوام میں معروف و منکر کے امر و نہی کی المومنون بعضھم اولیاء بعض والی ایمانی ولایت یا دوستی و نگرانی کا کوئی پتہ و نشان ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو بلا کسی تعلق یا معمولی جان پہچان تک کے محض مسلمان ہونے کے رشتہ سے راستہ گلی تک میں جب چھوٹے بڑے منکر یا برائی میں مبتلا پائے روک ٹوک اور بچانے کی کوشش کرے۔ نہ قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا کے سے تہدیدی حکم کے ہوتے والدین سرپرستوں

Marfat.com

یا کسی اور حیثیت سے راعی و نگراں کی ذمہ داری رکھنے والوں کو اپنے زیر نگرانی اہل و عیال افراد و جماعات کے معروف و منکر کے باب میں خود اپنے مواخذہ و مسئولیت کی کوئی خاص فکر و پرواہ۔ اور نہ "منکم امۃ" والی سب سے بڑھ کر ذمہ دار جماعت حضرات علما کو خبر کی طرف بلانے معروف کا حکم کرنے اور منکر سے باز رکھنے کے اپنے فرض منصبی کا احساس و اہتمام الا ماشاء اللہ۔

ایک ایسا ملک و معاشرہ فرض کرو، جس میں نہ حکومت کی طرف سے حفظانِ صحت یا بیماری کی روک تھام کا کوئی انتظام، نہ ماں باپ یا سرپرست اپنے بال بچوں اور زیر سرپرستوں کی چھوٹی بڑی بیماریوں میں دوا پرہیز کی خبر لیتے ہیں نہ عام لوگوں میں اتنی ہمدردی و غمگساری کہ اپنے پرائے کسی کو بیمار دیکھ کر اس پر ترس کھاتے اور مدد کرتے ہوں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ڈاکٹر اور طبیب جو زندگی بھر بیماری و تندرستی ہی کے علم و فن کی تعلیم و مہارت حاصل کرتے رہے وہ بھی اپنا یہ فن و پیشہ چھوڑ کر دوسرے مشاغل میں لگے ہیں۔ ایسے ملک و معاشرہ کا حال اس کے سوا کیا ہوگا کہ گھر گھر اور گلی گلی چھوٹی بڑی ہر طرح کی بیماریاں پھیل گئی ہوں۔ ہماری دینی و ایمانی، اخلاقی و روحانی بیماریوں کے معاملہ میں یہی فرضی مثال آج ساری دنیا کے مسلمانوں کا کم و بیش واقعی حال بن کر رہ گئی ہے۔ نتیجہ وہی ہے کہ افراد اور جماعتیں، ادارے اور انجمنیں سب ہی قریب قریب چھوٹے بڑے ہر طرح کے منکرات کا شکار ہیں۔ جس طرح کوئی فرد خواہ وہ چھوٹی سی چھوٹی بیماریوں میں سر سے پاؤں تک مبتلا ہو، انفرادی زندگی کے

Marfat.com

فرائض و مشاغل کو صحتمندانہ طریقہ سے انجام نہیں دے سکتا، نہ ایسے افراد سے مرکب کوئی معاشرہ صحیح معنیٰ میں زندگی کے اجتماعی ثمرات سے متمتع ہو سکتا ہے۔ ہو بہو اسی طرح جب کہنا چاہیئے کہ پوری امت مسلمہ اسلامی احکام ـــــ چھوٹے بڑے معروفات و منکرات اوامر و نواہی ـــــ کے لحاظ سے ظاہری و باطنی امراض کی پوٹ بن کر رہ گئی ہو تو آخر صحتمند اسلامی زندگی کے دینی و دنیوی انفرادی و اجتماعی، سیاسی و معاشی ثمرات و برکات کیسے اور کہاں سے ظاہر و مرتب ہو سکتے ہیں! مرض لے دے کر ایک ہی ہے ـــــ مسلمانوں کی نامسلمانی ـــــ اور لازماً

علاج بھی ایک ہی

یعنی وہی مسلمانوں کو مسلمان بنانا۔ بالفاظِ دیگر زندگی کے تمام شعبوں میں اسلام کی عملی زندگی کو زندہ یا اس کو ازسرنو برپا کرنا۔ اس کی تدبیر بھی ایک ہی ہے دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے عام و تام نظام کا دوبارہ زندہ کرنا۔ سوال ہے کہ کون کرے؟ اس کا جواب بھی ایک ہی ہے حضرات انبیا و نبی الانبیا علیہم السلام کا نہ تو سیاسی کوئی پروگرام تھا، نہ معاشی منصوبہ بندی۔ ان کا اصلی منصب اور سارا مشن لوگوں کو بھلائی کی طرف بلانا، معروف کا حکم کرنا اور منکر سے منع کرنا تھا۔ یہی اہم و اقدم فریضہ اب تمام عالم میں علمائے اسلام کا ہے۔ یہ نہ صرف خاتم النبیینؐ بلکہ تمام انبیا و مرسلین کے جانشین اور تمام بندگانِ خدا کے لئے نہ صرف دعوتی کام پر مامور اور اس کے امین ہیں، بلکہ جس چیز کی دعوت دیں اس پر عمل کی حفاظت و نگرانی بھی اُن

Marfat.com

کی ذمہ داری ہے۔ کما قال صلی اللہ علیہ وسلم العلماء امناء الرسل علی عباد اللہ من حیث یحفظون لما یدعون الیہ۔[1] اس امانت وحفاظت کا حق ادا کرنے کے دو ہی بنیادی طریقے ہیں:-

(۱) ایک تو دین کے تمام شعبوں ایمانیات وعبادات ہی نہیں معاملات اور اخلاق ومعاشرات ظاہر وباطن قلب وقالب سب کے احکام کا علم حاصل کرنا اور "بلغ ما انزل الیک" کی وراثت کے مطابق دوسروں تک پہنچانا۔ اس تبلیغ ما انزل میں معروف ومنکر کے امر ونہی کے حکم کی تبلیغ بھی داخل ہے کہ لوگ نہ صرف خود ایمان وعمل صالح کے مختلف اوامر ونواہی کو جانیں اور ان پر چلیں، بلکہ اپنے اپنے محل ومرتبہ کے لحاظ سے دوسروں کو بھی اوامر کا امر اور نواہی سے نہی، ساتھ ہی اپنی والی ان پر چلانے کی سعی کرتے رہیں۔ خود پیغمبروں کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ (جو کچھ تمہاری طرف اتارا گیا ہے دوسروں کو پہنچا دو) کے علاوہ دوسرا کام یہ بتلایا گیا ہے کہ لوگوں کو اس "ما انزل الیک" پر چلانے کے لئے معروف کا امر اور منکر کی نہی بھی فرماتے ہیں۔ "یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر۔"

(۲) دوسرے حضرات انبیا کی دعوت وتبلیغ کی بڑی خاص خصوصیت یہ ہے کہ جس خیر کی طرف وہ لوگوں کو بلاتے اور جن اوامر ونواہی کا امر ونہی فرماتے، ان پر عمل کا خود کامل وبے داغ نمونہ ومثال یا اسوہ ہوتے ہیں۔ علما کو بھی اس کا اہتمام زیادہ سے زیادہ

---

[1] الفتوحات الربانیہ ص ۲۲۶

Marfat.com

لازم ہے کہ دوسروں کے مقابلہ میں وہ ایمان صالح کی دینی واسلامی زندگی کا خود مقدور بھر بہترین نمونہ ہوں جس طرح رسولؐ کی ذات اقدس ساری امت وانسانیت کے لئے اسوۂ حسنہ تھی ـــــ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ـــــ اس طرح آپ کے ورثا اور جانشینوں کو بھی اپنے اپنے مقام اور حلقوں گھر باہر، مدرسہ ومسجد، خانقاہ ومجلس ہی میں نہیں، ہر جگہ اور دین ودنیا کے ہر معاملہ میں نمونۂ عمل ہوں۔ نیز دوسروں کے ساتھ بلکہ ان سے مقدم خود اپنے اہل وعیال، اعزہ واقربا کی صلاح واصلاح کی فکر ہو کہ اس کا بھی خاص طور پر خود رسول اللہ ہی کو حکم تھا۔ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ ـــــ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ۔

(۳) ایک اور بہت زیادہ اہم انبیائی دعوت وتبلیغ کا امتیاز جس کو بار بار تمام بنام قرآن مجید میں دہرایا گیا ہے مخلوق سے کامل استغنا ہے یعنی حضرات انبیاء اپنی اصلاحی ودینی خدمات پر دنیا والوں سے کسی قسم کے اجر ومعاوضہ کے قطعاً طالب نہیں ہوتے، ان کی نظر صرف خدا پر رہتی ہے ـــــ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ دنیاوی اغراض کے لئے دنیا والوں پر نظر بھی اخلاقی ونفسیاتی ہر اعتبار سے قدرۃً للہیت کے اثر کو لوگوں کی نگاہ میں گھٹا اور گرا دیتی اور قبولِ حق کی راہ میں بڑا حجاب بن جاتی ہے۔ یہ وصف اب الا ماشاء اللہ ہمارے اچھے خاصے کھاتے پیتے مشاہیر علما تک میں قریب قریب ناپید و نادر ہی ہے۔ عوام وخواص کوئی بھی ان کو جاہ ومال کی حرص وہوس میں اپنی سطح سے بمشکل اونچا پاتے ہیں۔ جن کی بدولت انکار واستہزا کا

Marfat.com

خصوصاً دین دشمنوں کو بڑا حربہ ہاتھ آجاتا ہے۔

عین ان سطروں کے دوران تحریر میں ایک مشہور و خوش بیان پاکستانی واعظ و عالم پر ایسا ہی شدید و استہزائی طنز و طعن پڑھنے میں آیا۔ ماشاء اللہ معمولی خوش حال نہیں، اچھے مالدار ہیں۔ ایک سرکاری کمیشن کے رکن تھے۔ اپنے رفقاء کمیشن سے اختلاف پر طویل بیان شائع کیا ہے، جو بجائے خود خوب مدلل و معقول ہے لیکن چونکہ کمیشن کا الاؤنس قبول کرنے میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے نہ رہتے تھے اس لئے یاروں کو دلائل کا وزن گھٹانے کے لئے اس طرح کے فقرے چست کرنے کا موقع ہاتھ آگیا کہ "آپ ان اجتماعات میں شریک رہے اور مقررہ الاؤنس وصول کرتے رہے ..... نہ صرف ان تمام اجتماعات میں شریک ہوئے اور پورا الاؤنس وصول کرتے رہے، بلکہ کئی ماہ تک منہ میں گھونگھیاں ڈالے بیٹھے رہے۔" "جبہ و دستار پھڑکانے" تک کی پھبتی کسی گئی ہے! کاش موصوف نے الاؤنس کو رد فرما دیا ہوتا تو نہ صرف مخالفوں کو اُن کے دلائل کے رد کرنے کیلئے ایسے استخفاف کی گنجائش ملتی بلکہ ان دلائل کا اخلاقی وزن کتنا بڑھ جاتا۔

مگر کیا اور کس سے عرض کیا جائے کہ یہ ایک ہی مثال نہیں۔ بالعموم اب ہمارے اچھے اچھے علما و صلحا سب ہی سرکاری و غیر سرکاری علمی و دینی کمیٹیوں، کمیشنوں، جلسوں، کانفرنسوں، میلادی جشنوں، ریڈیائی تقریروں وغیرہ کے الاؤنسوں اور فسٹ کلاس کے سفر خرچوں وغیرہ کے وصول فرمانے میں پکے دنیاداروں سے ایک قدم پیچھے نہیں رہتے۔ تصنیف و تالیف کی خالص دینی خدمات

Marfat.com

تک کو کتب فروشی کا مستقل کاروبار بنا لیا گیا ہے اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ کے لئے مشکل ہی سے کوئی کچھ چھوڑنا جانتا ہوگا۔

کہاں انبیائی وراثت والے علما کی شان و صفت یہ تھی کہ خدا و آخرت کے اجر و ثواب کے سوا دنیا کے مال و متاع پر وہ غلط انداز سے نظر بھی نہ ڈالتے، کہاں آج دنیا داروں کو اپنی اور ان کی دنیا داری و دنیا طلبی میں کوئی خاص فرق محسوس نہیں ہوتا غرض دعوت و اصلاح کے خالص انبیائی فرائض انجام دینے والے علما کا بالخصوص سب سے مقدم فریضہ خود اپنی ایمانی و اسلامی زندگی کو دوسروں کے لئے عمل و اتباع کا ممتاز و موثر نمونہ بنانا ہے۔ پھر دور و نزدیک کے عام مسلمانوں کو وعظ و تذکیر، تحریر و تقریر کے ذریعہ عام طور پر اور خاص زیر نگرانوں عزیزوں، دوستوں، ملنے جلنے والوں کو موقع و محل کے مناسب خاص تفہیم و تنبیہ سے خیر کی طرف بلانے، معروف کا امر اور منکر کی نہی کرتے رہنا، بس یہی انبیائی جانشینی کا حق ادا فرمانے والے علماء کی تمام تر زندگی ہے اور ہونی چاہئے۔ دل خوشی سے اچھل پڑا اور ان معروضات پر بڑا اطمینان ہوا کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی معروف و منکر ہی کے مباحث میں **منکراتِ عامہ** کے عنوان کے تحت اپنے عینی فرائض کے بعد علما کا مخصوص فریضہ یہی قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے کہ

"شہر کی ہر مسجد و محلہ میں ایک فقیہ یا عالم کا ہونا واجب ہے، جو لوگوں کو اُن کے دین کی تعلیم دیتا رہے۔ اسی طرح ہر گاؤں میں بھی ایک عالم ہونا واجب ہے، اور جو عالم

Marfat.com

بھی اپنے فرض عین سے فارغ اور فرضِ کفایہ کے لئے فرصت رکھتا ہو، اس پر واجب ہے کہ اپنے شہر کے آس پاس کی بستیوں میں جاجا کر لوگوں کو دین کی باتوں اور شریعت کے فرائض کی تعلیم دیتا رہے۔"

علما یا فقہا کا تو یہی خصوصی و منصبی کام اور ذمہ داری ہے لیکن اس کا مطلب یہ بالکل نہیں کہ غیر علما اس ذمہ داری سے بالکل سبکدوش ہیں۔ حضرت امام ہی کا ارشاد ہے کہ "جو شخص ایک مسئلہ بھی جانتا ہے وہ اس کا عالم ہے۔" اور اس کے ذمہ ہے کہ جو کچھ بھی وہ جانتا ہے دوسروں کو بتلائے ورنہ وہ بھی گناہ میں شریک سمجھا جائے گا۔ پھر آگے علما کو خاص طور سے متنبہ فرمایا ہے کہ ان سے اگر اس میں کوتاہی ہو

"تو بہت زیادہ گناہگار ہوں گے کیونکہ وہ اس کام کی زیادہ لیاقت و قدرت رکھتے ہیں۔ باقی دوسرے کاروباری لوگ اگر اپنے اپنے کاموں کو چھوڑ کر اس میں لگ جائیں تو معاشی ابتری پھیل جائے گی۔ جو انھوں نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے وہ مخلوق کی معاشی درستی کے لئے ناگزیر ہے۔"

بخلاف عالم یا فقیہ کے کہ

"اس کی تو خاص شان اور خاص خدمت ہی یہ ہے کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو پہنچا ہے دوسروں کو پہنچاتا رہے کہ یہی وہ کام ہے جس میں علما انبیا کے وارث ہیں۔ کسی کو اس عذر سے گھر میں بیٹھ رہنا اور مسجد میں نہ آنا جائز نہیں کہ لوگ نماز ٹھیک نہیں پڑھتے بلکہ جب اس کا علم ہو تو ان کی تعلیم کیلئے نکلنا تو اور

Marfat.com

واجب ہے، اسی طرح اگر معلوم ہو کہ بازار میں مثلاً کسی وقت یا ہمیشہ منکر کام ہوتا ہے اور اس کے دور کرنے پر قدرت رکھتا ہے تو جائز نہیں کہ گھر میں بیٹھا رہے۔"

آگے علماء و عوام سب ہی مسلمانوں کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یا اصلاحِ دین کی بعینہٖ وہی ترتیب تحریر فرمائی ہے جو راقم الحروف بار بار عرض کرتا آیا ہے کہ

"سب سے پہلے ہر مسلمان پر خود اپنی اصلاح لازم ہے کہ فرائض کی پابندی کرے اور محرمات کو ترک، پھر اپنے گھر والوں کو تعلیم کرے، پھر پڑوس والوں کو، پھر محلہ والوں کو، پھر شہر والوں کو، پھر شہر کے قرب و جوار والوں کو، پھر دیہاتیوں کو۔ اسی طرح دنیا کے سرے تک۔ اگر قریب والے اصلاح و تبلیغ کی خدمت کو اس طرح انجام دیں گے تو دور والے سبکدوش رہیں گے ورنہ قریب و دور والے جو بھی اس خدمت کی استطاعت رکھتے ہیں سب ہی گنہگار ہوں گے اور جب تک روئے زمین پر ایک انسان بھی کسی ایک دینی فرض سے جاہل رہے گا اور عالم کو قدرت ہوگی کہ خود جا کر یا دوسروں کے ذریعہ اس کو بتلائے تب تک وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہ قرار پائے گا۔ . . .

. . . اور اس کام سے بڑھ کر یا تو فرض عین ہے یا کوئی اور ایسا فرض کفایہ جو اس سے بھی اہم و اقدم ہو۔"[1]

البتہ اس زمانے میں ہر مسجد و محلہ، بستی و قریہ اور اس کے ہر گھر تک اسلام کے سارے احکام کو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس طرح پہنچانا اور معروف و منکر کے امر و نہی کے

---

[1] احیاء العلوم جلد دوم ص۲۶۸ مطبوعہ مصر۔

Marfat.com

ذریعہ ان پر عمل کی نگرانی اس وسعت کے ساتھ قائم کرنا کہ "کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہ چھوٹے، جو کسی ایک دینی فرض سے بھی جاہل و غافل رہے" بڑے وسیع و مستحکم نظم و نظام کو چاہتا ہے مگر ہے ہر حال میں یہ کام ہر ملک و شہر اور آبادی کے علماہی کا کہ وہ اَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ والے باہمی مشورہ سے کوئی ایسا وسعت پذیر نظام تجویز فرمائیں جو خواہ شروع کسی ایک ہی مسجد و محلہ سے ہو لیکن تدریج و استحکام کے ساتھ اس طرح پھیلتا جائے جس طرح کوئی صالح تخم صالح زمین میں پڑ کر بڑھتے بڑھتے پھولوں پھلوں سے لدا ہوا تناور درخت ہو جاتا ہے۔ اسی خیال کے مدنظر خود اس سراپا نالائق و ناکارہ نے تجدید تعلیم و تبلیغ نام کے ایک رسالہ میں مجدد وقت حضرت مرشد تھانوی علیہ الرحمہ کے تبلیغی و اصلاحی ارشادات کی روشنی میں کچھ معروضات خصوصاً مساجدی نظام کے عنوان سے —— پیش کر دیئے تھے شاید وہ بھی کچھ لائق اعتنا ہوں۔

ضرورت باتوں کی نہیں عمل کی ہے!

لیکن عملی چیزوں میں خالی کاغذی ناؤ سے دین و دنیا کا کون سا بیڑا پار لگا ہے۔ باطل سے باطل تحریک کو بھی اگر کوئی عمل و ہمت کا مرد لے کر کھڑا ہو جاتا ہے تو اس کے پیچھے ملک کے ملک چل پڑتے ہیں۔ اس کی بہترین مثال عقل و نقل سب کے خلاف خدا بیزار اشتراکیت کی تحریک ہے تو پھر حق تو حق ہی ہے۔ البتہ انسان کی فطرت ہی ایسی بنائی گئی ہے کہ سن کر بہت کم اور دیکھ کر بہت زیادہ قبول کرتی ہے۔ اگر مسلمانوں کی کسی معتد بہ آبادی میں کسی معتد بہ درجہ تک بھی ایمان و عمل صالح کی —— محض عبادات نہیں، معاملات اخلاق و معاشرات ظاہر

Marfat.com

باطن ــــ سب کی پوری اسلامی زندگی جیتی جاگتی، چلتی پھرتی محسوس و مرئی ہو کر اپنوں پرایوں سب کی آنکھوں کے سامنے ہو تو پھر ان شاء اللہ اسلامی معاشرہ کا یہی تخم مدنی زندگی کا پرتو بن کر دینی و دنیوی، انفرادی و اجتماعی، سیاسی و معاشی ہر قسم کے برگ و بار پیدا کرنا شروع کر دے گا اور مکی زندگی کے سارے مصائب و مشکلات کو دور کر کے رہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی غیبی تائید و نصرت ایسے معاشرہ و جماعت کے ساتھ قدم قدم پر ہو گی اور ایسی ہو گی کہ صلح حدیبیہ کی سی ظاہری کمزوریاں نہ صرف مکہ کی فتح بلکہ "اسلام کی تمام آئندہ کامیابیوں کا دیباچہ" بن جائیں گی۔ نادانی میں بعض بڑے ایمان والے قلموں سے بھی ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں کہ صلح حدیبیہ سیاسی دور اندیشی کا شاہکار تھا"۔ حالانکہ وہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی رضا والی کھری اور پکی ایمان و عمل صالح والی زندگی پر مبنی اٹل وعدہ کی فتح مبین تھی۔

سالہا سال سے اپنی کچھ ٹوٹی پھوٹی تحریروں میں یہ کس مپرس عرض کر رہا ہے کہ مسلمان جب تک ٹوٹا پھوٹا ایمان و اسلام اپنے گلے سے لگائے ہیں، ان سے خدا کا معاملہ دنیا میں بھی عقلاً و نقلاً نہ وہ ہو گا نہ ہونا چاہیے جو دوسری قوموں کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ تہیل کا معاملہ ہے، ہمارے ساتھ تنبیہ کا کہ اپنے نام کے اسلام کو کام کا بنانے کی چونک پیدا ہو۔ خدا و رسول کا دامن چھوڑ کر خالص "سیاسی تدبر و دور اندیشی کا" شاہکار" بھی ہمارے حق میں سراسر تباہ کار ثابت ہو کر رہے گا ہماری ہزار تدبیروں کی تدبیر سب سے پہلے خدا سے اپنا معاملہ درست کرنا ہے۔

Marfat.com

اور وہ درسنی ایمان وعمل صالح کی انفرادی واجتماعی حضرات صحابہ والی ایسی ہمہ جہتی محسوس ومرئی زندگی کے سوا کچھ نہیں، جس کو دوست دشمن سب گھر باہر مسجد اور بازار ہر جگہ دیکھ سکیں۔ یہ لکھ ہی رہا ہوں کہ ماشاء اللہ ایک نوجوان[1] مومن صالح ــــ وہ بھی جدید تعلیم یافتہ ــــ قلم کی چند سطریں صلح حدیبیہ ہی کے ذکر میں اتفاقیہ سامنے آگئی ہیں، حرف حرف راقم عاجز کے دل ودماغ کی ترجمانی ہیں۔ اس صلح کی سب سے بڑی فتح یہی تھی کہ اس کی بدولت مکہ کے مشرکوں اور مدینہ کے مسلمانوں میں کھلی آمدورفت اور میل جول کے مواقع پیدا ہوگئے۔

"اس طرح ان (مشرکین) کو اسلام کو جاننے اور برتنے کا موقع ملا۔ روزمرہ کی زندگی میں مسلمانوں کی اخلاقی پاکیزگی اور برتری نے ان کے دلوں پر وہ اثر کیا جو برسوں کی جدوجہد نہ کرسکی مسلمان بھی آزادی سے مکہ جانے لگے، وہ اگرچہ اپنی دعوت کے متعلق زبان سے کچھ نہ کہتے مگر ان کا عمل سیکڑوں تقریروں اور وعظوں کا (کیا ان سے ہزاروں درجہ بڑھ کر) کام کرتا اور دین کے منکروں کو دین کی طرف کھینچتا۔ اس سال جتنے لوگ اسلام میں داخل ہوئے اس سے پہلے کبھی نہ ہوئے تھے"

بے شک امت کے کچھ افراد اور بعض جماعتیں یدعون الی الخیر کا فریضہ تو کچھ وعظ و تقریر، تحریر و تصنیف سے ادا فرما رہی ہیں وہ بھی خیر یا ایمان وعمل صالح کی ظاہری

---

[1] ڈاکٹر محمد آصف قدوائی سلمہ۔ الفرقان بابت ماہ نومبر ۵۶ء ص ۳۲

Marfat.com

وباطنی زندگی کے پورے اوامر و نواہی کا نہیں۔ ایمانیات وعقائد میں شرک شرکیات تک سے تعرض کم ہی کیا جاتا ہے۔ عبادات میں نماز و زکوٰۃ تک کی تصحیح وتاکید کا کما حقہ اہتمام نہیں ہوتا۔ باقی معاملات و اخلاق اور معاشرت جن سے اسلامی زندگی دن رات چشم دید حقیقت بن کر گھر باہر اپنوں پرایوں سب کے سامنے آئی اور زبانِ حال سے ہر کھلی آنکھ کو خیر کی دعوت یا بھلائی کی ترغیب دیتی، وہ تو صدیوں سے عملاً اتنی ناپید ہے کہ مسلمان اور غیر مسلمان میں کسی فرق و امتیاز کی کوئی نشانی نہیں رہ گئی ہے۔ وجہ صرف وہی ہے کہ یَدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ کے ساتھ ہی عملاً خیر کو برپا کرنے کے لئے یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ کا جو نظام خود کتاب و سنت نے عطا فرمایا ہے اس کی تعلیم و تبلیغ اب بالید یا مقدور بھر قوت و طاقت سے کیا باللسان یا زبان اور تقریر و تحریر تک سے بڑے بڑے مقررین و مصنفین میں بھی کوئی دیوانہ اللہ کا بندہ ہی اس بدمزگی کو خریدتا ہوگا۔

پھر اس کے بغیر اسلام کے اس مدنی یا مثالی معاشرہ کا مسلمانوں کی کسی چھوٹی بڑی آبادی میں برپا ہونے کا سوال و امکان ہی کیا رہ جاتا ہے جس کے عملی معلم کتاب و حکمت (صلی اللہ علیہ وسلم) بلا سلام و اجازت کسی کے آجانے کی سی بظاہر چھوٹی سی چھوٹی معاشرتی چوک کو بھی گوارا نہیں فرماتے تھے۔ حکم ہوتا کہ واپس جاؤ اور پھر سلام و اجازت کے بعد آؤ۔ سوچنا چاہئے کہ ایسے معاشرہ میں مہمات امور پر روک ٹوک یا معروف و منکر کے امر و نہی کا کیا اور کس درجہ اہتمام ہوگا۔

Marfat.com

ایک مستحکم مثالی معاشرہ پیدا کر دکھانے کی ضرورت ہے

ایک اور چیز بھی ایمان و عمل صالح کی اسلامی زندگی کا کوئی چھوٹا بڑا عملی و مثالی معاشرہ پیدا کرنے میں مانع ہے۔ تقریر و تحریر کی حد تک دعوتِ خیر کی خدمات انجام دینے والے ایسے اہلِ علم و صلاح حضرات کی بحمداللہ خاصی تعداد پائی جاتی ہے جن کے نہ اخلاص میں کلام کیا جا سکتا ہے، نہ جد و جہد میں کوئی کمی و کوتاہی پائی جاتی ہے۔ لیکن ان میں سے کسی کی بھی نظر اسلامی زندگی کا کوئی ہمہ جہتی ٹھوس اور مستحکم مثالی معاشرہ پیدا کرنے کی خدمت کی طرف نہیں جاتی۔ توجہ کہنا چاہئے کہ تمام تر کیفیت سے زیادہ کمیت یا وسعت اور پھیلاؤ پر رہتی ہے۔ یہ انبیائی طریق و منہاج کے بجائے غالباً آج کل کے فرنگی طرز کا غیر شعوری تاثر ہے جو پروپگنڈے کے نام سے شر کے پھیلانے میں کارگر حربہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ حدود و اعتدال کے ساتھ اس حربہ سے کام لینے میں مضائقہ نہیں بلکہ ضرور لینا چاہئے۔ لیکن خدائی نصرت و تائید ——— جو دینی و انبیائی طریق کار کا اصلی مدار ہے ——— اس کو متوجہ کرنے کا راز پروپگنڈہ کی وسعت نہیں بلکہ دنیا طلبی کے بجائے خدا کی رضا اور آخرت طلبی کی ٹھوس ہمہ گیر زندگی کی کیفیت والا مدنی معاشرہ ہے جو زبان سے کچھ کہے بغیر سیکڑوں ہزاروں تقریروں اور تحریروں سے زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ خالی زبان و قلم کا پروپگنڈہ تو بس ڈھول کے اندر پول والے اہل باطل ہی کو مبارک ہو۔

آج ہمارے سامنے دور و نزدیک ہندوستان و پاکستان کیا سارے اسلامی و غیر اسلامی ملکوں کے مسلمان جن مسائل و مشکلات سے دوچار ہیں ——— ایمان کے

Marfat.com

دل و دماغ سے سوچا جائے ــــ تو کیا وہ اس کے سوا اور ایمانی و عملی فساد کا خمیازہ ہیں کہ مردم شماری کے رجسٹروں میں نام لکھانے والے نام کے مسلمانوں کے سوا کسی معتد بہ درجہ میں بھی اسلامی اوامر و نواہی کے کام والا کوئی مرئی معاشرہ کسی ملک میں بھی دیکھا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی ہر چھوٹی بڑی آبادی کی بہت بڑی اکثریت ــــ ۸۰،۹۰ فی صد سے کم نہیں ــــ ایک طرف علماً خیر و معروف کے اسلامی احکام سے جاہل اور دوسری طرف عملاً کم و بیش ہر طرح کے معاصی و منکرات، بدعات و شرکیات کا معاشرہ بن کر رہ گئی ہے۔ فسق و فجور لہو و لعب کی جن دوکانوں اور اڈوں کو دیکھئے مسلمان آبادیاں سب ہی کی رونق و آبادی میں اپنے عددی تناسب سے کہیں بڑھ چڑھ کر نمایاں اور نمائندہ ملتی ہیں۔ سچ پوچھئے تو تعجب کی بات معاصی و منکرات میں مبتلا ہونے والوں کی کثرت نہیں بچنے والوں کی قلت ہے کہ اتنے بھی کیسے بچ نکلے! یہ کھلا ہوا نتیجہ ہے دعوتِ خیر اور معروف و منکر کے امر و نہی کی ہمہ گیر اسلامی تعلیم سے مسلسل صدیوں کی غفلت کا۔

ہندوستانی مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ

ہندوستان میں اس وقت اسلام یا مسلمانوں کے دین کے لئے سب سے بڑا مسئلہ اور ان کی آئندہ نسلوں کے لئے خصوصاً سب سے بڑا خطرہ بچوں کی ابتدائی جبری تعلیم ہے۔ اس کی راہ سے بلا کسی خارجی جبر و اکراہ کے ایک آدھ نسل کے بعد ہی ہماری نسلوں میں رہے سہے نام کے اسلام کا نام باقی رہ جانا بھی (اعاذنا اللہ منہ) مشکل ہوگا۔ راقم حروف نے تقسیم کی بالکل ابتدا ہی میں جمعیۃ العلما کے بعض اکابر سے یہ اندیشہ عرض کیا تھا۔ ہفتہ وار صدق میں "مسلمانوں کی نئی مشکل کا پرانا حل" کے عنوان سے عام توجہ بھی

Marfat.com

دلائی تھی کہ بدلے ہوئے حالات میں سب سے مقدم اسی کی فکر ہے، گو ذرا دیر سے مگر مستقل طور جمعیت ہی کو اس خطرہ کی طرف توجہ ہوئی تھی۔ اور اب یوپی کی حد تک زیادہ انتظام و استحکام کے ساتھ تعلیماتِ دین کی تحریک کو تاہم جو تدابیر مد نظر ہیں وہ استیصال مرض کی نہیں، بلکہ مرض کے وقتی بحران کو دور کرنے کی۔ وقت کے بحران کو کسی نہ کسی نہج سے ٹالنا اہم واقدم بھی یقیناً ہے۔

خدا کرے بحران کا یہ خطرہ ٹل جانے کا کوئی سامان ہو جائے تو پھر استیصال مرض کا مستقل علاج وہی ہے کہ جمعیۃ یا علما کی کوئی اور جماعت اپنے کو مستقلاً منکم امۃ سکے ـــــ دعوت خیر اور معروف و منکر کے امر و نہی والے ـــــ۔ اسی کام و نظام کے لئے وقف کر دے جو علما کا اصلی و منصبی انبیائی فریضہ ہے۔ اگر اس فریضہ کا حق استحکام کے ساتھ شہر شہر، قصبہ قصبہ اور قریہ قریہ ادا ہوتا رہتا تو آج مسلمان گھرانوں میں بلا کتاب و مکتب کے روایتی و موروثی طور ہی پر صحیح، دین عملاً اتنا راسخ و مضبوط ہوتا کہ کتابی و جبری تعلیم کے ناموافق حالات ایک نسل میں کیا نسلہا نسل میں آسانی سے اس کو زیر نہ کر پاتے۔ اور اس نام نہاد لادینی جبری تعلیم کے توڑ کا جو عملاً دینِ شرک کی تعلیم ہے کسی گھبراہٹ کے بغیر معقول و مستقل مداوا کر سکتے۔ باقی وقتی خطرہ کے لئے جو آج اس طرح کی تدبیریں سوچی جا رہی ہیں کہ اگر حکومت کچھ نہ سنے اور اسلامی توحید کی عین ضد جبری شرک کی تعلیم کی اصلاح نہ ہو تو خود مسلمانوں کی طرف سے مسلمانوں کی تمام آبادیوں میں ہزاروں لاکھوں ایسے مکتبوں کا جال بچھا دیا جائے جن میں سرکاری جبری مدرسوں کے علاوہ

Marfat.com

بچے گھنٹہ دو گھنٹے دینی تعلیم حاصل کیا کریں، ان میں کوئی مستقل وثمر کامیابی بجائے خود بھی مشتبہ ہی ہے۔ باقی ایمان وعمل کا جو ذہنی ونفسیاتی رسوخ گھریلو اور روایتی فضا سے پیدا ہوتا ہے وہ تو بہر حال نرے کتابی مکتبوں سے نہیں پیدا کیا جا سکتا۔

اور اسی وجہ سے مشتبہ ہے کہ مسلمان گھرانوں میں دین کے عملی وروایتی تعامل وتوارث کے مٹ جانے سے دین کی قدر وقیمت عوام کے دلوں میں اتنی نہیں رہ گئی ہے کہ ان کے نجی مکتبوں کے وسیع پیمانے پر قیام وبقا کے لئے بقدر ضرورت سرمایہ جمع کیا جا سکے یا وہ اپنے بچوں کو ہنسی خوشی ان میں پڑھنے پر مجبور کریں۔ عوام تو عوام آج ہمارے مسلمان خواص ہی ایسے کتنے ہیں جو دنیوی تعلیم کی دنیوی ترغیبوں کو چھوڑ کر یا اس کے ساتھ ساتھ ہی قدرت ووسعت رکھتے ہوئے ضمناً ہی سہی خود اپنے بچوں کے لئے کوئی فکر کرتے ہوں۔ فکر وتدبیر تو اس چیز کی ہوتی ہے جس کی دل میں قدر وقیمت ہو۔ ایسی وقتی تحریکیں وقتی بحران کو تو کچھ ٹال سکتی ہیں لیکن مرض کا مستقل علاج نہیں۔

پاکستانی مسلمانوں کی مقصد سے غفلت

پاکستان کی بھی ساری مصیبت یہی ہے کہ مسلمانوں کا دین کے علم وعمل سے توارثی وتعاملی یا روایتی تعلق زندہ نہیں رہا تھا۔ اب جو اُن کو آزادی ملی تو قدرۃً ہندوستان والوں ہی کی طرح زر طلبی ودنیا پرستی کی طرح طرح کی بدعنوانیوں، رشوت ستانیوں اور فسق وفجور ہی کی راہوں میں اور زیادہ آزاد ہو کر کھل کھیلے۔ تعجب ہوتا ہے کہ یہ دیکھ کر بھی حضرات علما کے اپنے اصل فرض مسلمان سازی سے زیادہ کیا کہنا چاہئے کہ تمام تر دستور سازی وغیرہ کے سے وقتی

Marfat.com

مسائل ہی کی طرف منعطف ہے اس کا نتیجہ بھی صفر ہی نکلتا نظر آتا ہے۔ یہ وہی اصل مرض کے بجائے اشتداد مرض کے وقتی وظاہری علامات پر سارا زور لگا دینے کی غلطی ہے۔ سوچنے کی بلکہ انتہائی شرم کی بات ہے کہ ایسی مسلمان حکومت جو اسلام اسلام کے فلک شگاف نعرے لگا کر قائم کی گئی ہو، اس میں خود مسلمانوں ہی سے اسلامی دستور بنانے کا مطالبہ کرنا پڑ رہا ہو، جس طرح غیروں (انگریزوں) سے آزادی کا پڑ رہا تھا۔ پھر اس مطالبے کے ماننے اور منوانے میں بھی ہر طرح کی دشواریاں اور رکاوٹیں خود مسلمانوں ہی کی طرف سے ڈالی جا رہی ہوں۔ کیسے غضب وعبرت کے مناظر ہیں یہ! بات وہی ہے کہ نام کے مسلمان ہونے کے سوا اپنے مسلمان ہونے کے تمام دوسرے ایمانی وعملی مطالبوں کو ہم بالکل بھول بھلا چکے ہیں۔ ہمارے ذہن میں تو اسلامی یا دینی حکومت کا مطلب بھی لے دے کر یہی رہ گیا تھا کہ بٹوارہ کرا کے بلا شرکتِ غیرے حکومت و آزادی کے دنیاوی مزے پوری طرح پوری آزادی سے لوٹنے کو ملیں گے۔

علمائے اسلام کا فریضہ

غرض ہندوستان ہو یا پاکستان، عرب ہو یا عجم جہاں کہیں کے مسلمانوں پر نظر ڈالئے ایک ہی مرض کا شکار پائیں گے کہ قولاً اپنے کو مسلمان کہنے کے باوجود عملاً زندگی کے ہر شعبہ میں ایمان وعمل صالح کی اسلامی زندگی فراموش ہو چکی ہے۔ علاج خود فراموشی کی پیدا کی ہوئی ان ساری بیماریوں کا قدرتاً ایک ہی ہے یاددہانی یا تذکیر کے منصوص و مامور طریقے ——— دعوت الی الخیر ——— کو ہمہ گیر بنانا اور معروف و منکر کے امر و نہی کے ذریعے معاشرہ میں اس کو از سر نو برپا کرنا۔ اور اس کام کا اساسی

Marfat.com

خصوصی طور پر جب ایک خاص جماعت منکم امة والے علماہی پر فرض عاید کیا گیا جبتک وہی جماعت عرب و عجم ہر جگہ اپنے فرض کی ادائی کے لئے پوری طرح بیدار و کمربستہ نہ ہوگی، اس وقت تک جڑیں بہرحال دن پر دن سوکھتی چلی جائیں گی اور خالی شاخوں پہ پانی ڈال ڈال کر پھل لانے کی ساری کوششیں احمقانہ توقعات بنتی رہیں گی۔

جمعیۃ العلماء سے اپیل

ہندوستان و پاکستان میں نظم و نظام کے ساتھ جو جماعتیں اپنے اپنے رنگ میں دینی نقطۂ نظر سے کچھ اسلامی خدمات انجام دے رہی ہیں، تاریخی اولیت ان میں غالباً جمعیۃ العلما کو حاصل ہے۔ یہ اجنبی حکومتِ وقت کے مقابلہ میں دینی نقطۂ نظر لے کر ابتداءً سیاسی محاذ پر رونما ہوئی تھی تقسیم تک اس کا رُخ کم و بیش تمامتر اسی محاذ پر رہا۔ نئے حالات میں بھی زیادہ تر حکومت کی راہ و تعلق سے کچھ وقتی غیر سیاسی دینی و دنیوی خدمات —— مثلاً ابتدائی جبری تعلیم کا مسئلہ یا متروکہ جائدادوں کے معاملہ —— کی طرف متوجہ رہی۔ ہیں یقیناً یہ بھی سب مسلمانوں ہی کی خدمات۔ خصوصاً جبری تعلیم کا مسلمانوں کی آئندہ نسلوں پر جو ایمان لیوا اثر نا گزیر ہے، اس کا کوئی توڑ نکالنا ایک اعتبار سے ہندوستانی مسلمانوں کے حق میں وقت کے سب سے شدید دینی خطرہ و فتنہ کا سد باب ہے۔ لیکن ہے بہر نوع یہ بھی وقتی ہی خدمت و ضرورت۔ بلکہ اس وقتی خطرہ و فتنہ سے اس خطرناک شدت کے ساتھ دوچار ہونا پڑا ہی اس لئے کہ حضرات علما نے دعوة الی الخیر اور معروف و منکر کے امر و نہی کی اپنی مستقل منصبی خدمات سے قاصر رہے۔ علما کے ہر فرد اور ہر جماعت و جمعیت کا اصل فرض اپنے

Marfat.com

اسی مستقل منصب کو ہاتھ میں لینا اور اس کا حق پورا کرنا ہے پھر انشاء اللہ وقتی مسائل و مشکلات اولاً تو پیدا ہی کم ہوں گے اور جو ہوں گے ان کا حل آسان ہوگا اور امت "منکم امۃ" والی جماعت کے اثر و نگرانی میں رہ کر دینی ہی نہیں یقیناً دنیوی یا سیاسی و معاشی فتنوں فسادوں سے بھی محفوظ رہے گی یا آسانی کے ساتھ ان سے عہدہ برآ ہو سکے گی۔ جب مسلمانوں کی دنیا یا سیاست و معیشت سب کی سب بالکلیہ ان کے دین کے تابع ہے تو متبوع کی درستی از خود تابع کی درستی کو مستلزم ہے اور کسی وقتی و عارضی نادرستی و فساد کے ظہور کی صورت میں اس کی اصلاح بھی آسان ہی ہوگی۔

جماعتِ اسلامی کی اُلٹی منطق

دوسری نسبتہً نو پیدا جماعت اسلامی ہے، یہ بھی اصلاً سیاسی میدان ہی کی پیداوار ہے جو حکومت و سیاست کے غیر اسلامی نظامات و نظریات کے مقابل الٰہی حکومت یا اسلامی سیاست کی برتری کی دعوت و دعویٰ لے کر اٹھی تھی۔ نقطۂ نظر یہ تھا اور بڑی حد تک اب بھی ہے کہ مسلمانوں کی ہر قسم کی صلاح و اصلاح کے لئے مقدم سیاسی انقلاب ہے۔ بلا اسلامی حکومت کے نہ مسلمان مسلمان بن سکتے ہیں نہ ان کے دینی و دنیوی مسائل و مشکلات حل ہو سکتے ہیں۔ یہ درحقیقت انبیائی تعلیم و تاریخ کی پوری منطق کو اُلٹ کر نتائج کو مقدمات اور مقدمات کو نتائج بنا دیا تھا۔ حضراتِ انبیا اور انبیائی راہ پر چلنے والوں کا سب سے پہلا کام دعوتی جدوجہد سے ایمان و عمل صالح کی زندگی یا معاشرہ پیدا کرنا ہے۔ باقی دینی یا الٰہی حکومت کا قیام و بقا خود خدا کی طرف اور اس کی نصرت خاص سے موعود و مشروط نتیجہ یا انعام ہے۔ پہلے ایمان و

Marfat.com

عمل صالح والا معاشرہ پیدا کر لینے کا۔ "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ" (۲۴/۵۵) یعنی جو لوگ (کسی معتد بہ جماعت یا معاشرہ کی صورت میں) ایمان و عمل صالح کی زندگی کا ثبوت دیتے یا اس کا حق ادا کرتے ہیں ان کو زمین کی خلافت (اسلامی یا الٰہی حکومت) بھی ضرور اللہ تعالیٰ عطا کر کے رہے گا۔

اس کا ایک وقتی فائدہ | تاہم جماعتِ اسلامی کی الٹی منطق کا ایک وقتی فائدہ ضرور ہوا کہ جدید تعلیم کے افراد و طبقات جن کی ساری تعلیم و تربیت کا محور اسی دنیا کا جاہ و مال ہوتا ہے ــــ اور حکومت دونوں کا مظہر اتم ہے ــــ ان میں بہتوں کا رُخ دنیا کی اس راہ سے دین کی طرف پھر گیا۔ غلط راستہ پر کچھ اور چلنے کے بعد آدمی منزل کی سمت مڑ جائے تو صبح کا بھولا شام تک انشاء اللہ ٹھکانے ضرور پہنچ جائے گا۔ بعد کو الحمد للہ اس جماعت کو بھی معلوم ہوتا ہے اپنی اُلٹی منطق کا کچھ احساس ہوا اور حکومتِ الٰہیہ کے بجائے اقامتِ دین کی تعبیر اختیار کر لی۔ خصوصاً ہندوستان میں کام کرنے والی جماعت اسلامی تو اس تعبیر و تبدیل کا حق بھی ماشاء اللہ خاصا ادا کر رہی اور اپنی منطق کو سیدھا کرتی جا رہی ہے۔ دونوں میں بڑی خامی ایک ہی ہے کہ اُن کے اکابر و اصاغر سب کا دینی فہم و فکر زندہ اہل علم و عمل کی تعلیم و تربیت سے ماخوذ ہونے کے بجائے زیادہ تر صرف کتابوں پر مبنی ہوتا ہے۔ لازماً غیر تربیت یافتہ ذہانت و ذہنیت اور تحریر و تقریر کے انشائی و خطابتی زور میں بارہا افراط و تفریط میں پڑ کر کہیں سے کہیں نکل جاتے ہیں۔ کسی تجربہ کار ماہر طبیب کے مطب میں نسخہ نویسی کی مشق کے بغیر طب کی

Marfat.com

خالی کتابیں پڑھ کر ان حضرات نے مطب کھول دیا اور علاج کرنے لگے۔ بس یہی ان کی ساری خامیوں کی جڑ ہے۔

اصل میں یہ کام بھی جدید سیاسی افکار و احوال اور اُن کے عیب و ہنر سے پوری طرح آگاہی حاصل فرما کر "علمارِ اسخین" ہی کا تھا جب انھوں نے وقت کی اس ضرورت کا احساس اور اس کے لئے ضروری تیاری نہ فرمائی تو ضرورت تو ضرورت ہی ہے اپنے تقاضوں کو کسی نہ کسی طرح پورا کر ہی چھوڑتی ہے۔ جو ان کو پورا کرنے کے لئے میدان میں آگیا لوگ اس کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ اب جو حضرات علما ان کی بے راہ روی یا بے اعتدالیوں کی شکایت فرماتے ہیں، ان کو سوچنا چاہئے کہ میدان خالی چھوڑ دینے کی ذمہ داری کس پر ہے؟ اور کیا اس کا تدارک محض کچھ تردیدی رسالوں یا تکفیری فتووں سے ممکن ہے؟

اسلام کی سیدھی صحیح راہ پر چلنے والی جماعت "تبلیغی جماعت" ہے

سچ پوچھئے تو نبوت و اسلامیت کی سیدھی صحیح راہ و منطق بڑی حد تک اختیار کرنے والی نمایاں جماعت اس وقت "جماعت الیاسی" یعنی حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی جماعت ہے اس کو بعض جوان سال و جوان ہمت دین کے ایسے اہلِ علم مل گئے ہیں جن کا علم و فکر ایک طرف محض کتابی نہیں بلکہ خود حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ و دیگر مستند "راسخین فی العلم" علمائے امت کی صحبت و تربیت سے ماخوذ ہے، دوسری طرف انھوں نے اپنے تن من دھن سب کی بازی حکومت و سیاست سے قطع نظر فرما کر پہلے مسلمانوں کو مسلمان بنانے یا دعوت و اصلاح کی انبیائی خدمت پر لگا رکھی ہے۔ ساتھ ہی خود اپنے کو اصلاح و تربیت سے

Marfat.com

اب بھی بے نیاز نہیں سمجھتے۔ اسی کی برکت ہے کہ باوصف ذہن وذہانت انشا وخطابت اور جدید معلومات ورجحانات سے خاص مناسبت وواقفیت میں جماعتِ اسلامی سے کسی طرح پیچھے نہ ہونے کے امت میں انتشار پیدا کرنے والی خودرائی اور اجتہاد وتجدد سے الحمدللہ بالکل محفوظ ہیں۔

اس جماعت میں ایک بڑی کمی

راقم نالائق وناکارہ کی نظر میں ایک ہی کمی ——— بہت بڑی کمی ——— تھی کہ ان حضرات کی توجہ کہنا چاہیئے کہ تمام تر صرف ایمان و ایمانیات کے احیا یا ان کے راسخ وصادق بنانے تک محدود تھی۔ عملوا الصالحات میں صرف نماز پر زیادہ زور تھا حتیٰ کہ بہتوں نے اس کو صرف کلمہ ونماز کی تحریک سمجھ لیا ہے، باقی دین وشریعت کا وہ پورا حصہ جس سے خود اس دنیا کی پوری زندگی سراپا دین واسلام بنتی ہے یعنی خالق کے ساتھ خود مخلوق یا بندوں کے باہمی تعلقات وحقوق ——— معاملات و اخلاق اور معاشرت ——— ان پر توجہ نہ ہونے کے برابر تھی حالانکہ ان کے بغیر خود ایمان وایمانیات ناقص اور بے جان رہتے ہیں، ایمان وعمل دونوں ایک دوسرے پر عمل ورد عمل ہی سے زندگی وتازگی اور قوت و استقامت پاتے ہیں، جس طرح اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے روح وروحانیت کی ترقی وتکمیل کو جسم وجسمانیت (یا اعمالِ جسم) کے ساتھ وابستہ فرمادیا ہے، اسی طرح دین کی روح ایمان کی تکمیل نہ بغیر اعمال صالحہ کے ہوسکتی ہے اور نہ بلا عمل ایمان میں رسوخ واخلاص ہی نصیب ہوسکتا ہے۔

بڑی آرزو تھی اور ہے کہ کاش اللہ تعالیٰ اپنے دین کی ایسی دیوانہ وار خدمتگزار

Marfat.com

جماعت کے بڑوں کو اس بڑی کمی کی طرف متوجہ فرمادیں۔ مدت ہوئی ماہنامہ الفرقان میں نگاہِ اولیں کے زیرِ عنوان یہ پڑھ کر دل مسرت سے اچھل پڑا تھا کہ آخران حضرات نے خود ہی اپنے تجربات کی بنا پر اس کمی کو محسوس فرمالیا اور دعوتی جدوجہد کے ساتھ عملی و اصلاحی تربیت کی فکر پڑگئی۔ اور عمل سے مراد صرف نماز روزہ کے خالی عبادتی اعمال نہ رہے، بلکہ دین وشریعت کے تمام شعبے عقائد و عبادات سے لے کر اخلاق و معاملات اور معاشرت سب ہی مدنظر ہیں۔ عصری رجحانات کی خاطر سیاست و حکومت کا بھی نام لے لیا گیا ہے۔ جو نفس دین کا کوئی جوہری جز یا مطالبہ و مقصود نہیں بلکہ صحیح و کامل زندگی کا موعود نتیجہ۔ اور پھر اسی دینی زندگی کی حفاظت اور مزید ترقی کا ذریعہ یعنی ایمان و عمل صالح کے اسلامی زندگی کے نتیجہ و انعام کے طور پر ایک طرف خلافتِ ارضی کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ دوسری طرف اس وعدہ کے پورا ہونے پر اسی ایمان کی ترویج و تحفظ میں معروف و منکر کے امر و نہی کے ذریعہ اس حاکمانہ و سیاسی اقتدار و قوت سے کام لینے کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ کما قال اللہ: اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (۲۲/۴۱)

مطلب یہ کہ ہم حاکم ہوں یا محکوم بالذات و براہِ راست انفرادی و اجتماعی خصوصی و عمومی طور پر اسلام کا اہم و اقدم مطالبہ ہم سے مقدور بھر ہر طرح کی جانی و مالی قربانیوں اور شدائد و مصائب کے تحمل کے ساتھ ایمان و عمل صالح کی زندگی کو خود اختیار کرنا اور دوسروں تک پہنچانا ہے۔ پھر اس کی زندگی ہی سے اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو اپنے وقت پر

Marfat.com

مدنی زندگی کا سامان رونما ہو کر استخلاف فی الارض یا عطائے حکومت کا وعدہ بھی پورا ہو کر رہے گا۔ تب ہی یہ حکومت، اس کے شہری عوام و خواص سب اپنے اپنے محل و موقف کے لحاظ سے اپنے اپنے اقتدار و اثر کو معروف و منکر کے امر و نہی کے ذریعہ ایمان و عمل صالح کی دینی و اسلامی زندگی کی ترقی و ترویج میں استعمال کریں گے۔

درمیان میں یہ جملہ معترضہ اس لئے ضروری تھا کہ اقامتِ دین یا دین کی دعوتی و اصلاحی خدمات میں مطالبۂ حکومت کو شریک کر دینا ــــ خصوصاً اس زمانہ میں حکومت و سیاست کی طلب و تحصیل کا جو مفہوم و مدعا ہو گیا ہے ــــ دین کی دعوت کے ساتھ دراصل فتنہ و فساد کی دعوت کو شریک کر دینا ہے۔ انبیائی دعوت کے مزاج شناسوں کو تو بالخصوص جب تک کوئی معتد بہ آبادی یا ملک و قوم عملاً ایمانی زندگی کو اپنی زندگی نہ بنا لے حکومت و سیاست کا نام بھی نہ لینا چاہئے۔ پاکستان جو ایمان و عمل صالح کی زندگی سے نہیں بلکہ غیروں کے لائے اور سکھائے ہوئے فساد فی الارض والے حکومتی و سیاسی نعروں اور مطالبوں سے غیروں ہی کے صدقہ میں بنا تھا وہ نام کا پاکستان ہو کر بھی جیسے ناپاک یا غیر صالح تخم سے پیدا ہوا ہے دین و دنیا دونوں کے حق میں ویسے ہی ناپاک ثمرات بھی پیدا کر رہا ہے۔ وہ بھی زیادہ تر غیروں کے سیاسی مصالح و اغراض کا آلہ کار بن کر۔ اس نام کے "اسلامی پاکستان" کی بنیادی کمزوری یہی اُلٹی منطق ہے کہ ایمان و عمل صالح والی اسلامی زندگی کی اندرونی طاقت کے بجائے محض بیرونی نعرہ بازیوں کی پیداوار ہے اگر وہاں کے صحیح دینی علم و بصیرت رکھنے والے حضرات نے اب بھی اس حقیقت کو نہ سمجھا

Marfat.com

یعنی حکومت وسیاست کے شروفساد میں الجھے رہنے کی جگہ **ایمان وعملِ صالح** دونوں کی ہمدوش تبلیغی واصلاحی جدوجہد سے مسلمان عوام یا شہریوں کو **مسلمان** بنانے کا کام دعوتِ خیراور معروف ومنکر کے امرونہی کے اسلامی نظام کے ذریعہ ایسے وسیع ومستحکم پیمانے پر نہ شروع فرمایا کہ ہرہر محلہ وقریہ کا ہرہر گھراس کے دائرہ میں آجائے، تو یہ نام کا پاکستان بھی خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کس دن اپنوں پرایوں کے ناپاک اغراض ومقاصد کی بھینٹ چڑھ کررہ جائے! فاللہ خیر حافظا وھوارحم الراحمین۔

تبلیغی جماعت جیسی ہی جماعت سے صحیح اسلامی حکومت پیدا ہوگی بات کہاں سے کہاں نکل گئی اور بے موقع نہیں نکلی۔ غرض تبلیغی جماعت کی نسبت کچھ ہورہا تھا کہ اس یا اس جیسی دوسری دعوتی واصلاحی جماعتوں ہی سے صحیح اسلامی حکومت بھی پیدا اور پیدا ہوکر پائندہ رہ سکتی ہے۔ خصوصاً عصر حاضر میں جبکہ عوام ہی عوام کے نام کا کلمہ کم وبیش ہر حکومت کا دین وایمان بن گیا ہے تو خود حکومت اور اربابِ حکومت کو مسلمان بنانے اور بنائے رکھنے کا تدبیری کارگر راستہ بھی تو یہی ہے کہ سب سے زیادہ زور عوام کو مسلمان بنانے پر لگایا جائے تاکہ کچھ اور نہ سہی تو ان عوام کے ووٹوں ہی کی خاطر خواہی اپنے کو مسلمان بنانے پر مجبور ہوں۔

ہراعتبار سے بڑھ کر مقدم کام عوام میں دینی دعوت اور ان کے ایمان وعملِ صالح کی اصلاحی تربیت ٹھہرتا ہے۔ خصوصاً امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے کتاب و سنت پر مبنی نظامِ ہدایت کا احیا کہ عوام کی ہمہ گیر دینی تعلیم وتربیت کا مدار تمام تر

Marfat.com

اسی پر ہے۔ البتہ دعوت و اصلاح کی یہ عمومی خدمت خصوصیت کے ساتھ خواص اہلِ علم و صلاح کی ذمہ داری ہے عوام کو زیادہ تر خود اپنی اور اپنے اہل و عیال یا زیرِ نگرانوں کی اصلاح یعنی ان کے ایمان و عمل صالح کے تمام احکام کی نگرانی و خبرگیری کے فرض کی طرف متوجہ کیا جائے۔ ہر عامی کو داعی و مبلغ یا انبیا کا وارث بنا دینے میں نہ صرف اس سے افراط و تفریط کی بے اعتدالیوں اور بدعنوانیوں کا قوی اندیشہ ہے بلکہ نفسیاتی طور پر اپنے کو مصلح و مقتدا جان بیٹھنے کی ہلاکتوں میں مبتلا ہو جانے اور اپنی اور گھر والوں کے بجائے دور دور کے دوسروں کی اصلاح کو سارا دین سمجھنے لگنے کا بھی۔ یہ نرا قیاس نہیں اس کس مپرس تک کے تجربے میں ایسی مثالیں آتی رہتی ہیں۔

ثم الحمد للہ کہ الفرقان ہی میں اور خود مولانا (محمد منظور) نعمانی سلمہ ہی کے "دین و شریعت" کے عنوان سے موعود تربیتی ہفتہ کی تقریروں کو پڑھ کر اس مایوس کو تو گویا کوئی بڑی کھوئی ہوئی دولت مل گئی۔ گو ۹۶ صفحوں کی ان بے حد دلنشین تقریروں میں معاملات و اخلاق اور معاشرت کا حصہ صرف سات صفحے کا رہا تاہم جن اعمال و اخلاق کا تعلق صبح اٹھنے سے لیکر رات کے سونے تک بیداری کی کم و بیش ساری سرگرمیوں سے رہتا ہو ان کی طرف اس جماعت کے اکابر کی مستقل توجہ ہو جانا انشاء اللہ مستقبل کے لئے بہت امید افزا ہے[۱] سب سے کچھ رہا نہیں جاتا کہ یہ برکت تھانوی تجدیدات کی ہمہ گیری

---

[۱] انا للہ کہ یہ امید بھی امید ہی رہی! حتی کہ ابھی ان اوراق پر نظرِ ثانی کے دوران میں نئی تعلیم کے ایک پرانے شریکِ جماعت نے اپنی اس سے کنارہ کشی کی وجہ یہی بتائی کہ اخلاق و اعمال کی اصلاح سے بڑی بے پرواہی ہے۔

Marfat.com

ہی کی ہے، جس نے عقائد و عبادات کے ساتھ اخلاق و معاملات اور معاشرت سب کو "دین و شریعت" میں ان کا پورا پورا حق و حصہ از سرِ نو دلایا۔ انسانی روح کو اس ناسوتی زندگی میں بھیجنے کا مقصد و منشاہی سوا اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ پوری زندگی کے ہر طرح کے معاملات و مشاغل کو عبادت بنا کر اس کے کمالاتِ عبدیت کی تربیت و تکمیل فرمائی جائے۔ ورنہ خالی تسبیح و تقدیس کی عبادت کے لئے فرشتوں کے علاوہ کسی دوسری مخلوق کو پیدا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اور یہی راز ہے کہ خدمتِ خلق کی چھوٹی باتوں کا بھی اجر نماز روزہ کی نفلی و استحبابی عبادتوں سے کتنا زیادہ موعود ہے۔

دعوتِ خیر کے ساتھ معروف و منکر پر امر و نہی بھی ضروری ہے

ابھی ایک اور بڑی کسر کی طرف توجہ کرنے کی بڑی ضرورت ہے یعنی یدعون الی الخیر میں تو ایمانیات و عبادات سے ترقی فرما کر معاملات و اخلاق اور معاشرت کی دعوتِ خیر کو شریک کرنے کا ارادہ فرما لیا گیا ہے لیکن "یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر" کا حکم بھی تو "یدعون الی الخیر" کے بالکل ساتھ ساتھ لگا ہوا ہے۔ اور جیسا کہ اوپر عرض کیا جا رہا کہ دعوت الی الخیر کے ساتھ خیر پر عمل اور اس کی عملی نگرانی معاشرہ میں معروف و منکر کے امر و نہی کے پورے قرآنی نظام کو از سرِ نو برپا کئے بغیر ناممکن ہے۔ دین کیا دنیا کی بھی کوئی دعوت اس وقت تک پھل پھول نہیں سکتی جب تک معاشرہ میں عملاً اس کو عزت و وقعت اور اس کی مخالفت کو ذلت و حقارت کی نظر سے نہ دیکھا جائے۔ کسی سوسائٹی یا سماج میں وہی باتیں جڑ پکڑتی اور پروان چڑھتی ہیں جن کے کرنے پر پسندیدگی اور نہ کرنے پر ناپسندیدگی کا

Marfat.com

اظہار زبان و عمل دونوں سے کیا جاتا ہو۔ یہی عام سماجی پسند و ناپسند پیدا کرنا حقیقت ہے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی۔

بعض لوگ اس تحریک کو محض کلمہ و نماز کی جانتے ہیں مگر جہاں تک معروف و منکر کے امر و نہی کا تعلق ہے نماز کے ترک یا اس کے منکرات تک پر کوئی روک ٹوک دیکھنے سننے میں مشکل سے آئے گی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مسجدوں کے جو منکرات گنائے ہیں اور جن پر روک ٹوک کو واجب ٹھہرایا ہے، ان میں بعض بعض تو ہمارے زمانے میں اس درجہ عام ہیں کہ سیکڑوں میں شاید دو چار ہی کو ان کی پرواہ کیا علم بھی ہو۔ مثلاً کتنے ہیں جو نماز میں کلام مجید صحیح پڑھتے ہوں۔ امام صاحب نے لکھا ہے کہ نماز میں قرآن غلط پڑھنے والوں کو نہ صرف ٹوکنا بلکہ ان کی تصحیح یا صحیح پڑھنے کی تعلیم بھی واجب ہے اسی طرح کتنوں کو دیکھو گے کہ سکون و اطمینان یا تعدیل ارکان کے ساتھ نماز ادا نہیں کرتے۔ ساتھ ہی ساتھ اچھے اچھے علما کو دیکھو گے کہ دیکھتے ہیں اور چپ رہتے ہیں، اتنا بھی کہتے کسی کو نہیں سنا کہ بھائی مسجد آئے، وضو کیا، اتنا وقت دیا پھر دو چار منٹ کی جلد بازی سے کیوں کی کرائی محنت اکارت کر لیتے ہو۔ حالانکہ بجز حنفیہ کے جیسا کہ امام صاحب نے لکھا ہے دوسرے تمام ائمہ کے نزدیک ایسی نماز صریح حدیث کی رو سے سرے سے ہوتی ہی نہیں۔ اس طرح نماز اکارت کرنے والوں کو دیکھ کر جو لوگ خاموش رہتے ہیں وہ بھی شریک گناہ ہوتے ہیں حتیٰ کہ

"اگر کوئی شخص مسجد میں معتکف ہو اور اس طرح کے منکرات کی روک ٹوک میں اس کو

Marfat.com

اتنا مصروف رہنا پڑے کہ خود اپنی نفل نمازوں اور ذکر وغیرہ تک کا موقع نہ ملے تو بھی ان منکرات پر روک ٹوک ہی میں لگا رہنا چاہیے۔ اس لئے کہ یہ روک ٹوک ایسی عبادت ہے جس کا نفع دوسروں کو پہنچتا ہے اور واجب ہے بخلاف نفل و ذکر کے کہ اس کا نفع خاص اپنی ذات تک محدود ہے"۔

حد یہ کہ واقعی و واجبی ضرورت سے زیادہ معاشی فکر و تدبیر پر بھی معروف و منکر کا امر و نہی مقدم و واجب ہے۔ اور واجبی ضرورت و حاجت کی حد خود امام صاحب نے یہ لکھی ہے کہ کسی کے پاس اگر ایک دن کھانے کا انتظام بھی نہ ہو تو البتہ وہ معاش کی فکر و تدبیر میں منکر پر روک ٹوک سے معذور سمجھا جائے گا۔ کہاں "دین و شریعت" کے مزاج شناس اور امام غزالی جیسے امت کے مسلم مجدد و مصلح کی نگاہ اور فہم "دین و شریعت" میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی یہ اہمیت و اقدمیت اور کہاں ہمارے عوام کیا خواص علما بلکہ ان حضرات تک کی اس معاملہ میں غفلت و مسامحت جنھوں نے اپنی پوری پوری زندگیاں دعوت و اصلاح کی خدمت میں لگا دینے کی سعادت حاصل فرما رکھی ہے۔ مگر چونکہ بظاہر زیادہ کیا سارا زور دور و دراز تبلیغی سفروں، دوروں اور گشتوں پر نظر آتا ہے، اس لئے لازماً خود اس خدمت میں عملی حصہ لینے والوں پر بھی یہی پہلو غالب رہتا ہے۔ بڑی مسرت کی بات ہے کہ اس غلو کی خرابی پر خود ان پر اس خدمت کے اساطین کی نظر پڑ گئی ہے کہ

"یہ پہلو ہماری اس دعوت میں اتنا غالب ہے کہ بعض اوقات لوگوں کو محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس تحریک کا مقصد اور اس جماعت کا کام بس جد و جہد اور دوڑ

Marfat.com

دھوپ ہے۔ اس کے سوا کوئی متعین مقصد یا اصلاحی و تربیتی کام ان لوگوں کے سامنے نہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ تو اصل کام کے لئے صرف ذریعہ ہے۔ ورنہ اصل مقصد اور اصل کام تو حقیقی ایمان اور ایمان والی زندگی (وہی تمام اعمال صالحہ والی) کا پیدا کرنا اور عام کرنا ہے یعنی مومن کے لئے جن حقیقتوں پر یقین ضروری ہے، ان کا یقین مسلمانوں میں عام ہو اور مومن کی جیسی (تمام اعمال زندگی کے اعتبار سے) علمی و اخلاقی و دعوتی زندگی ہونی چاہئے، وہی مسلمانوں کی عمومی زندگی ہو۔[1]

ماشاء اللہ، جزاک اللہ، بارک اللہ! بس زیادہ دوڑ دھوپ پر زور لگانے کے بجائے یہی عمومی زندگی مسلمانوں کی کسی معتدبہ آبادی یا معاشرہ میں پیدا کرنا، وہ ٹھوس کام ہوگا کہ اس کے بعد ہر فرد کی چلتی پھرتی "علمی و اخلاقی" زندگی خود ہی ٹھوس اور مجسم "دعوتی زندگی" ہوگی اور اس کا پیدا ہونا معروف و منکر کے امر و نہی کے پورے عمومی و خصوصی قرآنی نظام و انتظام کے بغیر عملاً ناممکنات سے ہے۔

ایک اور گمنام اصلاحی جماعت یاد ش بخیر! ایک اور نسبتۃً گمنام جماعت کیا فرد فرید کے مدنظر دونوں پہلو نظر آئے۔ مراد ہردوئی (یوپی) کے اشرف المدارس والے حضرت مولانا ابرارالحق سلمہ ہیں۔ ماشاء اللہ اپنی ذات ہی سے ایک چھوٹا موٹا مدرسہ بھی ہیں، جس میں عمل اور عملی نگرانی پر علم سے کم نہیں، زیادہ ہی زور ہے۔ طلبا ہی نہیں اساتذہ وغیرہ دیگر متعلقین مدرسہ کے

---

[1] زیر خط راقم آثم نے جن الفاظ کو کر دیا ہے وہ حرف حرف خود اس کے دل کی آواز اور آرزو ہے جو خود سراپا ناکارہ ہونے کی بدولت دل ہی دل میں کڑھتا رہتا ہے۔

Marfat.com

معاملہ میں بھی اس کا پورا اہتمام رہتا ہے کہ ان کی صورت و سیرت علمی و اخلاقی زندگی دینی مدرسہ کے شایانِ شان ہو۔ عام دینی مدرسوں میں ایک بڑا دینی روگ ہے کہ مجلس شوریٰ و انتظامیہ وغیرہ کے ارکان و اعضا کیا معنیٰ خود اساتذہ اور خاص مدرسہ کے متعلقین و ملازمین تک کی علمی و اخلاقی حالت کی پرواہ کم ہی کی جاتی ہے۔ حال ہی میں ایک نامی گرامی دارالعلوم کے متعلق یہ معلوم ہو کر انگشت بدنداں رہ گیا کہ ایک معلم صاحب کہنا چاہئے کہ رشوت و خیانت کی بھی تعلیم اپنے شاگردوں کو باقاعدہ دیتے ہیں۔ حیرت بالائے حیرت کہ اس کی خبر بھی اہلِ اہتمام و اختیار کو پوری طرح اور مدتوں سے ہے! باقی معمولی دینی و اخلاقی کمزوریوں کا سبق تو خود اپنے نمونوں سے ہمارے دینی مدارس و منتظمین، ارکان و اعیان کم بیش سب ہی دیتے رہتے ہیں۔ اشرف المدارس میں ایسے مدرسین وغیرہ کی قطعاً کوئی جگہ نہیں جو خود صورۃً و سیرۃً صالح یا کم از کم اپنی اصلاح کے لئے پوری طرح تیار نہ ہوں۔

مدرسہ ہی کی طرح مولانا سلمہ کہنا چاہئے کہ اپنی ذات ہی سے **دعوۃ الحق** نام کی ایک سراپا دعوتی و اصلاحی تحریک بھی ہیں۔ اس کی بھی خاص خصوصیت یہی ہے کہ نفس **دعوتِ خیر** کی حد تک ایمان و عمل صالح کے تمام شعبوں کی طرف بُلایا اور متوجہ کیا جاتا ہے[1]۔ معروف و منکر کے امر و نہی کو پورے قرآنی و اسلامی مذکورۂ صدر نظم و

---

[1] یہ کام بڑے خلوص و للہیت کے ساتھ حضرت حکیم الامت کے ایک قدیم فیض یافتہ پختہ سن پختہ مزاج اور شائستہ مذاق بزرگ حضرت میر امام الدین صاحب حیدر آبادی بھی اپنی عمر کے (باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

نظام کی طرف ذہن کو التفات نہیں۔ تاہم خطاب خاص و عام دونوں سے اس کا حق بھی بہت کچھ ادا ہوتا رہتا ہے۔

اس جماعت کی ایک خاص غفلت | البتہ ایمان و عمل صالح کی پوری اسلامی زندگی کا کوئی نمونہ کا معاشرہ پیدا کرنے کے صبر آزما کام کی طرف دعوۃ الحق کی تحریک کو بھی کوئی توجہ نہیں۔[۱]

اس کے خدمتگزاروں میں ایک بڑی کمی | توسیع و تعمیم کے حق میں بھی اس دعوت میں سب سے بڑی کمی یہ ہے کہ اس کے خدمت گزار عصری اسلحے سے عملاً بالکل غیر مسلح ہیں، نہ عصری علوم و معلومات، نہ عصری رنگ کی انشا و خطابت، نہ کتابیں نہ رسائل و اخبارات غرض عصری پروپگنڈے کے جائز و ضروری سامان بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ لازماً وسعت و کمیت یا پھیلاؤ کے لحاظ سے تحریک کی رفتار بہت دھیمی ہے لیکن اسی نسبت سے کیفیت کا رنگ خاصا گہرا بھی ہے یعنی اس دعوت سے جو ذرا زیادہ قریب و مانوس ہوتا ہے، نماز روزہ

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) آخری دس پندرہ سال انجام دیتے رہے (رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً) اور ان کے حدود تبلیغ و ارشاد ریاست حیدر آباد سے گذر کر ایک طرف ضلع شولا پور (بمبئی) دوسری طرف بجوڑا (صوبہ مدراس) اور تیسری طرف بنگلور تک پھیل گئے تھے۔ حضرت موصوف کے کام میں "جوشِ امر و نہی سے زیادہ "جذبۂ شفقت" کارفرما تھا۔ (غ۔م)

[۱] (حاشیہ صفحۂ ہذا) بلکہ اس سے بھی مقدم چیز کی طرف سے غفلت ہے یعنی یہ کہ خود حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے خلفائے کرام میں تنظیم و اتحاد و مرکزیت کے ساتھ اس نظام کو برپا کرنے کی کوشش!! کاش اس سلسلہ میں خانوادہ چشتیہ کے آفتابِ ہدایت حضرت سلطان الاولیا نظام الدین دہلوی قدس سرہٗ کی تبلیغی مساعی پر غائر نظر ڈال کر اپنی رہبری کا سامان فراہم کیا جائے۔ (غ۔م)

Marfat.com

علاوہ اس کے معاملات و اخلاق اور معاشرت میں بھی خاصی **اسلامیت** نمایاں ہوتی ہے۔ باطن و سیرت کا انقلاب قدرۃً ظاہر و صورت پر بھی پڑنے لگتا ہے۔ یوں بھی **دعوتِ** خیر کے ساتھ معروف و منکر کے امر و نہی کے امتزاج و اہتمام سے مسلمان صدیوں سے اتنے اجنبی ہو چکے ہیں کہ دونوں کی جامع دعوت میں طول و عرض کی زیادہ وسعت پیدا ہونا بہت دیر طلب اور بڑی جدوجہد کا طالب ہوگا۔

دونوں جماعتوں میں اتحاد کی ضرورت

احقر کے علم و نظر میں بس یہی دو جماعتیں ہیں جو سیاست و حکومت سے یک قلم قطع نظر کر کے دعوت و تبلیغ کے خاص و خالص انبیائی ورثہ کے کام کو مخلصانہ طور پر خالص دینی نقطۂ نظر سے انجام دے رہی ہیں۔ اسی لئے بڑی تمنا رہی کہ کچھ نہیں تو ان دونوں ہی میں اگر پورا پورا تعاون نہیں تو کم از کم اتنا تباعد بھی نہ رہتا جو ایک دوسرے سے "خذ ما صفا" کے اخذ و استفادہ میں حاجب ہو چندے یہ صورت رہی بھی۔ اور یہ ناکارہ دل ہی دل میں بہت خوش ہوتا رہا کہ دونوں ایک ہو کر دعوت و اصلاح کے معیاری نمونے کو انشاء اللہ امت کے سامنے کر ہی دیں گی۔ مزاج و مذاق کا کچھ نہ کچھ اختلاف و تفاوت ہر دو آدمیوں میں بالکل قدرتی امر ہے۔ یہ بھی بالکل ضروری نہیں کہ بڑے بڑے مخلص افراد یا جماعتیں بھی ایک کام کو ایک ہی رنگ و طرز سے انجام دیں۔ یا سب کی سب کسی ایک نظم و تنظیم کے تابع ہو جائیں۔ گو اسلام کا مطالبہ ایک ایسی وسیع تنظیم ہی کا ہے۔ تاہم دین کے مخلص خادموں میں اتنی بیگانگی تو کسی طرح روا نہیں کہ ایک دوسرے سے مخلصانہ اخذ و

Marfat.com

استفادہ کے مواقع تک میسر نہ ہوں۔ ایسا بعد و بیگانگی بجائے خود ہی قطعاً غیر اسلامی اور اسلامیت کی روح کے سرتاسر منافی ہے۔ اپنے مرض "دخل در معقولات" سے مضطر ہو کر دونوں سے ایک آدھ بار عرض بھی کیا۔ مگر کس مپرس کی کون سنتا ہے؟ اس لئے "داشتہ آید بکار" کے مقولہ پر عمل کر کے "نوشتہ آید بکار" ہی سے اپنی بھڑاس کچھ نکال رہا ہوں کہ شاید کبھی کسی کی نظر قائل کی نالائقیوں سے قطع نظر کر کے قول پر پڑ جائے۔ ورنہ اپنی تو ساری نابکار زندگی کا خلاصہ ہی بس "یک کاش بود کہ صد جا نوشتہ ایم"۔

علماء اپنی ذمہ داری کو سمجھ لیں | حاصل معروضات اور بار بار عرض کرنے کی بات یہی ہے کہ امت کی ہر بگڑی کو بنانے کی تدبیر فقط ایک ہی ہے کہ منکم امتہ والے علمائے امت جو اس امت کے راعی و نگہبان یا رکھوالے قرار دیئے گئے ہیں، وہ اپنی رکھوالی کی دونوں ذمہ داریوں کا حق ساتھ ساتھ اسی طرح ادا کریں جس طرح خود قرآن ہی میں وہ ساتھ ساتھ ان پر عائد فرمائی گئی ہیں۔ (۱) یعنی خیر کی طرف لوگوں کو بلانا جس سے مراد ظاہر ہے کہ کامل خیر یا "دین کامل" کی ایمان و عمل صالح والی زندگی کے ہر شعبہ — عقائد و عبادات، معاملات و اخلاق اور معاشرت — کے احکام کی دعوت ہے۔ (۲) اور ساتھ ہی ساتھ معروف و منکر کے امر و نہی کے ذریعہ ان احکام کی عملی ترویج و نگرانی۔ ان ہی دونوں کی ہم آہنگی دعوت اور اصلاح دین کی وہ بنیاد ہے کہ جتنی زیادہ یہ استوار و مستحکم ہو گی اتنے ہی زیادہ مسلمان اپنے ایمان و عمل میں راسخ و پختہ ہوں گے۔ اس طرح ایک طرف نہ قادیانی و پرویزی وغیرہ گھر کے بھیڑیوں کے لئے

Marfat.com

ان مستحکم وراسخ ایمان و عمل والوں کو شکار کرنا آسان ہوگا اور نہ ایسے پختہ ایمان و عمل والے مسلمان والدین کی گود اور گھر میں پرورش پائی ہوئی اولاد کو غیر اسلامی ——— نام نہاد سکولر ——— جبری تعلیم کے ذریعہ اسلام سے اس طرح اور اس آسانی سے گمراہ و دور کرنا آسان ہوگا جس طرح آج اسکول میں جاتے ہی وہاں کا رنگ چڑھ جاتا ہے تاہم تا بہ امکان ابتدائی تعلیم میں اُن کو خالص سرکاری اسکولوں سے بچانا بھی ضروری ہے ان کی عملی جیتی جاگتی اسلامی زندگی خود باہر والوں یا غیر مسلموں کے لئے کانوں سنی تقریری و تحریری تبلیغ سے کہیں زیادہ کارگر یہ آنکھوں دیکھی دعوت و تبلیغ ہوگی۔ زبان آوری کی باتیں دلوں میں اترنے سے زیادہ ہوا میں گم ہو کر رہ جاتی ہیں۔

احتیاط کے ساتھ عصری مطالبات کا حق ادا کریں

البتہ اب جس نئے عہد و عصر میں "دعوت الی الخیر" اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قرآنی و اسلامی نظم و نظام کو از سرِ نو اٹھانا اور کھڑا کرنا ہے اس کے نئے تقاضوں اور عصری مطالبوں کا اس حزم و احتیاط کے ساتھ مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ تجدید کے مطالبات کا حق بھی ادا ہو اور تجدّد کی بے راہ رویوں سے حفاظت بھی ہو۔ ان ہی دونوں باتوں کے پیش نظر تجدید تعلیم و تبلیغ میں مجدد وقت کا ہاتھ پکڑ کر کچھ تجاویز عرض کی گئی ہیں۔ امید ہے کہ اس "کودک ناداں" کی ان میں بھی بعض باتیں قابلِ توجہ ہوں گی۔

نظام دعوت و تبلیغ مدون ہو جانا چاہئے

ہمارے ائمہ دین نے کتاب و سنت اور اپنے علم و فراست تقویٰ و طہارت کی روشنی میں جس طرح دینی تعلیمات کے ہر شعبہ کے کلیات و

Marfat.com

جزئیات کو مستنبط و مرتب فرما دیا ہے، اسی طرح دعوتِ خیر یا تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اصول و فروع کو بھی بڑی کاوش و دانش سے منضبط فرما دیا ہے۔ ہمارا کام زیادہ تر بس ان کو بدلے ہوئے عصری ظروف و دواعی کے قالب میں ڈھال لینا ہے۔ خاص طور پر حکمت و فراست اور تدبیر و تدبر سے کام لینے کی ضرورت معروف و منکر کے امر و نہی کی تجدید و ترویج میں ہے کہ یہ امت کے عوام کیا خواص و علما تک میں کم و بیش بالکلیہ متروک ہو جانے کی بدولت، اس کے اصول و آداب سب ہی فراموش ہو چکے ہیں۔ شاذ و نادر کوئی اس فرض کو گھر یا باہر ادا بھی کرتا ہے تو دیکھا کہ اکثر اندھے کی لاٹھی چلانے لگتا ہے حالانکہ اسلام کی بڑی خصوصیت اعتدال و توازن ہے۔ اس کے تمام اوامر و نواہی ہی تعدیلی حدود و قیود سے مقید ہیں۔ ایک احیاء العلوم ہی میں معروف و منکر کے امر و نہی کے ان حدود و قیود اصول و آداب کے تمام اطراف و جوانب پر بڑی سیر حاصل بحث موجود ہے۔ ذرا صحیح ذوقِ تجدید سے کام لے کر ان کو جدید احوال و ظروف کے مطابق بنا لینا ہے۔

عملی رہنمائی کے لئے اصل الاصول اس باب میں ایک ہی بات ہے۔ حضرت مجدد تھانوی علیہ الرحمہ کے ہاں اس پر خاص زور تھا کہ معاصی و منکرات کی نوعیت تمام تر دینی و اخلاقی و روحانی بیماریوں کی ہے لہذا ان کے بیمار کے ساتھ معاملہ بالکل وہی کرنا چاہئے جو جسمانی بیماریوں کے بیمار کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی **معاصی سے نفرت اور عاصی پر شفقت**۔ جسمانی بیماری میں ہمارا معاملہ اپنوں پرایوں،

Marfat.com

دوستوں عزیزوں چھوٹوں بڑوں سے کیا ہوتا ہے؟ یہی نا کہ بیمار پر تو ہم کو ترس و رحم ہی آتا ہے لیکن بیماری کو دور کرتے ہیں حسب تعلق اپنی والی کوئی جانی و مالی ترغیبی و ترہیبی سعی و تدبیر اٹھا نہیں رکھی جاتی۔ نہ بیمار کی کسی بیجا خوشی و خواہش یا رعایت کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ کڑوی سے کڑوی دوا، بڑے سے بڑے آپریشن، سخت سے سخت پرہیز سب ہی کچھ کرنا کرانا پڑتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ مستقل و دیرپا تکلیف یا ہلاکت سے بچانے کے لئے یہ ظاہری سختیاں بھی عین ہمدردی و خیر خواہی ہی یا شفقت ہی شفقت ہوتی ہیں۔

پھر آخرت کی زندگی سے بڑھ کر کون زندگی مستقل و دائمی ہو گی اور اس کی ہلاکت و بربادی سے بڑھ کر کون سی ہلاکت و بربادی ہو گی۔ آخرت پر اگر ایمان و یقین ہے، تو وہاں کی چھوٹی سی چھوٹی راحت و مصیبت کو یہاں کی بڑی سے بڑی راحت و مصیبت کے مقابلے میں بھی نظر انداز کرنا کیسے جائز ہو گا۔ اسی طرح موقع و مناسبت اور ذمہ داری و مسئولیت کے لحاظ سے جہاں نرمی و ترغیب سے کام نہ چلے منکرات کو روکنے کے لئے اختیاری جبر و سختی کو بھی کام میں لینا جائز ہی نہیں واجب ہو گا۔ حدیث میں تغییر بالید سے اسی کو تعبیر فرمایا گیا ہے کہ جہاں بس چلے منکر کو ہاتھ یا قوت سے مٹانا بھی فرض ہے۔

البتہ اس جبر و سختی تخویف و ترہیب کا بھی رنگ وہی ہمدردانہ و خیر خواہانہ ہو جو ایک مہربان معالج یا تیماردار کا بیمار کے ساتھ حسب ضرورت دوا و علاج اور پرہیز کے معاملے میں سختی و زبردستی کا ہوتا ہے، نہ کہ نفرت و حقارت یا بے ضرورت غصہ و

Marfat.com

گرمی کا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جبر و زبردستی میں کسی فتنہ و فساد کا اندیشہ نہ ہو۔ تیسرے خود امر و نہی کرنے والے کو جانی و مالی ایسا شدید ضرر نہ پہنچے جس کو وہ صبر کے ساتھ برداشت یا مدافعت کی قوت نہ رکھتا ہو لیکن اگر برداشت کر سکتا ہو تو سبحان اللہ عین عزیمت و جہاد ہے! اسی لئے حدیث میں منکر کو روکنے کے لئے حسب استطاعت و برداشت تین درجات رکھے گئے ہیں، ایک ہاتھ یا قوت سے جہاں اس کی قوت ہو۔ دوسرا زبان سے۔ اگر اتنے کی بھی ہمت یا موقع نہ ہو تو آخری درجہ جس کو ایمان کا کمزور سے کمزور درجہ قرار دیا گیا ہے یہ ہے کہ کم از کم دل سے برا جانے جس کا لازمہ یہ ہے کہ خود کو جہاں تک ہو سکے دور و نفور رکھے۔

گو ہمارے اندر اب اتنی دینی حمیت و حرارت ہی کتنوں میں ہے کہ دین و ایمان کے معاملات یا معاصی و منکرات پر غصہ آتا ہو۔ دل سے برا جاننے والے اور برائیوں سے دور و نفور یا ان میں شرکت سے گریز کرنے والے بھی خال خال ہی ہوں گے۔ تاہم تھوڑے بہت ہر طرح ہی کے لوگ ہوتے ہیں۔ ممکن ہے اوپر معروف و منکر کے امر و نہی کی دینی اہمیت پر جو زور دیا گیا ہے اس سے متاثر ہو کر کوئی بندۂ خدا الٹی سیدھی لاٹھی چلانے لگے اس لئے احتیاطاً چند اصولی قیود و شرائط بھی آخر میں عرض کر دیئے گئے۔ باقی جس طرح حضرات علما کا کام دعوت خیر کے سلسلہ میں ایسے احکام کی تعلیم و تبلیغ ہے جن سے روزمرہ کی زندگی میں واسطہ پڑتا ہے، اسی طرح معروف و منکر کے نفس امر و نہی کے حکم کی تعلیم و تبلیغ کے ساتھ اس کے وجوب و استحباب اور جواز کے ضروری ضروری

Marfat.com

احکام یا قیود و شرائط بتلاتے رہنا بھی ضروری ہے۔ اور پڑھے لکھوں کو مناسب کتابوں کے نام۔

باقی باربار عرض کرنے کی اصل بات ایک ہی ہے کہ جب تک ایمان و عمل صالح کے تمام ابواب ـــــ عقائد و عبادات، دیانات و معاملات، اخلاق و معاشرات ـــــ سب ہی کے معروفات و منکرات کے امر و نہی کو از سر نو اسلامی زندہ و رائج نہ کیا جائے گا، اس وقت تک اجتماعی طور پر نہ کوئی چھوٹی بڑی مسلمان آبادی اسلامی یا اسلامی سماج اور سوسائٹی بنے گی اور نہ اسلامی زندگی کے اجتماعی ثمرات و برکات رونما ہوں گے۔ نہ دینی و دنیوی، نہ معاشی نہ معادی، نہ سیاسی نہ سماجی۔ نماز روزہ سے بڑھ کر دین اور دینی زندگی پیدا کرنے والی کون سی چیز ہوگی۔ نماز کی خاص خصوصیت و خاصیت یہی تو بتائی گئی ہے کہ وہ فواحش و منکرات سے روک دیتی ہے ـــــ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (۲۹/۴۵)، اسی طرح روزہ کی خاص غرض و غایت تقویٰ یا پرہیزگاری و پاکبازی کی زندگی پیدا کرنا ہی تو ہے ـــــ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ـــــ لیکن کیا اکسیر سے اکسیر دوا بھی اپنی خاصیت و اثر کو پوری طرح ظاہر کر سکتی ہے، جب تک ایک طرف اس کے اجزا اور ترکیب استعمال وغیرہ پوری طرح درست نہ ہوں اور دوسری طرف اس کے اثر و خاصیت کو خفیف و زائل کرنے والی بدپرہیزیوں سے پوری طرح پرہیز یا بچنے بچانے کا اہتمام نہ ہو۔

عام مسجدوں کو جانے دیں، عام خانقاہوں اور مدرسوں کی مساجد تک میں

Marfat.com

جا کر دیکھ سکتے ہیں کہ حضورِ قلب یا خشوع و خضوع کا ذکر نہیں، معمولی تعدیل ارکان تک کی کوتاہیوں پر بھی کوئی اتنا کہنے والا مشکل سے ملے گا کہ میاں تمہاری نماز یہ ٹھیک نہیں ہوئی، ٹھیک طریقے سے پڑھا کرو۔ اسی طرح روزہ کو لوگ طرح طرح کے منکرات سے پیٹ کا خالی فاقہ بناتے رہتے ہیں۔ لیکن علما و مشائخ کی مجلسوں میں بھی ان پر نکیر کا کوئی لفظ کسی زبان سے کم ہی نکلتا ہوگا۔ اور ایسی مثالوں کی تو۔ کہتے شرم آتی ہے ——— ایسے علما و مشائخ میں بھی کمی نہیں جو تہجد و اشراق اور ایام بیض وغیرہ کے نفلی صوم و صلوٰۃ کی پابندیوں کے ساتھ ساتھ معاملات و اخلاق اور معاشرت کی بہتیری موٹی موٹی بدپرہیزیوں تک سے پرہیز نہیں فرماتے۔ قدرۃً عام طور سے نہ پیر خانقاہوں میں مریدوں کو ان کی ایمان و عمل صالح کی کوتاہیوں پر روک ٹوک کرتے دیکھے جاتے ہیں نہ دینی مدرسوں کے استاد شاگردوں کو تفسیر و حدیث اور فقہ سب کے سبق پڑھا دینے کے علاوہ ان پر عمل کی تاکید و نگرانی کرتے پائے جاتے ہیں

ایک اور بات | مسلمانوں کے خالص دینی اداروں، مدرسوں یا جماعتوں کا بھی کسی ایک اجتماعی نظام پر مجتمع ہونا تو بظاہر اب ان ہونی بات ہے۔ تاہم دین کی سب سے بڑی سہولت اور اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت ہے کہ اس نے کسی فرد و جماعت کو بھی خود اپنی استطاعت و وسعت سے زیادہ کا مکلف و مسئول نہیں ٹھہرایا ہے۔ لیکن اپنی اپنی وسعت و اختیار کی حد تک ہم مسئولیت و مواخذہ سے چھوٹ بھی

Marfat.com

نہیں سکتے۔ جس فرد یا جماعت سے بھی دامے درمے، قدمے سخنے، جس طرح اور جس قدر بھی مسلمانوں کی دینی اصلاح کی دین ہی کے احکام و مطالبات کے مطابق جو سعی و تدبیر اپنی والی ہو سکے اس میں کوتاہی بہر حال بڑی مجرمانہ کوتاہی ہوگی۔ سوال صرف مقدور بھر سعی و تدبیر ہی کا ہوگا۔

لہذا جن افراد یا جس جماعت، ادارہ و مدرسہ کے اہل بست وکشاد کی سمجھ میں معروضاتِ بالا کچھ آجائیں ان کی طرف عملی قدم اٹھانے کے لئے اپنی ذات یا جماعت کی بساط تک کسی مزید انتظار و عذر کی گنجائش قطعاً نہیں۔ راقم عاجز کی سمجھ میں دینی مدارس کے ذمہ دار حضرات کو خصوصیت کے ساتھ اس طرف توجہ فرمانا آسان بھی ہے اور مقدم بھی۔ اور ان ہی کی توجہ انشاء اللہ مستقبل کے لئے مستقل و مستحکم بنیاد کا کام دے گی۔ امت کے دینی راعی ونگہبان یا رکھوالے ڈھلتے ان مدرسوں ہی میں ہیں، ان مدرسوں کا قالب اگر درست ہو جائے یعنی اس میں ڈھلنے والے اگر سالانہ دس بیس فی صد بھی "منکم امۃ" والے مطالبات کو پورا کرنے والے ہوں جو "دعوۃ الی الخیر" اور "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کی لگن رکھتے ہوں اور ملک میں پھیلتے رہیں تو انشاء اللہ اصلاح کی یہ بالکل فطری راہ اپنوں پرایوں سب میں دین کی حفاظت و اشاعت دونوں کے لئے کافی و کارگر ہوگی۔

اول و آخر یہ کہ نیت تمام تر اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی فلاح ہو، اپنی بھی دوسروں کی بھی۔ دنیا براہِ راست و بالذات مطمح نظر نہ ہو۔ اعتماد کی نظر بھی

Marfat.com

دعوتی اسباب وتدابیر پر نہیں مسبب الاسباب پر ہو۔ ورنہ بالعموم دیکھا جاتا ہے کہ دین ودعوت کے مخلص خادم بھی نفس تدابیر میں اتنا الجھ جاتے ہیں کہ حدود کا لحاظ نہیں رہتا۔ خدا ورسول کی رضا وناراضی پسند وناپسند یا احکام وشریعت کا لحاظ واہتمام مقاصد ہی میں نہیں وسائل واسباب میں بھی لازم ہے۔

جماعت سازیوں، انجمن بازیوں یا طرح طرح کے اداروں کی کثرت، علیٰ ہذا تمدن وتہذیب، علم وادب، ثقافت وانسانیت، سیاست ومعیشت، جمہوریت وحریت وغیرہ کی گوناگوں بے شمار الگ الگ دعوتوں یا تحریکوں کا ایک بڑا مضر اثر معاشرہ میں فکر وعمل دونوں کے حق میں شدید انتشار وپراگندگی کا ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ہر جماعت وتحریک والے نفسیاتی طور پر حق کو کم وبیش اپنے ہی دائرہ میں دائر جان کر تعصب و تنگ نظری کے مفاسد میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف آج کل کی سی مصنوعی تحریکوں یا جماعتوں میں ان کے مقاصد کے ساتھ فقط اخلاص ووفاداری رکھنے والوں ہی کا جمع ہونا عملاً ناممکن ہوتا ہے بلکہ جیسے جیسے کوئی جماعت پھیلتی جاتی ہے غیر مخلصین کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اور چونکہ یہ جماعت کے اندر داخل ہوتے ہیں لازماً ان کے اثر سے پوری جماعت کی للّٰہیت وعملیت متاثر ہوتی ہے۔

یہ اجمالاً عام ایسے مفاسد ہیں جن سے جدید طرز کی کسی صحیح سے صحیح مقصد پر مبنی جماعت اور تحریک کا محفوظ رہنا بھی عملاً ناممکن ہے۔ انبیائی تاریخ میں ایسی مصنوعی رنگ کی جماعت سازیوں کا قطعاً کوئی سراغ نہیں ملتا۔ اگر ان میں خیر کا پہلو غالب ہوتا

Marfat.com

تو یہ کوئی ایسی دور کی کوڑی یا دقیق بات نہ تھی جس کو انبیا جیسی ایمانی فراست پا نہ لیتی اور جاہلیت جدیدہ کی فرنگی رہنمائی کا انتظار کرنا پڑتا۔ یا اگر ایسا ہی فوق الفہم معاملہ ہوتا ساتھ ہی دعوتی و اصلاحی کاموں کے لئے مفید و موثر یا شر کے مقابلے میں خیر کا کم از کم غالب عنصر رکھنے والا تو خود وحی کے ذریعہ صراحۃً یا اشارۃً کوئی نہ کوئی رہنمائی ضرور ہو جاتی۔

باقی اسلامی توحیدی مرکزیت کے حق میں تو یہ فرنگی جماعت سازیوں کی وبا صرف زہریلی ہی زہریلی ہے مسلمان کے لئے تو در اصل ایک ہی دعوت، ایک ہی تحریک "توحید" کا ایک ہی نعرہ ہے۔ اس کے بعد اس کا سارا کام اسی توحیدی ایمان و عمل صالح کی انفرادی و اجتماعی زندگی اپنے اختیار و مقدور بھر برپا و راسخ کرتے رہنا۔ تہذیب و تمدن، قومیت و وطنیت، جمہوریت و اشتمالیت (سوشلزم) یا اشتراکیت اور آرٹ و کلچر وغیرہ کے نئے نئے معبودوں کا اس عنوان و اہتمام سے نام لینا بھی کہ یہ زندگی کے کوئی خاص مقاصد ہیں، مومن کو مشرک بنانے والی نادان کی دوستی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ایمان اور عمل صالح کی بیدار و پائدار زندگی اپنی عین حقیقت و خاصیت ہی کی رو سے زندگی کے باقی تمام دوسرے شعبوں کو صالح بنا کر رہے گی۔

٭

Marfat.com

عملی اشارات

قصہ کوتاہ:-

ا:- انسان کو کائنات و مخلوقات میں پیدائشی و خلقی طور پر احسنِ تقویم کا جو سب سے اونچا مقام و منصب عطا ہوا ہے اس کے بقا و تحفظ کی ذمہ داری تمام تر "ایمان و عمل صالح" کی اپنی اختیاری زندگی پر ڈالی گئی ہے۔ ورنہ پھر اسی انسان کی جگہ ساری پستیوں سے پست ـــ اسفل السافلین ـــ تحت الثریٰ[۱] ہے۔ انفرادی و اجتماعی ایمان و عمل صالح کے بغیر اس انتہائی گراوٹ یا "اسفلیت کے زیان و خسران سے" انسان و انسانیت کو نہ اس کی عقل و دانش بچا سکتی ہے، نہ علوم و فنون، نہ تہذیب و تمدن، نہ سائنسی اکتشافات و ایجادات، نہ حریت و حکومت اور نہ جمہوریت و اشتراکیت نہ منصوبہ بازیاں اور سوشلزم۔

۲۔ البتہ ایمان و عمل صالح کی اختیاری زندگی کو اختیار کرنے اور اس پر آسانی سے چلنے چلانے کے لئے انسان کی "احسنِ تقویم" والی فطرت ہی کے مناسب "تواصی بالحق" کا نہایت کارگر تدبیری نظام بھی عطا فرما دیا گیا ہے۔ یعنی ایمان اور عمل صلح کی

---

[۱] لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددنہ اسفل سافلین الا الذین امنوا وعملوا الصالحات۔

Marfat.com

صحیح یا "برحق" تعلیمات واحکام کی تفہیم وتاکید اور فہمائش کا انفرادی، قومی و بین اقوامی ہمہ گیر نظام۔ اس کے ہم آہنگ دو جز ہیں:۔

(۱) ایک تو حق وخیر یا سچائی اور بھلائی کی باتوں کی نفس دعوت وتبلیغ، اپنے علم وبساط کے مطابق لوگوں تک اُن کو پہنچانا اور ان پر عمل کی طرف بلانا۔ اس کا نام خصوصیت سے "دعوت خیر" ہے۔

(۲) دوسرے اپنے اپنے محل ومنصب، وسعت وقوت کے موافق ہر بھلائی برائی کا امر ونہی روک ٹوک، بالفاظ دیگر ہر برائی سے ہر اپنے پرائے کو مقدور بھر روکتے اور بھلائی پر عمل کراتے رہنا تاکہ بھلائی معاشرہ میں خوب جانی پہچانی (معروف) بن جائے اور برائی لوگوں میں نفرت وحقارت یا ردوانکار کی چیز (منکر) بن جائے حتیٰ کہ لوگوں کو اس کے علانیہ ارتکاب یا اس پر اصرار کی ہمت نہ رہے۔ یہی حقیقت "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کی ہے۔

انفرادی "امنوا وعملوا الصالحات" کے ساتھ تواصی بالحق کی اصطلاح "دعوت الی الخیر" اور "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کے انفرادی واجتماعی دونوں پہلوؤں کو جامع ہے۔ اور عملاً دونوں زیادہ تر ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور چلنا چاہیئے۔

۳۔ بڑا سوال یہ ہے کہ عوام میں حق وخیر کا یہ علم یا معروف ومنکر پر یہ امر ونہی کیسے پیدا اور رائج ہو۔ جواب جیسا کہ بار بار دہرایا جا چکا ایک ہی ہے کہ ایک خاص پوری جماعت کا خاص فرض وفریضہ یہی ہو کہ ایک طرف وہ خود لوگوں میں حق وخیر کی

Marfat.com

دعوت و تبلیغ اور معروف و منکر کا ہاتھ زبان یا دل سے جس جس طرح جس حد تک ممکن ہو امر و نہی کرتی رہے اور دوسری طرف دوسروں کو بھی بتلاتی رہے کہ تمہارے لئے حق و خیر یا برائی بھلائی کا خود جان مان لینا اور عمل کر لینا کافی نہیں۔ بلکہ اپنی واقفیت و حیثیت کے مطابق اپنے اپنے بال بچوں رشتہ داروں دوستوں، پڑوسیوں ملنے جلنے والوں کو واقف کرانے اور مقدور بھر عمل کراتے رہنا بھی دینی فریضہ ہے۔

۴۔ اس طرح قال و حال زبان و عمل کی جدوجہد سے جب کسی ملک و معاشرہ میں معروف و معتدبہ درجہ میں اپنی معروفیت و عزت یا پسندیدگی کی جگہ حاصل کرلے گا اور منکر انکار و نفرت یا ناپسندیدگی و بیزاری کا سزاوار بن جائے گا تو لازماً اس کے افراد میں نہ معروف کا ترک عام و آسان ہوگا نہ منکر کا ارتکاب۔ یہی معاشرہ صحیح معنی میں اسلامی معاشرہ ہوگا جس سے غیر مسلموں کا مسلسل و یکسر غیر متاثر رہنا بھی غیر ممکن ہی ہوگا۔ ایسا ہی معاشرہ یا امت "خیر امۃ" ہو کر دوسری امتوں قوموں یا پوری انسانیت (الناس) کے حق میں معروف و منکر کے امر و نہی کا حق ادا کرسکے گی۔ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ط

۵۔ پھر یہی خیر امت بہ حیثیت امت اپنے ایمان و عمل صالح کی طاقت سے دنیا کی بھی ہر طرح کی اجتماعی — سیاسی و معاشی اور سماجی — خیر و برکت یہاں تک کہ اقتدار حکومت جو کسی قوم کی سب سے بڑی قومی رفعت و عظمت جانی جاتی ہے، اس کا قطعی و حتمی وعدہ بھی اسی ایمان و عمل صالح ہی کی زندگی سے پورا ہوگا۔

Marfat.com

کما قال اللہ تعالیٰ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ ...

ہے لیکن اس خلافت اقتدار و حکومت کی غرض بھی جاہ و مال کی شخصی یا قومی سامراجی یا اشتراکی لوٹ کھسوٹ قطعاً نہیں، بلکہ ایک طرف وہی خود اپنی ایمان و عمل صالح کی زندگی کی تقویت اور دوسری طرف معروف و منکر کے ذریعہ دنیا میں بھلائی یا خیر و صلاح کو پھیلانا اور برائی یا شر و فساد کا مٹانا۔ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ

بیسیوں صفحے کے معروضات بالا اور ان کی طرح طرح سے بار بار کی تاکید و تکرار کا ماحصل و مدعا دو لفظوں میں اتنا ہی ہے کہ خود مسلمانوں کی کیا پوری انسانیت کی دین و دنیا کی فلاح و نجات کا دار و مدار تمام تر خود مسلمانوں کا بہ حیثیت امت ایمان و صلاح کی اسلامی زندگی اختیار کرنا اور معروف و منکر کے امر و نہی کے ذریعہ اس کو ساری دنیا میں برپا کر کے کفر و فساد کی زندگی کو مٹانا ہے۔ لہٰذا انسان کے دینی و دنیوی ہر طرح کے زیان و خسران سے بچنے بچانے کی صحیح سیدھی راہ بالآخر ایک ہی ٹھہرتی ہے ـــــ خود مسلمانوں کا مسلمان بننا بنانا ـــــ یہی دو لفظی مطالبہ مسلمانوں سے خود اسلام کی کتاب کا بھی ہے کہ "مسلمانو! بس مسلمان ہو جاؤ" يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا لیکن خود مسلمان پہلے مسلمان کیونکر بنیں بنائیں؟

جواب وہی ایک ہی ہے کہ ایمان و عمل صالح کی انفرادی و اجتماعی، ظاہری و باطنی زندگی پیدا کریں، ایسی زندگی پیدا کرنے کی تدبیر بھی فقط وہی ایک ہی ہے کہ

Marfat.com

"دعوتِ خیر" اور معروف و منکر کے امر و نہی کے لئے خود کتابِ اسلام کے بتلائے ہوئے نظامِ ہدایت کو از سرِ نو زندہ و برپا کریں۔

اس تدبیر کا پہلا قدم بھی وہی ایک ہی ہے کہ امت میں جو جماعت یا "امت در امت" (منکم امۃ) خاص طور پر "داعی الی الخیر" اور "آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر" کے منصب کے لئے موزوں ہے، وہ اپنے اس خصوصی مقام و منصب کو پہچانے اور اس کے حقوق و فرائض کو عملاً ادا کرے۔

ظاہر ہے یہ خصوصی جماعت وہی ہو سکتی ہے جو خصوصیت کے ساتھ خیر اور معروف و منکر کے اصول و فروع کا اتنا معتدبہ علم حاصل کرتی اور رکھتی ہے کہ ایمان و عمل صالح کے ضروری ضروری احکام کی "دعوت خیر" کے ذریعہ تعلیم اور معروف و منکر کے امر و نہی کے ذریعہ ان کی عملی ترویج و تربیت کر سکتی ہو۔

الحمد للہ کہ نفس علم کی حد تک اس گئے گذرے زمانے میں بھی ہمارے چھوٹے بڑے سیکڑوں دینی دار العلوم ایمان و عمل صالح کے علومِ دین کی نفس تعلیم کا حق بقدر ضرورت ادا کر رہے ہیں اور ہزاروں علمائے دین فراغ و تکمیل کی سندیں لیکر ان سے نکلتے رہتے ہیں۔ کمی ان میں بالعموم دو ہی باتوں کی ہوتی ہے، ایک ایمان اور اعمالِ صالحہ میں معتدبہ رسوخ و استقامت کی، دوسرے اپنے دعوتی خصوصی مقام و منصب کے شعور و احساس کی۔ خیر بادین کے جس علم کو انھوں نے بھرپور جوانی تک حاصل کیا ہے اسی کی "دعوت" اور اسی کی معروف و منکر کے امر و نہی کے ذریعہ دوسروں میں

Marfat.com

عملی ترویج واشاعت مرتے دم تک زندگی کے ہر حال وماحول میں ان کا واحد منصبی فریضہ ہو۔

ایمان ان کا بالعموم "لما یدخل الایمان فی قلوبکم" کے درجہ تک رہتا ہے، اس کو شعوری طور پر "داخلِ قلب" یا راسخ بنانے کی تربیت مقدم ہے یعنی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ اس کے قلبی وقالبی عملی مطالبات کی نگرانی۔ جس قدر آدمی اپنے کسی علم وخیال یا اصول پر عمل کرتا ہے، اسی قدر وہ راسخ یا پختہ وپائدار ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے دینی دار العلوموں میں معمولی وہ بھی بے جان نماز روزہ کے علاوہ اخلاق ومعاملات اور معاشرت کے ان اعمالِ صالحہ پر توجہ نہ ہونے ہی کے برابر فرمائی جاتی ہے، جن کا تعلق بندوں کے باہمی حقوق وفرائض سے ہوتا ہے۔ حالانکہ دراصل ہمارے ایمان وایمانیات کی کسوٹی یہی حقوق وفرائض ہیں۔ مثلاً اگر ہم آخرت کی ابدی جزاوسزا، جنت وجہنم پر ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں، پھر بھی دنیوی جاہ ومال وغیرہ کے فانی سود وزیاں کے مقابلہ میں اس ابدی نفع وضرر کی پرواہ نہیں کرتے، تو ہمارے ایسے ایمان کی حقیقت ایک بے دلیل دعوے سے زیادہ نہیں رہتی۔ اپنوں پرایوں کسی کی نظر میں بھی نرے زبانی دعوے کا محض کلامیاتی انشاپردازیوں یا انشا گفتاریوں سے دل میں کتنا وزن پیدا ہوگا معیار یہ ہے کہ جب دنیا وآخرت کے کسی نفع وضرر کا مقابلہ ہو تو ہم بلا اضطراری صورتوں کے آخرت کو دنیا پر قربان کرنے یعنی خدا اور رسول کی نافرمانی وناراضی خریدنے پر آمادہ نہ ہوں۔ سچ پوچھیے تو دین کو دنیا پر قربان کرتے کراتے رہنے کی ہماری حرص دنیا طلبی ہی ہماری تمام دینی بیماریوں ہی کی نہیں خود دنیا کی ساری بربادیوں کی بھی

Marfat.com

جڑ ہے۔ اسی کی بدولت ہم ایمان وعمل صالح والی زندگی کے ان انفرادی واجتماعی معاشی وسیاسی ثمرات وبرکات کو بھی جو اس دنیا کے حق میں منصوص وموعود ہیں کھوتے رہتے ہیں۔[۱]

دنیا نام ہے اصل میں دو ہی چیزوں جاہ ومال کا۔ ان ہی کے ناجائز و ناواجب یا حرصی مطالبہ ومقابلہ سے اخلاقی، معاملاتی اور معاشرتی سب ہی طرح کے بگاڑ پیدا ہوتے ہیں۔ دینی درس گاہوں کی تعلیم وتربیت میں سب سے زیادہ اس سرچشمۂ مفاسد پر نگاہ رکھنا اہم واقدم ہے۔ ان سے فارغ ہو کر باہر آنے والے ہمارے علماء کی بیشتر کمزوریوں کی بنیاد حبِ جاہ ومال کے جذبات ہوتے ہیں، اور یہی ان کو "لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" کی اپنی انبیائی سطح سے قدم قدم پر گراتے رہے ہیں۔ اونچے اونچے مشاہیر تک میں شاذونادر ہی کوئی ان گراوٹوں سے پاک ملے گا۔

اس لئے دینی تعلیم گاہوں کے ذمہ داروں کو ان میں تعلیم پانے والوں کی عام اخلاقی وعملی تربیت کے ساتھ اس پہلو پر بہت خاص توجہ فرمانے کی ضرورت ہے۔ ورنہ دنیاوی تعلیم کے اسکولوں کالجوں کی نقالی میں ان ہی کی طرح محض کتابی امتحان

---

[۱] من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ۔ تقویٰ نام ہی ہے ایمان وعمل صالح کی جامع زندگی کا اور جو فرد یا جماعت خدا پر بھروسہ کرکے ایسی زندگی کو اپنائے گا خدا کا وعدہ ہے کہ اس کے ہر قسم کے معاشی وغیر معاشی مسائل ومشکلات کو بے نشان وگمان راہوں سے حل فرماتا رہے گا اور بھی کثیر آیات میں انفرادی واجتماعی ہر طرح کی دنیوی کامیابیوں کا راز ایمان وعمل صالح کی اسلامی زندگی ہی کو ٹھہرایا گیا ہے۔

Marfat.com

اور اس کے پاس فیل کے کچھ مقررہ نمبر کو جو الٹی سیدھی کسی طرح حاصل کر لے، اس کے ہاتھ میں عالم و فاضل کی سند پکڑا دینا دینی مدرسوں کی بڑی الٹی مہلک راہ اور ان کے ذمہ داروں کے حق میں بڑے مواخذہ کی بات ہے۔ امت کے تھانوی حکیم و مصلح نے تو اخلاقی و عملی معتد بہ اصلاح کے بغیر اس طرح عطائے سند یا دستار بندی کو صریح خیانت اور جھوٹی شہادت قرار دیا ہے[1]۔ کیونکہ یہ سند مدرسہ والوں کی طرف سے دراصل اس بات کی سند و شہادت ہوتی ہے کہ یہ مسلمانوں کے مقتدا ہونے کے لائق ہیں۔ وہ ان کے علم و عمل اخلاق و معاملات پر بھروسہ کر کے ان کی پیروی کریں۔

اخلاقی و عملی تربیت کے لئے ایک اور بڑی عملی و مفید ساتھ ہی آسان تدبیر بھی حضراتِ مدارس کے لئے قابلِ توجہ ہے۔ بہت سے دینی مدرسوں میں طلباء و اساتذہ کی تعداد سیکڑوں تک جاتی ہے۔ ان کی ضروریات کا ایک ذخیرہ (اسٹور) اگر دوکان کی صورت میں خود مدرسہ کے اندر، مدرسہ ہی کے انتظام میں ہو جس میں باری باری خود طالب علموں سے کام لیا جائے، تو نہ صرف ان میں لین دین میں لطیفی مراقع کی اصلاح سے ان کی عام امانتی و دیانتی بلکہ ساتھ ساتھ کاروباری تربیت بھی ہوگی۔ اس دوکان کی نوعیت طلبہ و اساتذہ کے بقدر استطاعت حصوں پر مبنی مشترک سرمایہ کے امداد باہمی کے سے اسٹور کی ہو۔ جس کی وجہ سے ہر ایک کی دلچسپی اس میں ذاتی و شخصی بھی ہوگی۔

---

[1] اصلاح الرسوم ص

Marfat.com

راقم ناکارہ کے دل و دماغ میں ایسی کتنی بالکل آسان عملی باتیں بھری پڑی ہیں مگر خود عملاً اپاہج ہونے کی بدولت شیخ چلی کی اسکیمیں ہو کر رہ گئیں! "دانشتہ آید بکار" کی طرح شاید "نوشتہ آید بکار" پر کسی صاحب عمل کی نظر اس اشارہ سے پڑ جائے۔

غرض مسلمانوں کو مسلمان بننے بنانے یا اسلامی امت و معاشرہ کو اسلامی خطوط پر از سر نو تعمیر کرنے کے لئے سب سے پہلے "منکم امۃ" والے معماروں کو صحیح معمار بنانے کی فکر ناگزیر ہے۔ ورنہ ہر تعمیر تخریب ہی کے نتائج زیادہ پیدا کرتی رہے گی جیساکہ صدیوں سے کر رہی ہے۔ پھر انشاءاللہ ان معماروں یا علماءِ حق کی ذرا مستحکم تنظیم ہر ملک و معاشرہ کے مسلمانوں کو ——— خواہ وہ مسلمان حکومت کے باشندے ہوں یا غیر مسلمان کے، اقلیت میں ہوں یا اکثریت میں ——— مسلمان بننے بنانے کا حق ادا کر سکے گی۔ اور مسلمانوں کا کماً و کیفاً کسی معتد بہ درجہ میں ایمان و عمل صالح والی اسلامی زندگی اختیار کر لینا ہی بجائے خود ایمانی و تدبیری دونوں رُخوں سے ان کے دین و دنیا کے تمام مسائل و مشکلات کا حل ہوگا۔ ایمانی تو اس لئے کہ دین و دنیا کی ——— جیساکہ بار بار عرض کیا جا چکا ——— فلاح و نجات، صلاح و سعادت کا خدائی حتمی وعدہ ایمان و عمل صالح کی توأم جامع زندگی ہی پر ہے۔ تدبیری اس لئے کہ عقلی طور پر بھی دیکھا جائے تو دنیا کے سارے[1] معاشی و معاشرتی سیاسی و تمدنی، قومی و بین اقوامی فسادات زیادہ تر

---

[1] سب سے زیادہ آجکل معاشی یا غریبی و بے کاری وغیرہ کے مسائل ہی نے آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے ان کے متعلق اسلام کی متوازن و مستقیم راہ پر "تجدید معاشیات" میں کچھ تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔

Marfat.com

افراط و تفریط کی گمراہیوں کا خمیازہ ہیں اور انسانی زندگی کی اسلامی متوازن و مستقیم راہ بجائے خود بالخاصہ اسی طرح دنیاوی زندگی کے ہر شعبہ کی صحت و سلامتی کی ضامن ہے جس طرح متوازن غذا جسمانی صحت و سلامتی کی۔ کیسی عجیب و غریب ایمانی فراست و حکیمانہ نظرامت کے تھانوی حکیمؒ کی تھی کہ جہاں خالص ایمانی وثوق و یقین کے ساتھ یہ ارشاد ہے کہ "خدا کی ذات پر بھروسہ کر کے قسم کھاتا ہوں کہ اگر سب مسلمان احکامِ حق پر عمل پیرا ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے کی سعی و کوشش میں لگ جائیں تو چند روز میں انشاء اللہ کایا پلٹ ہو جائے"۔ وہاں ساتھ ہی ساتھ چیلنج ہے کہ وہ خدا و رسولؐ پر ایمان یا ان کی رضا و اتباع کی نیت سے نہ سہی، دوسری دنیاوی تدبیروں کی طرح محض دنیا کی :-

"ایک تدبیر ہی کا درجہ سمجھ کر کر دیکھیں۔ آخر اور بھی تدابیر کر رہے ہو، ایک یہ بھی سہی . . . (خصوصاً جب تمہاری ساختہ پرداختہ تدابیر میں اب تک کامیابی نہیں ہوئی تو اللہ و رسولؐ کی بتلائی ہوئی تدابیر کو تدابیر ہی کی نیت سے کر کے دیکھ لو۔ . . . اگر کامیابی نہ ہو چھوڑ دینا . . . لیکن کر کے دیکھو تو۔ کرنے سے پھانسی کیوں لگتی ہے، مرے کیوں جاتے ہو۔ بہت دنوں بتوں کی پرستش کر کے تجربہ کر لیا اب ذرا خدا کو بھی پوج کر دیکھ لو"۔[1]

---

[1] تجدید دین کامل۔ ص ۲۰۴ و ۲۰۵ –

Marfat.com

اس ازسرِنو تعمیری تنظیم کا آغاز ہمارے دینی بڑے مدارس کے اکابر چاہیں تو آج ہی فرما سکتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے فارغ التحصیل یا قریب بفراغت طلبا میں دو چار فی صد اب ایسے نکل آئیں گے جن کی اخلاقی و معاملاتی حالت نسبتہً بہتر ہو، خصوصاً جاہ و مال کے حرص سے مغلوب نہ ہوں۔ معاشی ضروریات میں بقدرِ ضرورت پر قانع ہوں یا رہ سکیں۔ اگر اتفاق سے متوکل یا خود مستغنی ہو تو کیا کہنا، ورنہ مدرسہ ہی کی طرف سے اس کا انتظام ہو، تاکہ جن لوگوں میں دعوت و اصلاح کا کام کرے ان سے قطعاً کسی طرح کی مالی و جانی خدمت کا طالب نہ ہو، نہ ہدیتہً کچھ قبول کرے۔ اس باب میں ضروری ہدایات کی تفصیل تجدید تعلیم و تبلیغ میں کردی گئی ہے۔

اب ایسے داعی و مصلح کے ذریعہ کام کی ابتدا مسلمانوں کے چاہے جتنے چھوٹے سے چھوٹے حلقہ یا آبادی سے ہو لیکن ہو ہمہ گیر کماً بھی اور کیفاً بھی یعنی نہ آبادی کا کوئی گھر اور فرد اس سے باہر رہے اور نہ اسلامی تعلیمات کو صرف کلمہ و نماز یا عبادات تک محدود رکھا جائے، بلکہ عقائد و عبادات کے فرائض و واجبات کی تعلیم و اصلاح کے ساتھ ساتھ ہی پورا زور اخلاق و معاملات اور معاشرت میں زیادہ سے زیادہ اسلامیت پیدا کرنے پر لگایا جائے۔ تاکہ اسلامی اعمالِ صالحہ والی زندگی کے نقد انقد فوائد اور برتری کا تجربہ اپنوں پرایوں مسلمان غیر مسلمان سب کو ہو، عقائد و ایمانیات دل اور باطن کی چیزیں ہیں اور عبادات زیادہ تر اخروی و انفرادی نفع کی۔ اسلام و اسلامیت کے ظاہری و دنیوی ثمرات و برکات کا علانیہ ناقابلِ تردید مظاہرہ

Marfat.com

جب ہی ہوگا کہ اسلامی عقائد و عبادات کی روح خدا و رسول کی خوشنودی و پسند اور آخرت کی فکر و رغبت قدم قدم پر مسلمانوں غیر مسلمانوں سب کے ساتھ ہمارے لین دین کے معاملات اور اخلاقی و معاشرتی تعلقات میں دن دوپہر گھر باہر بازار و دفتر ہر جگہ محسوس و متحرک نظر آئے۔

راستہ اس کا وہی ایک ہے "تواصی بالحق و بالصبر" یا معروف و منکر کے امر و نہی کی انفرادی ذمہ داریوں کا عملی شعور پیدا کرانا۔ مثلاً ایک گاؤں یا محلہ مسلمانوں کی پانسو آبادی کا ہے جس میں گھروں کی تعداد سو ہے پہلے ان گھروں کے سردھروں یا حدیث کی زبان میں راعی و نگرانوں کو ذہن نشین کرایا جائے کہ تمہاری مسلمان ہونے کی ذمہ داریاں نہ صرف کلمہ اور نماز روزہ کی عبادتوں پر ختم ہو جاتی ہیں اور نہ صرف اپنی شخصی ذات تک ان کی پابندی سے۔ عبادات ہی کی طرح اور تعداد میں ان سے بہت زیادہ اخلاق و معاملات اور معاشرت کے اسلامی فرائض و واجبات ہیں جن کو نہ خود ادا کرنے کے ساتھ اپنے اہل و عیال یا زیر نگرانوں سے ادا کرائے بغیر نہ دنیا میں اپنی دینی ذمہ داریوں سے ہم عہدہ برآ ہو سکتے ہیں نہ آخرت میں ان کی بازپرس سے۔ تم پر جس طرح اپنے زیر نگرانوں بال بچوں وغیرہ کی دنیوی چند روزہ زندگی کی آرام و راحت کے لئے کھانے کپڑے، بیماری آزاری کی فکر اور دیکھ بھال واجب ہے اس سے ہزاروں درجہ زائد ان کی آخرت کی ابدی زندگی کے بناؤ بگاڑ کی نگرانی و خبر گیری بھی تمہاری عین دینی و اسلامی ذمہ داری ہے۔ ورنہ تم اُن کے اس سے بڑھ کر دشمن ہوگے

Marfat.com

جیسے کوئی اپنی اولاد کی جوانی اور بڑھاپے کے مستقبل سے بے فکر ہو کر جوان ہونے تک اس کو خالی طفلانہ مشاغل یا کھیل کود میں لگا رہنے دے جس کی بدولت آگے چل کر زندگی بھر وہ بیکاری وفاقہ کشی کی مصیبت جھیلتی رہے۔

پھر جس طرح تم خود اپنی زندگی کے سارے دنیوی معاملات کو اسلام کی نگرانی میں دیئے بغیر خالی کلمہ و نماز سے سچے پکے مسلمان نہیں بن سکتے اسی طرح اپنے زیر نگرانوں کی بھی پوری زندگی کو اسلامی بنانے کی اپنی والی کوشش کے بغیر ان کی نگرانی کی جوابدہی سے سبکدوش نہیں ہو سکتے اور جس طرح ان کی دنیا کو ہر طرح بنانے اور اس کو ہر بگاڑ سے بچانے کے لئے تن من دھن کی کسی کوشش میں کوئی اپنی والی کسر نہیں اٹھا رکھتے اسی طرح بلکہ اس سے ہزاروں گنی بڑھ کر فکر و تدبیر ان کے دین کو بہتر سے بہتر بنانے اور چھوٹے بڑے بگاڑ سے بچانے کی، خصوصاً جب تک وہ تمہاری نگرانی میں ہیں تمام تر تمہاری ذمہ داری ہے۔

جب تک دینی و اسلامی ذمہ داری کے اس شعور و احساس کو بیدار و پائدار کر کے خود مسلمان گھروں کو مسلمان نہ بنایا جائے گا اس وقت تک نہ گھر سے باہر مسلمانوں میں اسلامی زندگی اپنے موثر و کارگر مظاہر کے ساتھ رونما ہوگی اور نہ خالی گھر کے باہر کے محض کتابی مکتبوں، مدرسوں اور کاغذی دفتروں کی خارجی کوششوں سے خارجی وماحول کے دین دشمن زہریلے اثرات سے ان کا محفوظ رہنا الا ماشاء اللہ ممکن ہوگا۔ یہ نرے خارجی وقتی علاج ہیں جو نہ مرض کی گہرائی تک

Marfat.com

جاتے ہیں نہ ان کا اثر دیرپا ہوتا ہے۔ مسلمانوں میں پختہ اسلامیت نام کے اسلامی مکتبوں، مدرسوں، کتابوں، رسالوں، تقریروں، تحریروں، گشتی دعوتوں وغیرہ "برون خانہ" تدبیروں سے اس وقت تک ہرگز ہرگز نہیں پیدا ہو سکتی جب تک ان کے ساتھ اور ان سے بہت زیادہ زور "درونِ در" یا گھر کی زندگی کو پختہ اسلامی بنانے کی فکر دل پر نہ ہو۔ پھر انشاء اللہ خارجی تدابیر بھی سونے میں سہاگے کا کام دیں گی۔ دین کے حق میں گھر کی بے دینی و بد دینی کی غیر اسلامی زندگی سے بڑھ کر خطرناک و مہلک بار کا کوئی زہر نہیں۔ مہلک سے مہلک جراثیم کا حملہ کامیاب زیادہ تر ایسوں ہی پر ہوتا ہے جو مدافعت کی اندرونی قوت سے محروم ہوتے ہیں۔

اس گھریلو زندگی کی از سرِ نو تعمیر میں بھی نماز روزہ کے فرائض و واجبات کے ساتھ ساتھ ہی سب سے زیادہ توجہ مال وجاہ کے معاملات پر ہو کہ واجبی حقوق کے سوا کوئی کسی کا ایک پیسہ بھی ناجائز طریقے سے کیا معنی پوری خوش دلی کے بغیر لینا گوارا نہ کرے۔ نہ بیوی میاں سے، نہ میاں بیوی سے، نہ بھائی بھائی سے نہ بیٹا باپ سے، نہ باپ بیٹے سے۔ اسی طرح ماں باپ کی اولاد پر، بڑے بھائی بہن کی چھوٹے بھائی بہن پر، بڑائی میں بجز اسلامی آداب معاشرت کے حقوق و خدمت کی رعایت کے جاہی جذبات کی پرورش نہ ہونے پائے۔ اور یہ حقیقت خوب ذہن نشین کی کرائی جاتی رہے کہ اسلامی معاشرت کی روح یہ ہے کہ بے سبب کسی انسان کیا کسی جانور کو بھی ہم سے ذرا سی بھی اذیت نہ پہنچے۔ کسی ظلم و زیادتی کا انتقام جائز

Marfat.com

بیشک ہے، لیکن شرط یہی ہے کہ جائز حدود سے تجاوز نہ ہو، ورنہ عفو و درگذر اور اصلاح سے کام لے تو کیا کہنا۔[1]

گھر کے راعی یا نگراں کو دونوں باتوں کی نگرانی میں بھی کوتاہی نہ کرنی چاہئے نہ گھر کے افراد میں کسی کو کسی سے بلاوجہ کوئی چھوٹی سی چھوٹی تکلیف پہنچے اور اگر پہنچ جائے تو مظلوم کی طرف سے انتقام میں زیادتی نہ ہونے پائے۔ ورنہ تنبیہی و تادیبی ضرورت سے زیادہ خود نگراں کی اصل کوشش اپنے زیر نگرانوں میں عفو و اصلاح کی تربیت اور عادت پیدا کرنے کی ہو۔ مثلاً بھائیوں بہنوں میں آپس میں کوئی لڑائی جھگڑا یا ناچاقی ہو تو ایک طرف جس کی زیادتی ثابت ہو اس کو تدارک اور عفو خواہی پر آمادہ کرے اور جس پر زیادتی ہوئی ہو اُس کو عفو و درگذر پر، اور دونوں کو "اصلحوا ذات بینکم" کی تعلیم کے مطابق اپنی طرف سے اصلاح میں پہل پر آمادہ کرے اور جو پہل کرے اس کی تحسین و تعریف سے ہمت افزائی ہو۔ اگر اس پر کوئی آمادہ نہ ہو تو پھر "اصلحوا بین اخویکم" کے حکم کے مطابق خود معاملہ کی تحقیق کر کرا کے ان میں انصاف و اصلاح جلد از جلد کرا دے۔

ورنہ ہوتا بالعموم یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے دلوں میں میل پیدا ہوتے ہوتے مستقل گرہ پڑ جاتی یا قرآنی اصطلاح میں غل پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ دو سگے بھائیوں کے دل بھی شاذ و نادر ہی کسی گھر میں ایک دوسرے سے ملے یا صاف نظر

---

[1] جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ (شوریٰ ع ۴)

Marfat.com

آتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اخلاق و معاملات کی موٹی موٹی بدعنوانیوں ہی سی نہیں، ناگواری کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے بچنا بچانا چاہیے۔ قرض یا عاریت کے لین دین میں جن لوگوں کی نیت خراب نہیں ہوتی ان کی بھی عام عادت یہ ہوتی ہے کہ وقت وعدہ پر نہ قرض ادا کرتے ہیں نہ عاریت یا مانگے کی چیز واپس کرتے ہیں۔ بار بار کے تقاضے اور یاددہانیوں سے قدرۃً فریقین کو ناگواری ہوتی ہے۔ اکثر مانگے کی چیز کی حفاظت کا حق بھی پوری طرح نہیں ادا کیا جاتا اور خراب حالت میں واپس کی جاتی ہے۔ اسی طرح ایک عام بے پرواہی لوگوں میں یہ پائی جاتی ہے کہ چاقو قینچی قلم پنسل وغیرہ کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو نہ صرف مالک کی اجازت و اطلاع کے بغیر اٹھا لے جاتے ہیں بلکہ کام نکل جانے کے بعد فوراً اپنی جگہ پر پہنچا بھی نہیں دیتے۔ غریب مالک اپنی ضرورت پر ڈھونڈھتا پھرتا اور پریشان ہوتا ہے۔ ایک اور بدانتظامی و بدسلیقگی ہم میں اور ہمارے گھروں میں کم و بیش وبا ہی کی طرح پھیلی ہوئی ہے، نہ چیزوں کی جگہ مقرر ہوتی ہے نہ کاموں کا وقت، جس کی بدولت وقت ضائع اور چیزیں رواں دواں بھی بہت ہوتی ہیں اور بار ہا وقت اور جگہ پر چیز نہ ملنے سے پریشانی بھی ہوتی ہے اور نقصان بھی، ہیں بظاہر یہ باتیں جزئیاتی، لیکن ان سے نفس و قلب دین و دنیا سب کے بڑے بڑے کلیاتی اخلاقی و معاشرتی مفاسد پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے اُن کو ہلکا اور حقیر جاننا خود ہماری عقل و فہم کے ہلکے پن کی دلیل ہے۔

عرض کرنا یہی ہے کہ جس طرح ہم مسلمانوں کے دین دنیا سب کے فسا دیا

Marfat.com

بگاڑ کا سب سے بڑا سرچشمہ ہمارے گھر ہیں، اسی طرح ہماری اصلاح یا بناؤ کی کارگرد پائیدار صورت بھی گھروں ہی سے اس کی ابتدا ہے مسلمان معاشرہ یا امت میں کوئی گھر عمومی واصلاحی انقلاب بے اس کے برپا نہیں کیا جاسکتا کہ اصل توجہ گھریلو زندگی یعنی معاشرہ کے ہر واحد یا اکائی (گھر کی) کی اصلاح وانقلاب پر ہو۔

ان سطروں کو لکھ ہی رہا ہوں کہ جماعت اسلامی (ہند) کے آرگن دعوت کا ایک اقتباس سامنے آگیا۔ احمدی حضرات کو ان سے اختلاف کے باوجود یورپ افریقہ میں اسلام کی خدمت پر داد دی گئی ہے کہ:۔

"یہ لوگ کرۂ مریخ سے وارد نہیں ہوئے، انھوں نے اپنے خاص نظام کے تحت اپنے نظریات وعقائد کی تربیت حاصل کی اور اپنے کردار کو پختہ کیا اور مذہب کی جو دولت انھوں نے پائی اس کو لے کر وہ افریقہ اور دوسرے ممالک میں پہنچے اور ایقان کے سہارے اس کی دکانیں وہاں سجائیں جہاں دین کا نام لینا بھی دوسروں کے لئے باعث شرم ہے۔"

اس میں شک نہیں کہ احمدی حضرات کا اس طرح دور دراز ملکوں تک پہنچ کر اپنی جیسی دین کی دعوت وخدمت کی جدوجہد ان کے کردار وایقان کی تربیتی پختگی ہی پر مبنی ہے اور یقیناً وہ اپنے گھروں یا اہل وعیال میں اپنے نظریات کی ایقانی تعلیم وتربیت کا اہتمام اس سے بہت زیادہ کرتے ہیں جس کا ہمارے اچھے اچھے علماء ومشائخ کے گھرانوں میں کم ہی ہوتا ہے نتیجہ معلوم ہے کہ ہمارے

Marfat.com

"جو نوجوان گھر ہی پر اسلام سے واقف نہیں، جن کے پاس نہ خزانہ ہے نہ اس کی کنجی، وہ مغربی ممالک میں جا کر یہی کر سکتے ہیں کہ اُنھیں اپنی اسلامیت پر شرم آئے اور مغربی افکار سے متاثر ہوں اور فیصلہ یہ کریں کہ مغربی قوموں نے مذہب سے آزادی حاصل کر کے ترقی کی اور اس کی وجہ سے انھیں مشرق پر برتری حاصل ہوئی۔ گویا اصل مسئلہ تربیت کا ہے اسلام اور کفر کا نہیں ہے۔ گھر کے ماحول میں جو رنگ چڑھ جائیگا خواہ اسلامی رنگ ہو یا غیر اسلامی، اسے مغربی ممالک میں جا کر نکھرنے کا موقع ملتا ہے۔ جو شخص گھر میں اسلام کی تربیت سے محروم رہا وہاں جا کر اور اضافہ ہوگا، اور جس نے یہ نعمت گھر پر حاصل کر لی وہ کہیں بھی چلا جائے اپنی پونجی کی حفاظت ضرور کرے گا۔"[1]

سوال فقط یہ ہے کہ گھر میں یہ رنگ چڑھنا یا اس نعمت کا حاصل کرنا خالی گھر کے باہر کی تقریروں، تحریروں، رسالوں، جلسوں، کانفرنسوں، کنونشنوں، مدرسوں، اداروں وغیرہ سے ممکن ہے؟ یا خود گھر کے اندر کسی نظام و انتظام کی ضرورت ہے؟ اور کیا ایسا کوئی انتظام "کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ" والے خود گھر کے راعی یا نگران کا اپنی مسئولیت و مواخذہ کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے سوا کافی و کارگر ہو سکتا ہے؟ غرض اصل مسئلہ اگر کفر و اسلام کا بھی نہیں بلکہ اسلامی تربیت کا ہے، تو اس مسئلہ کا اصل حل بھی ایک اور صرف ایک ہے کہ اصل زور اصلی تربیت گاہوں یعنی

---

[1] صدق جدید ۱۶ جون ۱۹۶۱ء

Marfat.com

مسلمان گھروں کو مسلمان بنانے یا ان کی اصلاح و انقلاب پر لگانا چاہیئے۔ پھر ان واحدوں یا اکائیوں سے جو معاشرہ مرکب ہوگا وہ آپ سے اسلامی معاشرہ اور اسلام کی خیر امۃ اور دنیا کی بہترین قوم ہوگی۔

ایسے ٹھوس گھریلو انقلاب و اصلاح کی تدبیر بھی ایک ہی ہے کہ طول و عرض کے پھیلاؤ سے قطع نظر کرکے بہتر ہوگا کہ زیادہ نہیں کم و بیش پانسو کی مسلمان بستی یا آبادی کو کوئی معتد بہ درجہ میں علم و عمل کی مخلصانہ و مصلحانہ صلاحیتیں رکھنے والا لے کر بیٹھ جائے اور اس وقت تک بیٹھا رہے جب تک اس آبادی کے گھروں کی بہت بڑی اکثریت کم از کم ۷۵ فی صدی مطلوب اصلاح نہ ہو جائے۔ مرکز اس کا مسجد ہو، جس میں دو چار چار گھر کے سر دھروں یا راعیوں کو ان کی فرصت کے مناسب وقت میں جمع کرکے یا خود اُن کے گھر جا کر بار بار اُن کی ایمانی و اسلامی راعیانہ ذمہ داریوں کو ذہن نشین کرائے۔ اور ہفتہ میں کم از کم ایک مرتبہ ضروری ضروری احکام یا اوامر و نواہی کی عام وعظ و تقریر کے ذریعہ مردوں عورتوں سب کو یکجا کرکے تعلیم و ترغیب ہو۔ جس میں حقوق اللہ کے فرائض و واجبات کے بعد سب سے زیادہ اور حقوقِ عباد کے فرائض و واجبات اور خصوصاً ایسے نواہی پر ہو جن سے ذرا بھی ایک سے دوسرے کو کوئی جانی و مالی اذیت پہنچ کر آپس میں بے لطفی یا دلوں میں کدورت پیدا ہوتی ہو۔ بچوں کے لئے جو مکتب ہو اس کے نصاب میں بھی ایمانیات و عبادات کے فرائض و واجبات کے بعد خصوصی توجہ بندوں کے باہمی معاملاتی و اخلاقی اور

Marfat.com

معاشرتی چھوٹے بڑے حقوق و فرائض پر ہو۔ اور نری کتابی تعلیم کی تشویق و ترغیب سے بڑھ کر انعامات وغیرہ کے ذریعہ بچوں میں اخلاق و معاشرت کی عملی باتوں کا ذوق و شوق بڑھایا جائے کہ کھیل کود ہر چیز میں آپس میں ان کا خیال رکھیں۔

بچوں سے بھی بڑھ کر ہر گھر کے بڑوں کو اس کی تعلیم و تاکید ہو کہ گھر کے اندر کی طرح گھر کے باہر پاس پڑوس والوں، اپنوں، پرایوں، مسلمانوں غیر مسلمانوں سب کے ساتھ لین دین کے معاملات ہی میں نہیں، میل جول یا اخلاق و معاشرت ایسے اسلامی اوامر و نواہی کا بھی پورا خیال رکھیں، جن سے دوسروں کو راحت زیادہ سے زیادہ پہنچے اور اذیت سرے سے نہ ہو کہ دلوں کا ملنا اس کے بغیر ممکن نہیں۔ ان باہر والوں مسلمانوں میں آپس میں جو چھوٹی بڑی نزاع پیدا ہو، مسلمان اپنے اسلامی حکم ہی کی رُو سے اس کی اصلاح میں خود پیش قدمی کرے (اصلحوا ذات بینکم) بلکہ موقع آنے پر غیر مسلمانوں کیا دشمنوں تک کے ساتھ انصاف و احسان کرے کہ اسلام جس تقوٰی کا مطالبہ کرتا ہے اس کا تقاضا یہ بھی ہے (لا یجرمنکم شنآن قوم الا تعدلوا اعدلوا هو اقرب للتقوٰی)

اگر کسی نزاع کے فریقین خود اصلاح میں کوتاہی کریں تو مسلمان معاشرہ کا ہر فرد حسب موقع مامور ہے کہ وہ درمیان میں پڑ کر اصلحوا بین اخویکم کے حکم کے مطابق نزاع کو دور کرنے کرانے یا مصالحت کی سعی و تدبیریں اپنی والی کوئی کمی نہ کرے مسلمانوں کے متعلق تو ہر مسلمان پر اسلامی اخوت ہی کی بنا پر اس اصلاح کا فرض

Marfat.com

عائد ہے لیکن راقم ہذا نے تو ایک بڑے صاحب حال وقال بزرگ[1] کو دیکھا، جو عرصہ تک سشن جج بھی رہ چکے تھے کہ مسلمان ہوں یا غیر مسلمان فریقین میں صلح ہی زیادہ تر کرا دیتے تھے۔ اس زمانے کی عدالتوں سے کسی مسلمان یا انسان کو بچا لینا اس کی دنیا و دین کی بہت بڑی خیر خواہی ہے۔ اس لئے کہ ان میں قدم رکھنے کی پہلی شرط اسلامیت و انسانیت سب کو خیرباد کہہ دینا ہے۔ اور اسلامیت یا مسلمان ہونے کے تو اس کے سوا کوئی معنٰی نہیں کہ "زندگی کے تمام معاملات و منازعات میں خدا و رسول یا اُن ہی کے مطابق حکم کرنے والوں کے احکام کے آگے سر ڈال دیا جائے۔ پھر اگر ان میں بھی کوئی اختلاف ہو تو اس کی بھی زیادہ علم والوں سے تحقیق کر کرا کے بالآخر خدا و رسول ہی کے حکم کو مرجع بنایا جائے، یہی خدا و آخرت پر ایمان لانے کے معنٰی ہیں۔ باقی جو لوگ ایمان و اسلام کا دعوٰی کر کے بھی غیر خدائی احکام کو قبول کرتے ہیں وہ دراصل خدا کے بجائے شیطان یا طاغوت کو اپنا خدا بنا لیتے ہیں، جن کی سرشت ہی خدا سے طغیان و بغاوت ہے تو گویا شیطان جس سے ہم کو کفر کا حکم دیا گیا تھا، اُلٹے اس پر ایمان لا بیٹھتے ہیں، ان کے متعلق اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ "شیطان نے ان کو گمراہ کر کے ایمان کی راہ سے بہت دور جا پھینکا" یا زبان سے اسلام کے دعوے اور عمل سے اس کے انکار کو صریح کفر نہیں کفر سے بدتر نفاق کہہ لو۔ جیسا کہ آگے ہی اسی سلسلے میں ہے کہ "ایسے مدعیانِ ایمان سے کہا جاتا ہے کہ اگر تم اپنے ایمان کے دعوے

---

[1] حضرت مولانا محمد حسین صاحب حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

میں سچے ہو" تو آؤ خدا اور رسول کے حکم کو قبول کرو، تو صاف پہلو تہی پر اُتر آتے ہیں اور ذرا آگے کیسی لرزا دینے والی تنبیہ و تہدید رسولِ اسلام ہی کو خطاب فرما کر ہے کہ "قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ اس وقت تک مومن (یا مسلمان) نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑوں میں آپ سے (یعنی شریعت کے مطابق) تصفیہ نہ کرائیں پھر اس تصفیہ سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور پوری پوری طرح اس کو تسلیم کر لیں"۔[1]

اگر گھروں میں اپنی اپنی جگہ اسلامی زندگی پیدا ہو گئی تو باہر بھی آپ سے آپ ایسے مسلمانوں میں اول تو جھگڑے رونما ہی کم ہوں گے اور جو ہوں گے ان کے فیصلہ میں آسانی سے فریقین کو شریعت کا حکم ماننے پر آمادہ کیا جا سکے گا۔ اور جب تک کوئی مجبوری و اضطرار نہ ہو معاشرہ کے دباؤ کے خلاف انشاء اللہ عدالت کا رخ کرنے کی کوئی ہمت نہ کرے گا۔ کیونکہ ایسے اسلامی معاشرہ میں جھوٹی گواہیوں وغیرہ سے مدد دینے والے اس کو قدم قدم پر آج کل کی طرح کہاں ملیں گے۔ تاہم اس نظم و نظام کے تحت اصلاحی کام کرنے والوں کو اپنے اپنے حلقہ یا واحدہ میں اس کا خصوصی اور پورا اہتمام رکھنا چاہیے کہ آپس کا کوئی جھگڑا عدالت کے دروازہ تک نہ جانے پائے الا آنکہ فوجداری وغیرہ کی کسی غیر معمولی صورت میں خود حکومت ہی دخیل ہو جائے

---

[1] یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ۔ ۔ ۔ ۔ یصدون عنک صدودا ۔ ۔ ۔ ۔ فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ (نساء ع ۹،۸)

Marfat.com

اور معاملہ باہمی تصفیہ و مصالحت کے اختیار سے باہر ہو جائے۔

مسلمانوں کے قریباً تمام طبقوں جماعتوں وغیرہ میں ایک خدا ایک رسول اور ایک کلمہ توحید والی وحدت رکھ کر بھی جو ہر جگہ تمام انفرادی و اجتماعی زندگی میں "بنیان مرصوص" والے اتفاق و اتحاد کے بجائے کہنا چاہیے کہ افتراق و انشقاق ہی کے کلمہ کا دور دورہ ہے، اس کا بھی واحد علاج غیر اسلامی گھریلو زندگی ہی سے اصلاح کا آغاز ہوگا۔

اصل میں اسلام کی روح و مزاج آج کل کی خودداریوں نفسانیوں پر مبنی نام نہاد آزادی نہیں بلکہ خدا و رسول یا شریعت کی بے چون و چرا غلامی ہے، اس غلامی یا اطاعت کو تعلیم و تربیت سے گھروں میں اس طرح پیدا کرنا کہ گھر کے راعی یا نگراں کی اطاعت بھی اسلامیت و شریعت یا خدا و رسول کی رضا و ناراضی ہی کے ماتحت ہو اور پھر ایسے گھروں سے مل کر معاشرہ کی جو اکائیاں یا وحدے وجود میں آئیں گے، ان میں بھی آپ سے آپ شریعت کے دائرے سے نکل کر تفرق و تشتت کی گنجائش کم سے کم ہی نکل سکے گی۔ اسلامی مزاج کی رو سے جس طرح ہر گھر کا ایک مطاع راعی و نگراں ہونا ضروری ہے، جس کے گھر والے سب کے سب شریعت کے ماتحت احکام میں بے چون و چرا مطیع ہوں، اسی طرح تنظیم کے لئے ایسے گھروں کے جو مثلاً پانچ پانچ سو آبادی کے حلقے یا اکائیاں بنائی جائیں ان کا بھی ایک صاحب امر راعی و نگراں یا سر دھرا ہو۔

Marfat.com

اور ایسے حلقوں میں اصلاح کا کام کرنے والے اہل علم وصلاح (یا دینی دارالعلوموں کے صالح تربیت یافتہ) جہاں ایک طرف ہر حلقہ کے، ہر گھر کی اصلاح کریں وہاں دوسری طرف پورے حلقہ میں جو دینی اصلاح کے قبول کرنے کی صلاحیت و قابلیت سب سے زیادہ رکھتا ہو، اس کو ضروری تعلیم وتربیت سے معتد بہ درجہ میں اس کا اہل بنایا جائے کہ وہ اس پورے حلقہ کا سر دھرا یا راعی ہو۔

اس کی استعدادی اہلیت وصلاحیت کی سب سے اہم واقدم شرط بھی وہی ہوگی کہ جاہی ومالی حرص وطمع کا مادہ اس میں نہ ہو، یا اتنا کم ہو کہ تربیت سے اس کو حدود میں لایا جا سکے۔ ایسے ہی شخص پر لوگ قدرۃً زیادہ اعتماد و اتفاق کر سکیں گے خصوصاً جب تربیت کے بعد اس کی بے غرضی وانصاف پسندی کے تجربات دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ہوں گے۔ عملی تربیت کے ساتھ ساتھ ضروری دینی معلومات کی جو کمی اس میں ہو وہ بھی پوری کرائی جائے۔ جس کے لئے عربی داں کیا پڑھا لکھا ہونا ضروری نہیں۔ تاہم آج کل سہولت اسی میں زیادہ ہے کہ کوئی ایسی جامع کتاب اس کو سبقاً سبقاً سمجھا کر پڑھا دی جائے جو حقوق اللہ کے ساتھ حقوق عباد اخلاق ومعاملات اور معاشرت سب کے ضروری ضروری روزمرہ پیش آنے والے مسائل اور ان کے اصلاحی معلومات پر حاوی ہو[ل]۔ اب یہی مقامی

ل بہشتی زیور کے سوا ایسی کتاب کسی دوسری زبان یا عربی تک میں معلوم نہیں۔ البتہ اس کی زبان کو ذرا عصری بنا کر ایک عصری ایڈیشن کی ضرورت ہے ۱۲۔

Marfat.com

شخص اپنے پورے واحدہ کے تمام گھروں کا مستقل نگراں یا راعی و امیر ہوگا۔

جس دین نے اپنی امت و معاشرہ کو بات بات میں اختلاف و خود رائی یا تفرق و انتشار کے مفاسد سے بچانے اور اجتماعی انضباط (ڈسپلن) پیدا کرنے کے لئے سفر کی عارضی رفاقت تک میں اطاعت پر اتنا زور دیا ہو کہ تین آدمی بھی اگر ساتھ سفر کریں تو ایک کو اپنا امیر یا مطاع بنا لیں، وہ یہ کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ کسی چھوٹی بڑی مستقل آبادی کے افراد "شتر بے مہار" زندگی کے لئے چھوڑ دیئے جائیں۔۔۔۔

اور جس طرح ایسے ہم سفروں کا یہ عذر لایعنی ہوگا کہ بلا اسلامی حکومت کے ایسا امیر سفر کیسے بنایا یا منتخب کیا جائے، اسی طرح تمام کی مسلمان یا غیر مسلمان کسی حکومت میں رہنے والے مسلمانوں کے لئے انتشار و پراگندگی کی زندگی بسر کرنے کا خود اسلام کی نگاہ میں قطعاً یہ کوئی معقول و مقبول عذر نہیں ہو سکتا کہ جب تک سیاسی و حاکمانہ اقتدار رکھنے والا کوئی مسلمان امیر و حاکم نہ ہو ہم جاہلیت کی موت مرتے ہیں۔ اسلامی زندگی کا تو اولین مطالبہ اپنی وسعت و اختیار بھر اس کے احکام پر ہر موافق و مخالف ماحول میں عمل کرنے کرانے کی جو صورتیں پیدا کی جا سکتی ہوں ان کے بہر حال ہم مکلف ہیں۔ صاحبِ اقتدار حقیقی اسلامی حکومت ہر جگہ ہر وقت قائم کر کرا لینا ہمارے اختیار میں نہیں لیکن ہمارے تھوڑے بہت جو معاملات مسلمان یا غیر مسلمان حکومت کی قانونی گرفت و مداخلت سے باہر ہیں کم از کم ان میں اسلامی احکام کے مطابق اجتماعی زندگی بسر نہ کرنے کے لئے ہمارے پاس کیا عذر ہو سکتا ہے۔ لازماً اختیار بھر اس کی

Marfat.com

تکمیل ہم پر لازم ہے کہ کسی نہ کسی نظم و نظام کے تحت اپنا کوئی امیر یا راعی و نگراں بنالیں[1] پھر خدا کو راضی کرنے کی مخلصانہ نیت کے ساتھ چھوٹی سی چھوٹی مسلمان آبادی بھی اپنے اختیار کی حد تک اپنے کو اسلام کی منضبط نگرانی و اطاعت میں دیدے گی تو مزید وسعت کا آگے راستہ "اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰہَ یَنۡصُرۡکُمۡ" کے وعدہ کے تحت قدرتی طور پر خود ہی انشاء اللہ کھلتا چلا جائے گا۔ اور اس راستہ سے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا، سیاسی اقتدار والے حقیقی اسلامی غلبے کے ظاہری اسباب بھی پیدا ہو کر رہیں گے۔ باقی آج کل جو زیادہ تر غیروں کی ریس میں مسبب الاسباب سے عملاً قطع نظر کر کے خالص اسبابی راہوں پر زور دیا جا رہا ہے تو یہ ایمانی و اسلامی منطق کی رو سے ایسی اُلٹی راہ ہے کہ مسلمانوں کے حق میں بالخصوص اس خدا چھوڑی راہ کے نتائج بھی جس طرح صدیوں سے روز بروز اُلٹے نکل رہے ہیں، آئندہ بھی الٹے ہی نکلتے رہیں گے۔ یہی سبق و شہادت چودہ سو سال کی پوری اسلامی تاریخ کا ہے۔

---

[1] اس کا ایک عملی تجربہ بہار کی امارتِ شرعیہ کی صورت میں وقت کے مستند و مسلم صلحا و علما فرما بھی چکے ہیں اور اس پر کافی تحریری مواد بھی موجود ہے جو قابل مطالعہ و توجہ ہے نظری و عملی دونوں اعتبار سے۔ آگے نہ بڑھنے کا سبب ٹھوس عملی خدمات کا ہمارے اندر روز افزوں قحط ہے، دوسرے اس تنظیم کے حضرات کی نظر میں آبادیوں کی چھوٹی چھوٹی محدود مذکورہ طرز کی اکائیاں بنا کر ان میں اس نظم و انتظام کو پختہ فرمانے کی طرف نہیں گئی جس کی وجہ سے کوئی ہمت افزا اچھا عملی نمونہ ایک بھی سامنے نہ آسکا، نہ علما و خواص کے، نہ عام مسلمانوں کے۔ سراپا نا بکار و تباہ کار راقم ہذا کے نزدیک ضرورت اسی کی ہے کہ ابتدا خواہ محدود آبادی سے ہو لیکن ہو وہ نمونہ کا بار آور صالح تخم۔

Marfat.com

بہرحال واحدہ دار مضبوط و منضبط طریق کا جو ایک سرسری نقشہ اوپر پیش کیا گیا ہے ایسے ہی عملی نقشہ کے تحت ان واحدوں کی تعداد جیسی جیسی بڑھتی جائے تو مثلاً قریب قریب کے پانچ واحدوں کو ملا کر ان کے مقامی راعیوں یا امیروں میں جو اپنے صدق و اخلاص علم و عمل فہم و تدبیر کے لحاظ سے بہ حیثیت مجموعی زیادہ اہل ہو، اس کو ان پانچوں واحدوں کے راعیوں کا ذمہ دار راعی و نگراں یا امیر قرار دیا جائے۔ وقس علی ہذا۔ اس سلسلہ کو ضلع وار اور اضلاع کو صوبہ یا ریاست وار اور ریاستوں کو ملک گیر بنایا جا سکتا ہے۔[۱]

بیشک ہے یہ شیخ چلی کی بکواس، لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ اس شیخ چلّی کو

---

[۱] آج کل کی نام نہاد جمہوریت و عوامیت ہیں اور اس کے انتخابی لاکھوں کروروں ووٹروں کے لاکھوں کروروں کے مصارف (امریکہ کے نئے صدر کے انتخاب میں ۸۱ کرور خرچ ہوئے) کے علاوہ طرح طرح کے مفاسد اور ہٹر بونگ تو سرے سے اسلامی مزاج و روح کی ضد ہی ضد ہیں۔ اس کو بھی اسلامی نقشہ میں اگر جگہ مل سکتی ہے تو ہر بالغ کی ہٹر بونگی رائے دہندگی کی صورت میں نہیں، بلکہ ہر واحدہ کے معتمد راعیوں کی نمائندگی کے واسطہ سے۔ اس طرح کہ مثلاً ایسے پانچ پانچ سو والے بیسیوں واحدوں کے نمائندے اپنے میں دس ہزار کے لئے ایک راعی و نمائندہ منتخب کریں۔ اور پھر ایسے دس ایک لاکھ کے لئے۔ اور وہ دس ایک کرور کے لئے یہاں تک اوپر جاتے جاتے اخلاص و عمل علم و فہم ہر اعتبار سے ملک کے چیدہ چیدہ معتمد نمائندے اسلامی خلیفہ کو اپنے ہی میں سے منتخب کریں۔ اس کی تفصیل شاید کچھ تجدید سیاست میں ہو سکے۔ گو نرے کاغذی "سلسلۂ تجدید" کی کتابوں نے اب اس سے بھی دل سرد کر دیا ہے۔ صرف یہ خیال کچھ ہمت بندھا دیتا ہے کہ شاید "کودک ناداں" کے قلم کا یہ تیر اتفاقاً اگر صحیح نشانہ پر پڑ گیا ہو، اور کسی صاحب عمل و اخلاص کی نظر اس پر پڑ جائے تو وہ کچھ کام لے لے۔

Marfat.com

عقلاً و نقلا ہر طرح پورے شرح صدر کے ساتھ اس امر پر اطمینان و اصرار ہے، کہ مسلمانوں کا دین و دنیا کا بیڑا صرف اور صرف ایمان و عمل صالح کی زندگی پیدا کرنے سے پار ہو گا اور یہ بار بار دہرانے کی بات ہے کہ عمل صالح سے صرف روزہ نماز وغیرہ کے عبادات ہرگز مراد نہیں۔ حقوق عباد کی اہمیت تنظیم کے ہر مرحلہ پر مد نظر رہنا لازم ہے۔ اس اطمینان و اصرار پر الحمدللہ امام غزالیؒ جیسے اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کے مسلم امام مصلح و مجدد کی ایسی تحریر و تجویز نے مہر لگادی، جس کی تفصیل اوپر ص ـــــ پر گذر چکی۔ باقی زیادہ تر عصری و فرنگی رنگ میں شر او ر جیسی تحریکوں اور تدبیروں یا کاغذی دفتروں کے بیڑوں پر بیڑے بناتے چلے جانے سے ہماری دین و دنیا کا کوئی بھی بیڑا ہرگز ہرگز پار نہ لگے گا۔ ان کی قسمت تو دیر سویر ڈوبنا ہی ہے جس کے آئے دن تجربات مسلمانوں کے حاکم و محکوم سب ہی ملکوں میں ہوتے رہتے ہیں۔[1]

---

[1] آج کل جبلپور کے انتہائی وحشیانہ و جارحانہ اور خونیں فسادات سے ہندوستان کے مسلمانوں کو جو بھرپور تنبیہی تازیانہ لگا ہے تو اس سلسلہ میں بھی کہنا چاہیئے کہ توجہ تمام تر صرف کنونشنی راہوں پر ہے۔ اور ایک کنونشن کے جوڑ پر آج ہی (۲۱ جون ۱۹۶۱ء) کے اخبار میں دوسرے کنونشن کی تیاری کی خبر پڑھی انا للہ ثم انا للہ۔

Marfat.com

مُقدّمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمان کیا کریں؟

مسلمان اپنے مسلمان ہونے کا مطلب کچھ سمجھیں تو یہ سوال حیرت ناک وعبرتناک ہی نہیں انتہائی شرمناک بھی ہے! اسلام کے حق میں خود سراپا رسوائی راقم نابکار اپنے بھائیوں کی جن باتوں کو دیکھ سُن اور پڑھ کر کُڑھتا ہے، ان میں اس سوال و بحث کا نمبر شاید سب سے بڑھ گیا۔ جب تک ہمارے بعض اخبارات و رسائل میں اس کا چرچا رہا جب کہیں نظر پڑجاتی دل و دماغ پر تازہ بم پھٹتا۔

غضب خدا کا جس اسلام پر ہم کو ایمان کا دعویٰ ہے اور جس کا دعویٰ یہ ہے کہ "دین" و "نعمت" ہر جہت سے کامل و مکمل فرما کر رہتی دنیا تک انسان کی صلاح وفلاح کے لئے اپنی رضامندی کو بالکلیہ خدا نے اس کے ساتھ وابستہ فرمادیا ہے، وہ معاذ اللہ چودہ سو سال کے اندر ہی ایسا فرسودہ و ناکارہ نکل گیا کہ خود اس کے نام لیوا بدحواس پوچھتے پھریں کہ مسلمان کیا کریں؟ اور جواب کے لئے اپنوں ہی نہیں پرایوں تک کا منھ تکتے پھریں کاش زمین پھٹ جاتی اور اسلام اور اس کے خدا و رسول کو رسوا کرنے والے ہم مسلمان اس میں دھنس جاتے۔

پھر جب سوال یہ ہے کہ مسلمان کیا کریں؟ تو اس کا مطلب اس کے سوا کیا لیا جاسکتا ہے کہ مسلمان مسلمان رہ کر یا اپنی اسلامیت کے انفرادی و اجتماعی

Marfat.com